شیعہ جواب دیتے ہیں

مصنف

آیت اللہ العظمی مکارم شیرازی

مترجم

معارف اسلام پبلشرز

فہرست مطالب

مقدمہ

پہلی فصل:
قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے منزّہ ہے
عدم تحریف قرآن
فریقین کی دو کتابیں
فرقہ و ارانہ دشمنی کی خاطر اسلام کی جڑوں کوکھوکھلانہ کیا جائے
عدم تحریف پر عقلی اور نقلی دلیلیں :
اختتامیہ کلمات

دوسری فصل:
'تقیہ" قرآن و سنت کے آئینہ میں
1_ تقیّہ کیا ہے ؟
2_ تقیہ اور نفاق کا فرق
3_ تقیہ عقل کے ترازو میں
4_ تقیہ، کتاب الہی میں
5_ تقیہ، اسلامی روایات میں
6_ کیا تقیہ صرف کفّار کے مقابلے میں ہے
7_ حرام تقیّہ
8_ مصلحت آمیز تقیّہ

تیسری فصل:
عدالت صحابہ
1_ دو متضاد عقیدے
2_ تنزیہ کے سلسلہ میں شدّت پسندي: .
3_ لاجواب سوالات
4_ صحابہ کون ہیں؟
5_ "عقیدہ تنزیہ "کا اصلی سبب
6_ کیا تمام اصحاب بغیر استثناء کے عادل تھے؟
7_ اصحاب پیغمبر (ص) کی اقسام .
8_ تاریخی گو اہی
9_ پیغمبر(ص) کے زمانے میں یا اس کے بعد بعض صحابہ پر حد کا جاری ہون
10_ نادرست توجیہات .
11_ مظلومیّت علی _ .
12_ ایك دلچسپ داستان .

چوتھی فصل:
بزرگوں کی قبروں کا احترام
اجمالی خاکہ .

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زیارت قبول کی گذشتہ تاریخ .
قبور کی زیارت کے سلسلہ میں شرك کا توہّم:
کیا شفاعت طلب کرنا ،توحید ی نظریات کے ساتھ سازگار ہے؟
اولیائے الہی کی شفاعت صرف ظاہری زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے
ہم ان متضاد باتوں کو کیسے قبول کریں .
خواتین اور قبور کی زیارت
"شدّ رحال" فقط تین مساجد کے لیے جائز ہے؟ .
کیا قبور پر عمارت بنانا ممنوع ہے ؟
وہابیّت کے ہاتھوں ،ثقافتی میراث کی نابودی
بہانے
1_ قبروں کو مسجد نہیں بنانا چاہیئے
2_ ایك اور بہانہ
بزرگان دین کی قبور کی زیارت کے مثبت آثار
3:تبرّك چاہنا اور طلب کرنا ممنوع ہے
علمائے اسلام کی اہم ذمہ داری

پانچویں فصل:
نکاح موقت (متعہ)
متعہ یا ازدواج موقت
1_ ضرورت اور نیاز
نکاح مسیار
متعہ کیا ہے؟
سوء استفادہ .
نکاح متعہ، قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں .
کس نے متعہ کو حرام کیا .
الف) خلیفہ اوّل کے دورمیں متعہ کا حلال ہون
ب) اجتہاد در مقابل نصّ
ج) حضرت عمر کی مخالفت کا سبب .
د) متعہ کی تحریم کے بعد لوگوں کا ردّ عمل
بہترین راہ حل

چھٹی فصل:
زمین پر سجدہ
1_ عبادات میں سجدہ کی اہمّیت
2_ غیر خدا کے لیے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے
3_ کس چیز پر سجدہ کرنا چاہیئے؟
4_ مسئلہ کی ادلّہ
الف) زمین پر سجدہ کے حوالے سے معروف حدیث نبوی
ب) سیرت پیغمبر(ص) .
ج) صحابہ اور تابعین کی سیرت

ساتویں فصل:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جمع بین صلاتین
بیان مسئلہ
اسلامی معاشروں میں پانچ اوقات پر اصرار کے آثار
دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے جواز پر روایات
1_ مذکورہ احادیث کا نتیجہ
2_ قرآن مجید اور نماز کے تین اوقات

آٹھویں فصل:
وضو میں پاؤں کا مسح
قرآن مجید اورپاؤں کا مسح
عجیب توجیہات
نصّ کے مقابلے میں اجتہاد اور تفسیر بالرائي
جوتوں پر مسح کرن
پاؤں پر مسح اور احادیث اسلامی :
مخالف روایات
سہل اور آسان شریعت
نعوذ باللہ من ہذہ الاکاذیب
جوتوں پر مسح ،عقل و شرع کے ترازو میں
روایات چند اقسام پر مشتمل ہیں:
بحث کا آخری نتیجہ : .

نویں فصل:
بسم اللہ ،سورۃ الحمدکاجز ہے
ایك تعجب آور نکتہ
بسم اللہ کے بلند آواز سے پڑھنے کے بارے میں احادیث نبوي(ص)
مابین الدفتّین قرآن ہے
بحث کا خلاصہ

دسویں فصل:
اولیائے الہی سے توسل
"توسّل" قرآنی آیات اور عقل کے آئینہ میں:
توسّل ،احادیث کی روشنی میں
چند قابل توجّہ نکات
1_ وہابیوں کے بہانے
2_ "افراطی اور غالی افراد"
3_ تنہا توسّل کافی نہیںہے
4_ امور تکوینی میں توسّل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شیعہ جواب دیتے ہیں
(اہل سنت اور شیعہ کے ما بین دس اہم مورد بحث مسائل پر تحقیق)

نام کتاب: شیعہ جواب دیتے ہیں
مؤلف: حضرت آیت اللہ العظمی مکارم شیرازي
مترجم: معارف اسلام پبلشرز
ناشر: انتشارات نور مطاف
اشاعت: پہلي
تاریخ اشاعت: ربیع الثانی 1429 ھ_ق
تعداد: 5000
Web : www.maaref-foundation.com
E-mail: info@maaref-foundation.com

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں _

مقدمہ:

حمدہے اس ذات کے لیئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہواس نبی (ص) پر جسے اس نے عالمین کے لیئے سراپا رحمت بناکر مبعوث فرمایا اور سلام و رحمت ہو ان کی آل (ع) پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لیئے چراغ ہدایت بنایا _
اما بعد: آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب کے عظیم مصنف نے اس میں اسلام کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان پائے جانے والے دس اختلافی مسائل پر انتہائي مختصر ، عام فہم اور منصفانہ بحث کی ہے_
مصنف کی روش یہ ہے کہ ایك مسئلہ کوپیش کرکے اس پر طرفین کی ادلہ ذکر کرتے ہیں اور آخر میں نتیجہ قارئین محترم پر چھوڑ دیتے ہیں تا کہ قارئین کرام خود فیصلہ کرسکیں کہ حق کس کے ساتھ ہے_
اللہ تعالی نے اس عظیم کتاب کے ترجمہ کی سعادت و توفیق بھی معارف اسلام پبلشرز کو عنایت فرمائي ہے اور اس خوبصورت ترجمہ اور تصحیح کی زحمت فاضل برادر جناب آقای سید محسن علی کاظمی و آقای عمران سہیل نے اٹھائي ہے _ خدا انکی توفیقات میں اضافہ فرمائے ،ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کے درمیان وحدت کا باعث بنے گي_

معارف اسلام پبلشرز

مقدمہ

یہ راستہ وحدت کی طرف نہیں جاتا
اس دنیا کے موجودہ حالات پر ایك اجمالی نگاہ دوڑانے سے پتہ چلتاہے کہ شدیدطوفان چل رہے ہیں ،پردے ہٹ چکے ہیں، دلفریب باتوں،انسانی حقوق کے دعوے ،ڈیموکریسی اور اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی اداروں کے نعروں کی حیثیت واضح ہوچکی ہے _ عالمی طاقتوں نے دوسرے ملکوں پر قبضہ کرنے کے لئے خطرناك سازشیں آمادہ کررکھی ہیں اور وہ لگے لپٹے الفاظ میں اپنے دل کی باتوں کو بیان کررہے ہیں_
اور کتنا اچھا ہو ا کہ انہوں نے ان تمام باتوں کا اظہار کردیا ہے اور اپنے اوپر بے جا اعتماد کرنیوالوں کی آنکھوں سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پردہ ہٹادیاہے_اور اب اللہ تعالی کے لطف و عنایت کے بعد قوموں کی اپنی قدرت و طاقت کے علاوہ کوئي پناہ گاہ باقی نہیں رہی ہے_ہاں اپنے آپ کو طاقتور بنانا چاہیے کیونکہ دنیا کے اس نظام میں کمزور کو پایمال کیا جاتاہے_
ان شرائط میں اگر پوری دنیا کے مسلمان متحد ہوجائیں اور اپنی عظیم ثقافتی اور مادی طاقت کو استعمال کریں تو اسی صورت میں طاغوتی طاقتوں کے شر سے امان میں رہ سکتے ہیں_کئي سالوں سے ہر جگہ وحدت مسلمین کی باتیں زبانوں پر جاری ہیں_ ہفتہ وحدت کی تشکیل ، وحدت کے

سلسلہ میں کانفرنسوں اور سیمیناروں کے انعقادکی خبروں کا چرچاہے_
اگر چہ ان اقدامات کے سیاسی اور اجتماعی میدانونمیں اچھے آثار سامنے آئے ہیں اور دشمن خوفزدہ ہوگئے ہیں _ لیکن ابھی تك ان اقدامات سے ایسی وحدت وجود میں نہیں آئي جس کا لازمہ ان عظیم طوفانوں کے مقابلے میں ڈٹ جانا اور مقاومت کرنا ہو_
اس بات کے اسباب کو چند امور میں خلاصہ کیا جاسکتاہے:
1_اس سلسلہ مینکئے جانے والے اقدامات بنیادی نہیں تھے جس کی وجہ سے مسئلہ وحدت اسلامی ،معاشروں کے عمق اور مسلمانوں کے افکار میںنفوذ نہیں کرسکاہے تا کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایك ہی راستے پر اکٹھا کرتا_
2 _ دشمنوں نے بدگمانی ، سوء ظن، اختلاف اور نفاق ایجاد کرنے کیلئے وسیع پیمانے پر کام کیاہے _ اور جسطرح خبروں سے اندازہ ہوتاہے انہوں نے ان مسائل کو عملی بنانے کے لیے مادی اعتبار سے بھی بہت بھاری سرمایہ مختص کیا ہوا ہے اور اپنے شوم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دونوں طرف سے متعصب اور شدت پسند افراد کو استعمال کرتے ہیں _ من جملہ:
الف) ہمیں با وثوق ذرائع سے معلوم ہواہے کہ حال ہی میں سعودی عرب کے متعصب سلفیوں نے ایك کروڑ تفرقہ انگیز کتابیں چھپواکر حجاج کے درمیان تقسیم کی ہیں اور حج جو مسلمانوں کی وحدت کا ذریعہ تھا، کو نفاق کے وسیلہ مینتبدیل کردیا ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتاہے کہ اس قسم کے کام ہر سال کیے جاتے ہیں_
ب) حج اور عمرہ کے ایام میں متعصب وہابی خطیب نفاق پیداکرنے کے لیے زہر اگلنے کا کام کرتے ہیں اور ایران و سعودی عرب کے اچھے تعلقات کے باوجود انہوں نے شیعوں کے

خلاف حملے اور زیادہ کردیے ہیں _
ج) سپاہ صحابہ کے حملے اور مظلوم و بے گناہ افراد کا وحشیانہ قتل، اور اس سے بھی زیادہ افسوسناك اس قتل و غارت اور دہشت گردی پر فخر کرناہے جسے آئے دن تھوڑے تھوڑے وقفی انجام دیا جاتاہے_ یہ بات سب لوگوں پرعیاں ہے_
د) طالبان جیسے انتہا پسندگروہوں کو اکسانا، شواہد کے مطابق یہ کام بھی امریکی ایجنسیوں کی طرف سے انجام پانے والا ایك خطرناك کام تھا تا کہ ایك طرف تو اسلام کے چہرے کو بدنما، بے رحم اور علم و دانش اور تہذیب و تمدن سے بے بہرہ ظاہر کریناور دوسری طرف مسلمانوں کے درمیان تفریق کو زیادہ کریں_اگر چہ یہ مغربی سیاست کے سائے میں پلنے والا گروہ آخر کار انکے کنٹرول سے خارج ہوگیا تھا اور خود ان ہی کے خلاف برسرپیکار ہوگیا تھا _ اسطرح جب امریکہ کو اپنے نمك خواروں کے تلخ نتائج کا سامنا کرنا پڑا تووہ انکے ختم کرنے کے درپے ہوا_
3_بعض اسلامی سیاستدانوں کی کوتاہ فکری بھی پائیدار وحدت کے اہداف کے حصول میں مانع ثابت ہوئي کیونکہ انہوں نے 1پنے محدود اوروقتی منافع کو ،عالم اسلام کے طولانی منافع پر مقدم کیا _ مثال کے طور پر ہم بعض اسلامی ممالك کو جانتے ہیں کہ جنہوں نے اپنے محدود اورکم اہمیت منافع کی خاطر اسرائیل کے ساتھ بہت زیادہ سیاسی اور اقتصادی تعاون کیا، یہانتك کہ اس کے ساتھ مشترکہ جنگی مشقیں کیں اور یہ بات آج سب پر آشکار ہوچکی ہے_
بہر حال جو چیز علمائے اسلام کے اختیار میں ہے وہ یہ کہ ضمناً ان غلطیوں کے برے نتائج کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اور اس جانب متوجہ کرتے ہوئے کہ کوئي ملك یا اسلامی گروہ ، ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

10
اسلام دشمن طاغوتی طاقتوں کی ظالمانہ اور بے رحم سیاست سے امان میں نہیں رہے گا ،یہ کریں کہ جہاں تك ممکن ہو مذہبی مسائل کو شفاف بنائیں تا کہ دشمنوں کو زہر اگلنے اور انتہا پسند و متعصب گروہوں کو سوء ظن پیداکرنے کا موقع نہ مل سکے_
اس نکتہ کے پیش نظر ہم نے اس کتاب میں کہ جو قارئین محترم کے ہاتھ میں ہے، مسلمانوں کی صفوں کو تقویت پہنچانے کے لئے ایك جدید اور دلکش روش سے استفادہ کیاہے_ اس روش میں یہ مسئلہ مکمل طور پر روشن ہوجائیگا کہ مکتب اہل بیت (ع) کے پیروکاروں اور اہلسنت کے درمیان اہم اختلافی مسائل کی بنیاد خود انکی اپنی مشہور کتابیں ہیں اور ان مسائل میں شیعہ حضرات کے نظریات کی واضح اور روشن دلیلیں اہل سنت کی اپنی کتابوں میں موجود ہیں_ اہلسنت کے ایك آزاد فکر عالم دین کے بقول "شیعہ اپنے مذہب کے تمام اصول اور فروع کو ہماری کتب سے ثابت کرسکتے ہیں"_
اگر یہ بات ثابت ہوجائے ، کہ انشاء اللہ اس کتاب میں ثابت ہوجائیگي، تو پھر مکتب اہلبیت (ع) کے پیروکاروں کے عقائد کی نسبت کسی طرح کے تردد، مذمت یا شبہہ ایجاد کرنے کی گنجائشے باقی نہ رہے گي_بلکہ یہ بات یقینا منطقی اور منصف مزاج افراد سے سوء ظن کو برطرف کرنے اور مسلمانوں کی صفونمیں اتحاد پیدا کرنے نیز حسن ظن رکھنے کا باعث بنے گی اور ایران جو ایك قدرتمند اسلامی ملك ہے اسی طرح اسلام کے مدافع کے اعتبار سے باقی رہے گا ، اور اسی طرح تمام شیعیان جہان بھی _اب حضور والایہ آپ اور یہ ہماری دلیلیں !

شیعہ جواب دیتے ہیں

11
1

قرآن ھر قسم کی تحریف سے منزہ ہے

13

عدم تحریف قرآن:

شیعوں کے خلاف ہونے والے جھوٹے پروپیگنڈے کے برعکس ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ آج جو قرآن مجیدہمارے اور تمام مسلمانوں کے پاس ہے یہ بالکل وہی قرآن مجید ہے جو پیغمبر اکرم (ص) پر نازل ہوا اور اس میں حتی ایك لفظ کی بھی کمی و زیادتی نہیں ہوئي ہے _ ہم نے اس مسئلہ کو اپنی تفسیر ، اصول فقہ و غیرہ کی متعدد کتب میں وضاحت کے ساتھبیان کیا ہے اور عقلی و نقلی ادلّہ کے ذریعہ اسے ثابت کیا ہے _
ہم قائل ہیں کہ تمام مسلمان علماء اعم از شیعہ و سنی کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا ہے اور دونوں مذہب کے محققین کی اکثریت جو اتفاق کے قریب ہے اس بات کی قائل ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی بھی واقع نہیں ہوئي ہے _
دونوں طرف کے چند گنے چُنے افراد اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں کمی واقع ہوئي ہے جبکہ مشہور علماء اسلام ان کی اس بات کے طرفدار نہیں ہیں_

فریقین کی دو کتابیں:
ان گنتی کے چند علماء میں سے ایك اہل سنت عالم دین "ابن الخطیب مصري" ہیں جنہوننے "الفرقان فی تحریف القرآن"نامی کتاب لکھی جو 1948عیسوی بمطابق

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

14
(1367 ہجری قمري)میں نشرہوئي _ لیکن بروقت الازہر یونیورسٹی کے علماء اس کتاب کی طرف متوجہ ہوگئے اور انہوں نے،اس کتاب کے نسخوں کو جمع کرکے ضائع کردےالیکن اس کے چند نسخے غیر قانونی طور پر آس پاس کے لوگوں تك پہنچ گئے_
اسی طرح ایك کتاب (فصل الخطاب فی تحریف کتاب ربّ الا رباب) کے نام سے شیعہ محدث حاجی نوری کے توسط سے لکھی گئي جو 1291ہجری قمری میں شائع ہوئي_اس کتاب کے شائع ہوتے ہی حوزہ علمیہ نجف اشرف کے بزرگ علماء نے اس کتاب کے مطالب سے اظہار برائت کیا اور اس کتاب کی جمع آوری کا حکم دیدیا_اور اس کے بعد کئي کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں_جن میں سے چند ایك کے نام یہ ہیں_
1_نامور فقیہ مرحوم محمود بن ابی القاسم المعروف بہ معرب طہرانی (متوفی سال 1313ھ_ق) نے (کشف الارتیاب فی عدم تحریف الکتاب)نامی کتاب لکھی جو کتاب فصل الخطاب کا ردّ تھا_
2_مرحوم علامہ سید محمد حسین شہرستانی (متوفي1315ھ_ق)نے بھی ایك کتاب بنام (حفظ الکتاب الشریف عن شبہة القول بالتحریف)حاجی نوری کی کتاب فصل الخطاب کے جواب میں لکھی _
3_مرحوم علامہ بلاغی (متوفی 1352ھ_ق) حوزہ علمیہ نجف کے عظیم محقق نے بھی اپنی مشہور کتاب (تفسیر آلاء الرحمن)میں ایك قابل ملاحظہ باب ،فصل الخطاب کے رد میں لکھا ہے (1)
---

1) آلاء الرحمن ،جلد 1ص 25_

15 4_ہم نے بھی اپنی کتاب (انوار الاصول)میں عدم تحریف قرآن مجید کے بارے میں انتہائي مفصل بحث کی ہے اور فصل الخطاب کے شبہات کا دندان شکن جواب دیا ہے_
مرحوم حاجی نوری اگر چہ عالم دین تھے لیکن بقول علامہ بلاغی انہوں نے ضعیف روایات پر اعتماد کیا ہے اور مذکورہ کتاب شائع ہونے کے بعد خود بھی نادم و پشیمان ہوئے_اور حوزہ علیمہ نجف اشرف کے تمام بزرگ علماء نے اس اقدام کو واضح طور پر ایك غلطی قرار دیاہے_(1)
اور دلچسپ بات یہ ہے کہ کتاب فصل الخطاب کے شائع ہونے کے بعد ہر طرف سے حاجی نوری کی مخالفت کا ایسا عظیم طوفان اٹھا کہ وہ خود اپنے دفاع میں ایك رسالہ لکھنے پر مجبور ہوگئے جس میں انہوں نے لکھا کہ میری مراد عدم تحریف قرآن مجید تھی لوگوں نے میری تعبیرات سے سوء استفادہ کیا ہے_(2)
مرحوم علامہ سید ھبة الدین شہرستانی کہتے ہیں کہ میں اس وقت سامرا میں تھا اور میرزا شیرازی بزرگ نے اس وقت سامرا کو علم و دانش کا مرکز بنا دیا تھا _جس محفل میں بھی ہم جاتے ہر طرف سے حاجی نوری اور اُن کی کتاب کے خلاف صدائیں بلند ہوتی تھیں _اور بعض لوگ تو انتہائي نازیباالفاظ کے ساتھ انکو یا دکرتے تھے (3)
کیاانتی مخالفت کے با وجود بھی حاجی نوری کی باتوں کو شیعہ عقیدہ شمار کرنا چاہیے؟ بعض
---

1) آلاء الرحمن ،جلد 2 ص 311_
2) الذریعہ ، جلد 16ص 231_
3) برہان روشن،ص 143_

16
متعصب وہابی اس کتاب (فصل الخطاب)کو بہانہ بنا کر تحریف قرآن کے نظریہ کو شیعوں کی طرف نسبت دیتے ہیں حالانکہ :
1_ایك کتاب کی تالیف اس مسئلہ میں شیعہ عقیدہ پر دلیل بن سکتی ہے تو پھراس تحریف قرآن والے نظریہ کو علمائے اہل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سنت کی طرف بھی نسبت دینی چاہیے کیونکہ ابن الخطیب مصری نے بھی تو(الفرقان فی تفسیر القرآن)نامی کتاب لکھی تھی اور اگر جامعة الازہر کے علماء کی تردید اس کتاب کے مطالب کی نفی پر دلیل بن سکتی ہے تو علمائے نجف اشرف کا اظہار برائت بھی فصل الخطاب کے مفاہیم کی نفی پردلیل بن سکتاہے_

2_اہل سنت کی دو مشہور تفاسیر ، تفسیر قرطبي،اور تفسیر در المنثورمیں حضرت عائشےہ (زوجہ رسول(ص)) سے نقل کیا گیا ہے کہ :

(و انّہا _ای سورة الاحزاب (11) کانت ماتی آیة فلم یبق منہا الّا ثلاثٌ و سبعین) (1)

سورة الاحزاب کی 200 آیات تھیں اور اب 73 سے زیادہ باقی نہیں بچی ہیں

اس سے بڑھ کر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ایسی روایات نظر آتی ہیں جن سے تحریف کی بُو آتی ہے(2)

لیکن ہم ہر گز کسی ایك مصنف یا چند ضعیف روایات کی وجہ سے تحریف والے قول کو اہل سنت کی طرف نسبت نہیں دیتے ہیں_

اسی طرح انہیں بھی کسی ایك مصنف یا چند ضعیف روایات کی وجہ سے کہ جنکا جمہور علمائے

---

1) تفسیر قرطبي،جلد 14ص 113و تفسیر الدر المنثور ،جلد 5 ص 180_

2) صحیح بخاری ،جلد 8ص 208 تا 211و صحیح مسلم ،جلد 4، ص 167و جلد 5 ،ص 116_

17

شیعہ نے انکار کیا ہے ،اس قول تحریف کو شیعونکی طرف نسبت نہیں دینی چاہیے_

3_حاجی نوری کی کتاب فصل الخطاب میں عام طور پر ان تین راویوں سے احادیث لی گئي ہیں کہ جو یا تو فاسد المذہب ،یا کذّاب اورجھوٹے یا مجہول الحال ہیں _(احمد ابن محمد السیاری ،فاسد المذہب ،علی ابن احمد کوفي، کذّاب،اور ابی الجارود مجہول یا مردود)(1)

فرقہ و ارانہ دشمنی کی خاطر اسلام کی جڑوں کوکھوکھلانہ کیا جائے _

4_جن لوگوں کا اصرار ہے کہ مذہب شیعہ کو تحریف قرآن کے عقیدہ سے متہم کیا جائے ، گویا وہ اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہیں کہ فرقہ وارانہ خصومت کی خاطر وہ اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں _کیونکہ غیر مسلم لوگ کہیں گے کہ عدم تحریف کا عقیدہ مسلمانوں کے در میان مسلم اور متفقہ عقیدہ نہیں ہے _

کیونکہ ایك عظیم گروہ تحریف قرآن کا قائل ہے _ ہم ان بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ فرقہ واریت اور تعصب آمیز دشمنی کی خاطر قلب اسلام یعنی قرآن مجید کو نشانہ نہ بنائیں_آیئےسلام اور قرآن پر رحم کیجئے اور بے جا تحریف کی باتوں کو اُچھال کر دشمن کو موقع فراہم نہ کیجئے_

5_شیعوں کے خلاف یہ تہمت اور افترا اس قدر پھیل چکی ہے کہ ایك مرتبہ ہم عمرہ کی خاطر بیت اللہ مشرف ہوئے _ سعودی عرب کے وزیر مذہبی امور سے ہماری ملاقات ہوئي اس نے ہمارا پر تپاك استقبال کیا _لیکن کہنے لگا تمہارا قرآن ہمارے قرآن سے مختلف ہے (سمعت ان لکم مصحفا غیر مصحفنا)

---

1) ان تین راویوں کے مزید حالات کے لیے رجال نجاشي،فہرست شیخ اور دیگر رجالی کتب کی طرف مراجعہ کیا جائے _

18

میں نے جواب میں کہا ،اس بات کو آزمانا انتہائي آسان ہے _آپ خود ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے یا اپنا نمائندہ بھیج دیں(تمام اخراجات ہمارے ذمہ ہونگے)واپس تہران چلے چلتے ہیں_ قرآن مجید تمام مساجد اور گھروں میں موجود ہیں _تہرا ن میں ہزاروں مسجدیناور لاکھوں گھر ہیں _مسجد یا گھر کا انتخاب آپکے نمائندے کے اختیار میں ہوگا _وہ جس گھر کا انتخاب کرے گا ہم اُس دروازے پر دستك دیکر قرآن مجید طلب کریں گے اس وقت آپ دیکھ لینا کہ شیعوں کے گھروں میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

موجود قرآن مجيد، ديگر مسلمان ممالك كے قرآن مجيد كے ساتھ ايك لفظ كا بھى فرق نہيں ركھتا ہے _ آپ جيسے اعلى تعليم يافتہ لوگوں كو اس قسم كى جھوٹى افواہوں كا شكار نہيں ہونا چاہيے
6_ہمارے بہت سے قاري، انٹرنيشنل مقابلہ قرا ت ميناوّل نمبر پرآئے ہيں _ہمارے حافظ ، بالخصوص ہمارے كمسن حفاظ نے بہت سے اسلامى ممالك ميں تعجب خيز اور قابل تحسين قرآنى منظر پيش كيئے ہيں_ ہر سال ہزاروں كى تعداد ميں ہمارے حفّاظ اور قاريوں ميں اضافہ ہوتا ہے_ ہمارے وسيع و عريض ملك ميں جگہ جگہ حفظ ،قرا ت،تفسير قرآن كى كلاسيں اور علوم قرآن كے كالج و يونيورسٹياں موجود ہيں _ان تمام چيزوں كا اثبات ،نزديك سے مشاہدہ كے ذريعہ تمام لوگوں كے لئے آسان ہے _
ان تمام موارد ميں صرف اسى قرآن مجيد سے استفادہ كيا جاتا ہے جو تمام مسلمان ممالك ميں متداول ہے اور ہمارا كوئي بھى باشندہ اس معروف قرآن كے علاوہ كسى دوسرے قرآن كو نہيں پہچانتا ہے _ اور ہمارے ہاں كسى بھى مجلس يا محفل ميں تحريف قرآن كى بات نہينكى جاتى ہے_

عدم تحريف پر عقلى اور نقلى دليليں :

7_ہمارے عقيدہ كے مطابق بہت سے عقلى اور نقلى دلائل موجود ہيں جو قرآن مجيد كى عدم تحريف پر دلالت كرتے ہيں كيونكہ ايك تو خود قرآن مجيد فرماتا ہے : (انا نحن نزلنا الذكر و انا لہ لحافظون) (ہم نے قرآن مجيد كو نازل كيا اور اس كى حفاظت بھى ہمارے ذمہ ہے(1) ايك اور مقام پريوں ارشاد ہوتا ہے:
(و انہ لكتاب عزيز_لايا تيہ الباطل من بين يديہ و لا من خلفہ تنزيل من حكيم حميد_(2)
"يہ كتاب شكست ناپذير ہے _اس ميں باطل اصلا سرايت نہيں كر سكتا ہے نہ سامنے سے ا ور نہ پيچھے كى طرف سے كيونكہ يہ حكيم و حميد خدا كى طرف سے نازل ہوئي ہے "
كيا اس قسم كى كتاب جسكى حفاظت كى ذمہ دارى خود الله تعالى نے لى ہو اس ميں كوئي تحريف كرسكتا ہے ؟
اور ويسے بھى قرآن مجيد كوئي متروك اور بھلائي گئي كتاب نہيں تھى كہ كوئي اس ميں كمى يا زيادتى كرسكے _
كاتبان وحى كى تعدادچودہ سے ليكر تقريبا چار سو (400) تك نقل كى گئي ہے _جيسے ہى كوئي آيت نازل ہوتى يہ افراد فورا اسے لكھ ليتے تھے _ علاوہ بر اين سينكڑوں حافظ قرآن پيغمبر اكرم (ص) كے زمانہ ميں تھے جو آيت كے نازل ہوتے ہى اس كو حفظكر ليتے تھے اور قرآن مجيد كي
---

1) سور ةحجر آيت 9_
2) سورة فصلت آيت 41و 42_

تلاوت كرنا اس زمانے ميں انكى سب سے اہم عبادت شمار ہوتى تھى _ اور دن رات قرآن مجيد كى تلاوت كى جاتى تھى _ اس سے بڑھ كر قرآن مجيد، اسلام كا بنيادى قانون اور مسلمانوں كى زندگى كا آئين و اصول تھا اور زندگى كے ہر شعبے ميں قرآن مجيد حاضر و موجود تھا _
عقل يہ حكم لگاتى ہے كہ ايسى كتاب ميں تحريف اور كسى كمى اور زيادتى كا امكان نہيں ہے_
آئمہ معصومينسے جو روايات ہم تك پہنچى ہيں وہ بھى قرآن مجيد كى عدم تحريف اور تماميت پر تاكيد كرتى ہيں _
امير المومنين على _ ،نہج البلاغہ ميں واضح الفاظ ميں فرماتے ہيں ;
(انزل عليكم الكتاب تبيانا لكل شى و عمر فيكم نبيّہ ازمانا حتى اكمل لہ و لكم فيما انزل من كتاب، دينہ الذى رضى لنفسہ)(1)
(الله تعالى نے ايسا قرآن مجيد نازل كيا جو ہر شے كو بيان كرتا ہے پھراس نے اپنے پيغمبر (ص) كو اتنى عمر عطا فرمائي كہ وہ اپنے دين كوتمہارے ليے قرآن مجيد كے وسيلہ سے كامل كرديں _
نہج البلاغہ كے خطبوں ميں بہت سے مقامات پر قرآن مجيد كا تذكرہ ہوا ہے ليكن كہيں بھى قرآن مجيد كى تحريف سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

متعلق زرہ برابراشارہ نہیں ملتا بلکہ قرآن مجید کے کامل ہونے کو بیان کیا گیا ہے_
---

1) نہج البلا غہ خطبہ 86_

21 نویں امام حضرت امام محمد تقی _ اپنے ایك صحابی کو لوگوں کے حق سے منحرف ہو جانے کے بارے میں فرماتے ہیں _
(و کان من نبذہم الکتاب ان ا قامو حروفہ و حرفو حدودہٗ)(1)
بعض لوگوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا ہے ،وہ اس طرح کہ اس کے الفاظ کو انہوں نے حفظ کرلیا ہے اور اس کے مفاہیم میں تحریف کی ہے_
یہ اور اسکی مانند دیگر احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئي بلکہ اس کے معانی میں تحریف ہوئي ہے _ بعض لوگ اپنی خواہشات اور ذاتی منافع کی خاطر آیات کی خلاف واقع تفسیر و تو جیہ کرتے ہیں _یہانسے ایك اہم نکتہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر بعض روایات میں تحریف کی بات ہوئي بھی ہے تو اس سے تحریف معنوی اور تفسیر بالرائي مراد ہے نہ الفاظ و عبارات کی تحریف_
دوسری طرف سے بہت سی معتبر روایات جو ائمہ معصومینسے ہم تك پہنچی ہیں میں بیان کیا گیا ہے کہ روایات کے صحیح و ناصحیح ہونے کی تشخیص کے لئے بالخصوص جب انکے در میان ظاہراً تضاد و اختلاف پایا جارہاہو تو معیار ،قرآن مجید کے ساتھ تطبیق دینا ہے _ جو حدیث قرآن مجید کے مطابق ہو وہ صحیح ہے اس پر عمل کیا جائے اور جو حدیث قرآن مجید کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے _
---

1) کافی ،جلد8 ص 53_

22
(اعرضوا ہما علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوہ و ما خالف کتاب اللہ فردّوہ)(1)
یہ بالکل واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئي ہے_ کیونکہ اگر تحریف ہوجاتی تو قرآن مجید حق و باطل کی تشخیص کا معیار قرار نہیں پاسکتاتھا_
ان تمام ادلہ سے بڑھ کر مشہور حدیث "حدیث ثقلین" شیعہ و اہل سنت کتابوں میں کثرت کے ساتھ نقل ہوئي ہے (1) جس میں پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:
(انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلو)
میں تمہارے در میان دو یادگارگرانبہا چیزیں چھوڑ کر جارہاہوں ایك اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت ہے اگر ان دونوں سے تمسك رکھا تو ہر گز گمراہ نہیں ہوگے _
یہ پر مغز حدیث شریف بالکل واضح کررہی ہے کہ قرآن مجید ،عترت پیغمبر(ص) کے ساتھ قیامت تك لوگوں کی ہدایت کے لیے ایك انتہائي مطمئن پناہ گاہ ہے _ اب اگر قرآن مجید خود تحریف کا شکار ہو جا تا تو وہ کس طرح لوگوں کے لئے ایك مطمئن پناہ گاہ بن سکتا تھا اور انہیں ہر قسم کی گمراہی سے نجات دلا سکتا تھا_

اختتامیہ کلمات:
آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیك یہ گناہ کبیرہ ہے کہ کسی پر ایسی بات یا ایسے کام کی تہمت لگائي جائے جو اس نے نہ کہی ہو یا اُسے انجام نہ دیا ہو _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) وسائل الشیعہ ،جلد 18ص 80_

23
ہم نے ہر مقام پر کہا ہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے علماء و محققین میں سے کوئي بھی (خود انکی اپنی کتابوں کی گواہی کے مطابق) تحریف کا قائل نہیں تھا اور نہ ہے _لیکن پھر بھی بعض تعصب اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ اس تہمت پر اصرار کرتے ہیں _پتہ نہیں قیامت والے دن وہ کیا جواب دیں گے کیونکہ ایك طرف تو تہمت لگا رہے ہیں اور دوسری طر ف قرآن مجید کی اہمیت کو کم کررہے ہیں _
اگر آپ کا بہانہ وہ بعض ضعیف روایات ہیں جو ہماری کتابوں میں نقل ہوئي ہیں تو اس قسم کی ضعیف روایات آپ کی حدیث و تفسیر کی کتابوں میں بھی موجود ہیں_ جنکی طرف پہلے اشارہ کیاجاچکا ہے_
کوئي بھی مذہب ضعیف روایات کی بنا پر استوارنہیں ہوتا ہے _
اور ہم نے کبھی بھی ابن الخطیب مصری کی کتاب (الفرقان فی تحریف القرآن) کی خاطر یا آپ کی ان ضعیف روایات کی خاطر جو تحریف قرآن پر مشتمل ہیں آپ پر تحریف قرآن کی تہمت نہیں لگائي _ اور ہم کبھی بھی قرآن مجید کو تخریب کاری کرنے والے تعصّب کا شکار نہیں ہونے دیں گئے_
دن رات تحریف قرآن کی باتیں نہ کیجئے _ اسلام ،مسلمین اور قرآن مجید پر ظلم نہ کیجئے اور اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے بار بار تحریف قرآن کی رٹ لگا کر پوری دنیا کے مسلمانوں کے اصلی سرمائے یعنی قرآن مجید کے اعتبار کو کم نہ کیجئے _دشمن کو بہانہ فراہم نہ کیجئے _تم اگر اس طریقے سے شیعوں اور اہل بیت (ع) کے پیروکاروں سے انتقام لینا چاہتے ہو تو جان لوتم جہالت

24
اور نادانی سے اسلام کی بنیادوں کو کھو کھلا کررہے ہو_کیونکہ تم کہتے ہو کہ مسلمانوں کا ایك عظیم گروہ تحریف قرآن کا قائل ہے اور یہ قرآن مجید پر ظلم عظیم ہے _
آخر میں پھر ایك دفعہ صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ شیعہ اوراہل سنت کا کوئي محقق بھی تحریف قرآن کا قائل نہیں ہے بلکہ سب علما ء اس قرآن مجید کو جو پیغمبر (ص) اکرم پر نازل ہوا اور جو آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے ایك ہی سمجھتے ہیں _اور خود قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اُٹھایا ہے اور ہر قسم کی تحریف ،تبدیلی اور زوال سے اسے محفوظ رکھنے کی ضمانت دی ہے _
لیکن دونوں طرف سے بعض بے خبر، نا آگاہ متعصب قسم کے لوگ ،ایك دوسرے کی طرف تحریف کی نسبت دیتے ہیں اور اس مسئلے کو اختلاف کے عروج تك پہنچادیتے ہیں اللہ تعالی ان سب کو ہدایت فرمائے _(آمین)

شیعہ جواب دیتے ہیں

25
2

''تقیہ'' قرآن و سنت کے آئینہ میں

27 دوسرا مسئلہ جس پر ہمیشہ ہمارے متعصب مخالفین اور بہانہ تلاش کرنے والے افراد، مکتب اہلبیت کے پیروکاروں پر تشنیع کرتے ہیں ،"تقیہ"کا مسئلہ ہے _
وہ کہتے ہیں تم کیوں تقیہ کرتے ہو؟کیا تقیہ ایك قسم کا نفاق نہیں ہے ؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہ لوگ اس مسئلہ کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ گویا تقیہ کوئي حرام کام یا گناہ کبیرہ یا اس سے بھی بڑھ کر کوئي گناہ ہے _یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ قرآن مجید نے متعدد آیات میں تقیہ کو مخصوص شرائط کے ساتھ جائز شمار کیا ہے _اور خود انکے اپنے مصادر میں منقول روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں _اور اس سے بڑھ کر تقیہ (اپنی مخصوص شرائط کے ساتھ)ایك واضح عقلی فیصلہ ہے _خود ان کے بہت سے لوگوں نے اپنی ذاتی زندگی میں اس کا تجربہ کیا ہے اور اس پر عمل کرتے ہیں _
اس بات کی وضاحت کے لیے چند نکات کی طرف توجہ ضروری ہے _

1-تقیہ کیا ہے ؟
تقیہ یہ ہے کہ انسان اپنے مذہبی عقیدہ کو شدیداور متعصب مخالفین کے سامنے کہ جو اس کے لئے خطرہ ایجاد کرسکتے ہوں چھپا لے_ مثال کے طور پر اگر ایك موحّد مسلمان،ہٹ دھرم بت پرستوں کے چنگل میں پھنس جائے، اب اگر وہ اسلام اور توحید کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس کا خون بہا دیں گے یا اسے جان ،مال یا ناموس کے اعتبار سے شدید نقصان پہنچائیں گے _ اس

حالت میں مسلمان اپنے عقیدہ کو ان سے پنہاں کر لیتا ہے تا کہ انکے گزند سے امان میں رہے یا مثلا،اگر ایك شیعہ مسلمان کسی بیابان میں ایك ھٹ دھرم وہابی کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے جو شیعوں کا خون بہانا مباح سمجھتا ہے _ اس حالت میں وہ مومن اگر اپنی جان،مال اور ناموس کی حفاظت کے لئے اُس وہابی سے اپنا عقیدہ چھپا لیتا ہے تو ہر عاقل اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ایسی حالت میں یہ کام مکمل طور پر منطقی ہے اور عقل بھی یہاں یہی حکم لگاتی تھے _کیونکہ خواہ مخواہ اپنی جان کو متعصب لوگوں کی نذرنہیں کرنا چاہیئے

2_تقیہ اور نفاق کا فرق:
نفاق بالکلتقیہ کے مقابلے میں ہے_ منافق وہ ہوتا ہے جو باطن میں اسلامی قوانین پر عقیدہ نہ رکھتا ہو یا انکے بارے میں شك رکھتا ہو لیکن مسلمانوں کے در میان اسلام کا اظہار کر تا ہو_
جس تقیہ کے ہم قائل ہیں وہ یہ ہے کہ انسان باطن میں صحیح اسلامی عقیدہ رکھتا ہو، البتہ صرف ان شدت پسند وہابیوں کا پیروکارو نہیں ہے جو اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور انکے لیے کفر کا خط کھینچ دیتے ہیں اور انہیں دھمکیاندیتے ہیں_ جب بھی ایسا با ایمان شخص اپنی جان،مال یا ناموس کی حفاظت کے لئے اس متعصب ٹولے سے اپنا عقیدہ چھپا لے اس کو تقیہ کہتے ہیں اور اسکے مقابل والا نکتہ نفاق ہے_

3_تقیہ عقل کے ترازو میں :
تقیہ حقیقت میں ایك دفاعی ڈھال ہے_ اسی لیے ہماری روایات میں اسے (تُرس

المومن) یعنی (باایمان لوگوں کی ڈھال)کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے _کسی انسان کی عقل اجازت نہیں دیتی کہ انسان اپنے باطنی عقیدہ کا خطرناك اور غیر منطقی افراد کے سامنے اظہار کرے اور خواہ مخواہ اپنی جان، مال یا ناموس کو خطرے میں ڈالے _کیونکہ بلاوجہ طاقت اوروسائل کو ضائع کرنا کوئي عقلی کام نہیں ہے _
تقیہ:اس طریقہ کار کے مشابہہ ہے جسے تمام فوجی ،میدان جنگ میں استعمال کرتے ہیں اپنے آپ کو دختوں ،سرنگوں اور ریت کے ٹیلونکے پیچھے چھپا لیتے ہیں اور اپنا لباس درختوں کی شاخوں کے رنگ جیسا انتخاب کرتے ہیں تا کہ بلا وجہ ان کا خون ہدر نہ جائے _
دنیا کے تمام عقلاء اپنی جان کی حفاظت کے لئے سخت دشمن کے مقابلے میں تقیہ والی روش سے استفادہ کرتے ہیں_ کبھی بھی عقلائ، کسی کو ایسا طریقہ اپنا نے پر سرزنش نہیں کرینگے_آپ دنیا میں ایك انسان بھی ایسا نہیں ڈھونڈسکتے جو تقیہ کو اس کی شرائط کے ساتھ قبول نہ کرتاہو_

4_تقیہ کتاب الہی میں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قرآن مجید نے متعدد آیات میں تقیہ کو کفار اور مخالفین کے مقابلہ میں جائز قراردیا ہے _ مثال کے طور پر چند آیات پیشخدمت ہیں_
الف)آل فرعون کے مؤمن کی داستان میں یوں بیان ہوا ہے _
(و قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و قد جاء کم

30

بالبینات ...)(1)
آل فرعون میں سے ایك باایمان مرد نے کہ جو (موسی کی شریعت پر) اپنے ایمان کو چھپا تا تھا کہا: کیا تم ایسے مرد کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے اوروہ اپنے ساتھ واضح معجزات اور روشن دلائل رکھتا ہے_
پھر مزید مؤمن کہتا ہے (اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اگر جھوٹ کہتا ہے تو اسجھوٹ کا اثر اس کے دامن گیر ہوگا اور اگر سچ کہتا ہے تو ممکن ہے بعض عذاب کی جو دھمکیاں اس نے سنائي ہیں وہ تمہارے دامن گیر ہوجائیں)پس اس طریقے سے آل فرعون کے اس مومن نے تقیہ کی حالت میں (یعنی اپنے ایمان کو مخفی رکھتے ہوئے) اس ھٹ دھرم اور متعصب ٹولے کو کہ جو حضرت موسی (ع) کے قتل کے درپے تھا ضروری نصیحتیں کردیں _
ب)قرآن مجید کے ایك دوسرے صریح فرمان میں ہم یوں پڑھتے ہیں _
(لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون
المومنین و من یفعل ذلك فلیس من اللہ فی شئي الا ان تتقو منہم تقاۃً ___) (2)
مومنین کو نہیں چاہیے کہ کفار کو اپنا دوست بنائیں _ جو بھی ایسا کریگا وہ خدا سے بیگانہ ہے ہاں مگر یہ کہ تقیہ کے طور پر ایسا کیا جائے _
اس آیت میں دشمنان حق کی دوستی سے مکمل طور پر منع کیا گیا ہے مگر اس صورت میں اجازت ہے کہ جب ان کے ساتھ اظہار دوستی نہ کرنا مسلمان کی آزار و اذیت کا سبب بنے، اس وقت ایك دفاعی ڈھال کے طور پر ان کی دوستی سے تقیہ کی صورت میں فائدہ اٹھایا جائے_
---

1)سورہ غافر آیت 28_
2)سورہ آل عمران آیت 28_

31

ج) جناب عمار یاسر اور انکے ماں ،باپ کی داستان کو تمام مفسرین نے نقل کیا ہے _ یہ تینوناشخاص مشرکین عرب کے چنگل میں پھنس گئے تھے _اور مشرکین نے انہیں پیغمبر اکرم (ص) سے اظہار براء ت کرنے کوکہا _جناب عمار کے والدین نے اعلان لا تعلقی سے انکار کیا جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہوگئے _لیکن جناب عمار نے تقیہ کرتے ہوئے انکی مرضی کی بات کہہ دي_ اور اس کے بعد جب گریہ کرتے ہوئے پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں آئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئي _
(من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و
قلبہ مطمئن بالایمان ...)(1)
جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائیں ... انکے لئے شدید عذاب ہے مگر وہ لوگ جنہیں مجبور کیا جائے_
پیغمبر اکرم (ص) نے جناب عمار کے والدین کو شہداء میں شمار کیا اور جناب عمار یاسر کی آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور فرمایا تجھ پر کوئي گناہ نہیں ہے اگر پھر مشرکین تمہیں مجبور کریں تو انہی کلمات کا تکرار کرنا_تمام مسلمان مفسرین کا اس آیت کی شان نزول کے بارے میں اتفاق ہے کہ یہ آیت جناب عمار یاسر اور انکے والدین کے بارے میں نازل ہوئي اور بعد میں رسول خدا (ص) نے یہ جملات بھی ادا فرمائے_ تو اس اتفاق سے عیاں ہوجاتا ہے کہ سب مسلمان تقیہ کے جواز کے قائل ہیں_ ہاں یہ بات باعث تعجب ہے کہ قرآن مجید سے اتنی محکم ادلہ اور اہل سنت مفسرین کے اقوال کے با وجود شیعہ کو تقیہ کی خاطر مورد طعن قرار دیا جاتا ہے-_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) سورة النحل آیت 106_

جی ہاں نہ تو جناب عمار منافق تھے نہ ہی آل فرعون کا وہ مومن منافق تھا بلکہ تقیہ کے دستور الہی سے انہوں نے فائدہ اٹھایا_

5_تقیہ اسلامی روایات میں :

اسلامی روایات میں بھی تقیہ کاکثرت سے ذکر ملتا ہے_مثال کے طور پر مسند ابی شیبہ اہل سنت کی معروف مسند ہے _اس میں (مسیلمہ کذاب) کی داستان میں نقل ہوا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے رسو ل خدا (ص) کے دو اصحاب کو اپنے اثر و رسوخ والے علاقے میں گرفتار کرلیا اور دونوں سے سوال کیا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا نمائندہ ہوں؟ ایك نے گواہی دے کر اپنی جان بچالی اور دوسرے نے گواہی نہیں دی تو اسکی گردن اڑادی گئي_ جب یہ خبر رسول خدا (ص) تك پہنچی تو آپ(ص) نے فرمایا جو قتل ہو گیا اس نے صداقت کے راستے پر قدم اٹھایا اور دوسرے نے رخصت الہی کو قبول کرلیا اوراس پر کوئي گناہ نہیں ہے (1)

ائمہ اہل بیت کی احادیث میں بھی بالخصوص ان ائمہ کے کلمات میں کہ جو بنوعباس اور بنو اُمیّہ کی حکومت کے زمانہ میں زندگی بسر کرتے تھے اور اس دور میں جہاں کہیں محب علی ملتا اسے قتل کردیا جاتا تھا_تقیہ کا حکم کثرت سے ملتا ہے _ کیونکہ وہ مامور تھے کہ ظالم اور بے رحم دشمنوں سے اپنی جان بچانے کے لئے تقیہ کی ڈھالسے استفادہ کریں_

6_کیا تقیہ صرف کفار کے مقابلے میں ہے؟

ہمارے بعض مخالفین جب ان واضح آیات اور مندرجہ بالاروایات کا سامنا کرتے ہیں تو اسلام میں تقیہ کے جواز کو قبول کرنے کے علاوہ انکے پاس کوئي چارہ نہیں ہوتا_ اس وقت وہ

---

1) مسند ابی شیبہ ، ج12 ص 358_

یوں راہ فرار تلاش کرتے ہیں کہ تقیہ تو صرف کفار کے مقابلہ میں ہوتا ہے_ مسلمانوں کے مقابلے میں تقیہ جائز نہیں ہے _ حالانکہ مندرجہ بالا ادلہ کی روشنی میں بالکل واضح ہے کہ ان دو موارد میں کوئي فرق نہیں ہے_

1_ اگر تقیہ کا مفہوم متعصب اور خطرناك افراد کے مقابلے میں اپنی جان ،مال اور ناموس کی حفاظت کرنا ہے، اور حقیقت مینبھی یو نہی ہے، تو پھر نا آگاہ اور متعصب مسلمان اور کافرکے در میان کیا فرق ہے ؟ اگر عقل و خرد یہ حکم لگاتی ہے کہ ان امور کی حفاظت ضروری ہے اور انہیں بیہودہ طور پر ضائع کرنا مناسب نہیں ہے تو پھر ان دومقامات میں کیا فرق ہے_

دنیا میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جو انتہائي جہالت اور غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے کہتے ہیں کہ شیعہ کا خون بہانا قربت الہی کا ذریعہ بنتا ہے _ اب اگر کوئي مخلص شیعہ جو امیر المومنین _ کا حقیقی پیرو کار ہو اور اس جنایت کارٹولے کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے اور وہ اس سے پوچھیں کہ بتا تیرا مذہب کیا ہے ؟ اب اگر یہ شخص واضح بتادے کہ میں شیعہ ہوں تو یہ خواہ مخواہ اپنی گردن کو جہالت کی تلوار کے سپردکرنے کے علاوہ کوئي اور چیزہے؟ کوئي بھی صاحب عقل و خرد یہ حکم لگا سکتا ہے ؟

باالفاظ دیگر جو کام مشرکین عرب نے جناب عمار و یاسریا مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں نے دواصحاب رسول خدا کے ساتھ کیا اگر وہی کام بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء اور جاہل مسلمان، شیعوں کے ساتھ انجام دیں تو کیا ہم تقیہ کو حرام کہیں اور اہل بیتکے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مخلص پیروکاروں کی نابودی کے اسباب فراہم کریں صرف اس خاطر کہ یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حاکم بظاہر مسلمان تھے ؟
اگر ائمہ اہل بیتتقیہ کے مسئلہ پربہت زیادہ تاکید نہ کرتے یہانتك کہ فرمایا ہے

34
(تسعة اعشار الدين التقيہ) دس میں سے نو حصے دین تقیہ ہے _(1)
تو بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں شیعوں کے مقتولین کی تعداد شاید لاکھوں بلکہ کروڑوں تك پہنچ جاتی _ یعنی انکی بے رحمانہ اوروحشیانہ قتل و غارت دسیوں گنا زیادہ ہوجاتي_
آیا ان شرائط میں تقیہ کی مشروعیت کے بارے میں ذرہ برابر شك رہ جاتا ہے ؟ہم یہ بات فراموش نہیں کرسکتے کہ جب اہل سنت بھی سالہا سال مذہبی اختلافات کی خاطر ایك دوسرے سے تقیہ کرتے تھے _ من جملہ قرآن مجید کے حادث یا قدیم ہونے پر انکا شدید اختلاف تھا اور اس راہ میں بہت ساروں کا خون بہایا گیا (وہی نزاع کہ جو آج محققین کی نظر میں بالکل بیہودہ اوربے معنی نزاع ہے)کیا جو گروہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا اگر ان میں سے کوئي شخص مخالفین کے چنگل میں گرفتار ہوجاتا تو کیا اسے صراحت کے ساتھ کہہ دینا چاہیے کہ میرا یہ عقیدہ ہے چاہے اس کا خون بہہ جائے اور اس کے خون بہنے کا نہ کوئي فائدہ ہو اور نہ کوئي تاثیر؟
2_جناب فخر رازی اس آیت (الا ان تتقوا منہم تقاة)(2)کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آیت کا ظہور یہ ہے کہ تقیہ غالب کافروں کے مقابلے میں جائزہے (الا ان مذہب الشافعی _رض_ان الحالة بين المسلمين اذا شاكلت الحالة بين المسلمين و المشركين حلّت التقيہ محاماة على النفس) لیکن مذہب شافعی یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی کیفیت بھی ایك دوسرے کے ساتھ مسلمین و کفار جیسی ہوجائے تو اپنی جان کی حفاظت کے لئے تقیہ جائزہے _
---

1) بحارالانوار ، جلد 109، ص 254_
2) سورة آل عمران آية 28_

35
اس کے بعد حفظ مال کی خاطر تقیہ کے جواز پر دلیل پیش کرتے ہینکہ حدیث نبوی ہے (حرمة مال المسلم كحرمة دمہ) مسلمان کے مال کا احترام اس کے خون کی مانند ہے) اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے (من قتل دون مالہ فہو شہید) جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے ماراجائے وہ شہید ہے (1)_
تفسیر نیشاپوری میں کہ جو تفسیر طبری کے حاشیہ پر لکھی گئي ہے یوں بیان کیا گیا ہے کہ قال الامام الشافعی :
(تجوز التقيہ بين المسلمين كما تجوز بين الكافرين محاماة عن النفس) (2)
امام شافعی فرماتے ہیں کہ جان کی حفاظت کی خاطر مسلمانوں سے تقیہ کرنا بھی جائز ہے _ جس طرح کفار سے تقیہ کرنا جائز ہے _
3_دلچسب بات یہ ہے کہ بنی عباس کی خلافت کے دور میں بعض اہل سنت محدثین (قرآن مجید کے قدیم ہونے) پر عقیدہ رکھنے کیوجہ سے بنو عباس کے حکّام کی طرف سے دباؤ کا شکار ہوئے انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے اعتراف کرلیا کہ قرآن مجید حادث ہے اوراس طرح انہوںنے اپنی جان بچالی _
"ابن سعد" مشہور مورخ کتاب طبقات میناور طبری ایك اور مشہور مورخ اپنی تاریخ کی کتاب میں دو خطوط کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جو مامون کی طرف سے اسی مسئلہ کے بارے میں بغداد کے پولیس افسر (اسحق بن ابراہیم) کی طرف ارسال کیے گئے _
---

1) تفسير كبير فخر رازي، جلد 8 ص 13_
2) تفسیر نیشاپوری (تفسیر الطبری کے حاشیہ پر) جلد 3، ص 118_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

36
پہلے خط کے بارے میں ابن سعد یوں لکھتا ہے کہ مامون نے پولیس افسر کو لکھا کہ سات مشہور محدثین (محمد بن سعد کاتب واقدی _ابو مسلم_یحیی بن معین_زہیر بن حرب_ اسمعیل بن داوود_ اسمعیل بن ابی مسعود_ و احمد بن الدورقی) کو حفاظتی اقدامات کے ساتھ میری طرف بھیج دو_جب یہ افراد مامون کے پاس پہنچے تو اس نے ان سے آزمانے کے لیے سوال کیا کہ قرآن مجید کے بارے میں تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ تو سب نے جواب دیا کہ قرآن مجید مخلوق ہے (حالانکہ اس وقت محدثین کے درمیان مشہور نظریہ اس کے برعکس تھا یعنی قرآن مجید کے قدیم ہونے کے قائل تھے اور ان محدثین کا بھی یہی عقیدہ تھا (1) ہاں انہوں نے مامون کی سخت سزاؤں کے خوف سےتقیہ کیا اور قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا اعتراف کرلیا اور اپنی جان بچالی _مامون کے دوسرے خط کے بارے میں کہ جسے طبری نے نقل کیا ہے اور وہ بھی بغداد کے پولیس افسر کے نام تھایوں پڑھتے ہیں کہ جب مامون کا خط اس کے پاس پہنچاتو اس نے بعض محدثین کو کہ جنکی تعداد شاید 26چھبیس افراد تھی حاضر کیا اور مامون کا خط انکے سامنے پڑھا_پھر ہر ایك کو الگ الگ پکار کر قرآن مجید کے بارے میں اُسکا عقیدہ معلوم کیا_ ان میں سوائے چار افراد کے سب نے اعتراف کیا کہ قرآن مجید مخلوق ہے (اور تقیہ کرکے اپنی جان بچالی) جن چار افراد نے اعتراف نہیں کیا انکے نام یہ تھے احمد ابن حنبل ، سجادہ ، القواريري، اور محمد بن نوح _ پولیس انسپکٹر نے حکم دیا کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر زندان میں ڈال دیا جائے _ دوسرے دن دوبارہ ان چارونافراد کو بلایا اور قرآن مجید کے بارے میں اپنے سوال کا تکرار کیا _سجادۃ نے اعتراف کرلیا کہ قرآن مجید مخلوق ہے وہ آزاد ہو

---

1) طبقات ابن سعد، جلد 7،ص 167، چاپ بیروت_

37
گیا _ باقی تین نے مخالفت پر اصرار کیا ،انہیں دوبارہ زندان بھیج دیا گیا_ اگلے دن پھر ان تین افراد کو بلایا گیا اس مرتبہ (القواريري)نے اپنا بیان واپس لے لیا اور آزاد ہوگیا_لیکن احمد ابن حنبل اور محمد بن نوح اسی طرح اپنے عقیدہ پر مصّر رہے _ پولیس انسپکٹر نے انہیں (طرطوس) (1) شہر میں جلا وطن کردیا_
جب کچھ لوگوں نے ان تقیہ کرنے والوں پر اعتراض کیا تو انہوں نے کفار کے مقابلے میں جناب عمار یاسر کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا (2)ان موارد سے بالکل روشن ہوجاتا ہے کہ جس دقت انسان کسی چنگل میں گرفتار ہوجائے اور اس وقت ظالموں سے نجات پانے کا تنہا راستہ تقیہ ہوتو وہ یہ راستہ اختیار کر سکتا ہے خواہ یہ تقیہ کافر کے مقابلہ میں ہو یا مسلمان کے مقابلے میں ہو_

7) حرام تقیہ:
بعض موارد میں تقیہ حرام ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب ایك فرد یا گروہ کے تقیہ کرنے اور اپنا مذہبی عقیدہ چھپا نے سے اسلام کی بنیاد کو خطرہ لاحق ہوتا ہو یا مسلمانوں کو شدید نقصان ہو تا ہو_ اس وقت اپنے حقیقی عقیدہ کو ظاہر کرنا چاہیے، چاہے ان کے لئے خطرے کا باعث ہی کیوں نہ ہو _اور جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے (ولا تلقو بایدیکم الی التہلکۃ) یہ

---

1) یہ شام میں دریا کے کنارے ایك شہر ہے (معجم البلدان جلد4، ص 30)_
2) تاریخ طبری جلد 7، ص 197_

38
لوگ سخت خطاء سے دوچار ہیں کیونکہ اس کا لازمہ یہ ہے کہ میدان جہاد میں حاضر ہونا بھی حرام ہو حالانکہ کوئي بھی عاقل ایسی بات نہیں کرتا ہے _یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کے مقابلے میں امام حسین _ کا قیام یقینا ایك دینی فریضہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھا _ اسی لئے امام _ تقیہ کے طور پر بھی یزیدیوں اور بنو امیہ کے غاصب خلفاء کے ساتھ کسی قسم کی نرمی دکھانے پر راضی نہ ہوئے_ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے اسلام کی بنیاد کو شدید دھچکا لگے گا_ آپ (ع) کا قیام اور آپکی شہادت مسلمانوں کی بیداری اور اسلام کو جاہلیت کے چنگل سے نجات دلانے کا باعث نبي_

(مصلحت آمیز) تقیّہ:
یہ تقیہ کی ایك دوسری قسم ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایك مذہب والے ،مسلمانوں کی صفوں میں وحدت برقرار رکھنے کے لئے ان باتوں میں جن سے دین و مذہب کی بنیادکو کوئي نقصان نہیں پہنچتا، دوسرے تمام فرقوں کے ساتھ ہماہنگی اور یکجہتی کا ثبوت دیتے ہیں _ مثلا مکتب اہل بیتکے پیرو کار یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کپڑے اور قالین پر سجدہ نہیں ہوتااورپتھریا مٹی و غیرہ پر سجدہ کرنا ضروری ہے _اور پیغمبر اکرم (ص) کی اس مشہور حدیث (جعلت لی الارض مسجداً و طہورا)(1) "زمین کو میرے لئے محل سجدہ اور وسیلہ تیمّم قرار دیا گیا ہے " کو اپنی دلیل قرار دیتے ہیں اب اگر وہ وحدت برقرار رکھنے کیلئے دیگر مسلمانوں کی صفوں میں انکی مساجد مینیامسجد الحرام اور مسجد نبوی میں جب نماز پرھتے ہیں تو ناگزیر کپڑے پر سجدہ کرتے ہیں _ یہ کام جائز ہے اور ایسی نماز ہمارے عقیدہ کے مطابق
---

1)صحیح بخاری جلد 1 ص 91و سنن بیہقی ،جلد 2 ص 433(اور بھی بہت سی کتب میں یہ حدیث نقل ہوئي ہے)_

39 درست ہے اور اسے ہم مدارا کرنے والا (مصلحت آمیز)تقیہ کہتے ہیں _کیونکہ اس میں جان و مال کا خوف درکار نہیں ہے بلکہ اس میں تمام اسلامی فرقوں کے ساتھ مدارا کرنے اورحسن معاشرت کا عنوان در پیش ہے _تقیہ کی بحث کا ایك بزرگ عالم دین کے کلام کے ساتھ اختتام کرتے ہیں _
ایك شیعہ عالم دین کی مصر میں الازہر کے ایك بزرگ استاد سے ملاقات ہوئي اس نے شیعہ عالم کو سرزنش کرتے ہوئے کہا-میں نے سنا ہے تم لوگ تقیہ کرتے ہو؟ شیعہ عالم دین نے جواب میں کہا(لعن اللہ من حملنا علی التقیة) رحمت الہی سے دور ہوں وہ لوگ جنہوں نے ہمیں تقیہ پر مجبور کیا (1)
---

1) یعنی اگر دشمنوں کی طرف سے ہماری جان و مال کو خطرہ نہ ہوتا تو ہم کبھی بھی تقیہ نہ کرتے (مترجم)

شیعہ جواب دیتے ہیں

41
3

عدالت صحابہ

43
اس میں کوئي شك و شبہہ نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) کے اصحاب خصوصی امتیازات سے بہرہ مند تھے _ وحی الہی اور آیات کو پیغمبر اکرم(ص) کی زبان مبارك سے سنتے تھے_ آنحضرت(ص) کے معجزات کا مشاہدہ کرتے تھے _اور آپکی قیمتی باتوں کے ذریعے پرورش پاتے تھے آنحضرت (ص) کے عملی نمونوں اور اسوہ حسنہ سے بہرہ مند تھے _ اسی وجہ سے انکے در میان ایسی بزرگ اور ممتاز شخصیات نے تربیت پائي کہ جہان اسلام جنکے وجود پر فخر و مباہات کرتا ہے _ لیکن اہم مسئلہ یہ ہے کہ کہ کیا تمام اصحاب بغیر کسی استثناء کے مومن،صالح،سچے،درستکار اور عادل افراد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تھے یا ان کے در میان غیر صالح افراد بھی موجود تھے _

1_ دو متضاد عقیدے :
صحابہ کے بارے میں دو مختلف عقیدے موجود ہیں : پہلا عقیدہ یہ کہ تمام اصحاب بغیر کسی استثناء کے پاکیزگی و طہارت کے نور سے منور ہیں اور سب ہی صالح، عادل ، باتقوی اور صادق تھے _ اسی وجہ سے ان میں سے جو بھی پیغمبر اکرم(ص) سے حدیث نقل کرے صحیح اور قابل قبول ہے _ اور ان پر کوئي چھوٹا سا اعتراض بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اور اگر ان سے غلط کام سرزد ہوجائے تو ان کی توجیہ کرنا چاہیئے_یہ اہل سنت کے اکثر گروہونکا عقیدہ ہے _

44
دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر چہ ان کے در میان باشخصیت،فداکار،پاك اور باتقوی افراد موجود تھے لیکن منافق اور غیر صالح افراد بھی موجود تھے _اور قرآن مجید اور پیغمبر اکرم (ص) نے ان سے اظہار بیزاری کیا ہے _
با الفاظ دیگر اچھے اور برے کی تشخیص کا جو معیار ہر جگہ استعمال ہوتا ہے وہی معیار ہم یہاں بھی جاری کریں گے _
ہاں چونکہ یہ پیغمبر اکرم(ص) کے اصحاب تھے اس لئے ان کے بارے میں ہمارا اصلی و بنیادی نظریہ یہ ہوگا کہ یہ نیك و پاك افراد ہیں ،لیکن اس کے با وجود ہم حقائق سے ہرگز چشم پوشی نہیں کریں گے _اور عدالت و صدق سے منافی اعمال کے صدورپر غض بصر نہیں کریں گے _چونکہ یہ کام ،اسلام اور مسلمین پر ایك کاری ضرب لگا تا ہے اور اسلام کی چار دیواری میں منافقین کے داخلہ کا سبب بنتا ہے_
مذہب شیعہ اور اہلسنت کے روشن فکر علماء کے ایك گروہ نے اس عقیدہ کا انتخاب کیا ہے_

2_تنزیہ کے سلسلہ میں شدّت پسندي:
تنزیہ صحابہ والے نظریہ کے طرفداروں کے ایگ گروہ نے اتنی شدت اختیار کی ہے کہ جو بھی اصحاب پر تنقید کر دے اسے فاسق اورکبھی ملحد اور زندیق شمار کرتا ہے اور یا اس کا خون بہانا مُباح سمجھتا ہے_
من جملہ ابو زرعہ رازی کی کتاب " الاصابۃ" میں یونملتا ہے:" اگر دیکھو کوئي شخص اصحاب پیغمبر(ص) میں سے کسی پر تنقید کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے_ یہ فتوی اس لئے ہے چونکہ رسولخدا(ص) حق اور قرآن حق ہے اور جو کچھ پیغمبر پر نازل ہوا حق ہے اور ان تمام چیزوں کو

45
صحابہ نے ہم تك پہنچایا ہے اور یہ (مخالفین) چاہتے ہیں ہمارے شہود (گواہوں) کو بے اعتبار کردیں تا کہ کتاب و سنت ہاتھ سے چلی جائے"(1)
" عبداللہ موصلی " اپنی کتاب " حتی لا ننخدع " میں یوں رقمطراز ہیں" یہ اصحاب ایسا گروہ ہے جنہیں اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر(ص) کی ہم نشینی اور دین و شریعت کے قوام کے لیے چُن لیا ہے_ اور انہیں پیغمبر(ص) کا وزیر قرار دیا ہے_ انکی محبت کو دین و ایمان اور انکے بُغض کو کفر و نفاق شمار کیا ہے اور امت پر واجب کیا ہے کہ ان سب کو دوست رکھیں اور ہمیشہ انکی خوبیاں اور فضائل بیان کریں اور انکی آپس میں جو جنگیں اور جھگڑے ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کریں" (2)
عنقریب روشن ہو جائیگا کہ یہ بات قرآن و سنت کے خلاف ہے_

3_ لا جواب سوالات:
ہر عقلمند اور منصف مزاج انسان جو ہر بات کو بغیر دلیل اور آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کرتا اپنے آپ سے یہ سوالات کرتا ہے_
اللہ تعالی قرآن مجید میں ازواج پیغمبر(ص) کے بارے میں یوں فرماتا ہے کہ:
" یَانسایَ النّبی مَن یَات منکُنَّ بفاحشۃ: مبیّنۃ: یُضاعَفُ لَہَا العذابُ ضعفَین و کانَ ذلك علی اللہ یسیراً" (3)
---

1) الاصابہ ، جلد 1، ص 17_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) حتی لاتنخدع ، ص 2_
3)سورہ احزاب، آیت 30_

اے ازواج رسول(ص) تم میں سے جس نے بھی کھلم کھلا گناہ کیا اس کی سزا دو برابر ہوگی اور یہ بات اللہ تعالی کے لیے انتہائي آسان ہے_
ہم صحابہ کی جو بھی تفسیر کریں (عنقریب اصحاب کی مختلف تعریفیں بیان ہونگي) بلاشك ازواج نبي(ص) اصحاب کا روشن ترین مصداق ہیں_
قرآن مجید کہتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ انکے گناہوں سے چشم پوشی نہیں کی جائے گی بلکہ انکی سزا دوبرابر ہوگي_
کیا ہم اس آیت پریا نظریہ تنزیہ کے طرفداروں کی بلا مشروط حمایت پریقین رکھیں؟
نیز قرآن مجید ،شیخ الانبیاء حضرت نوح _ کے فرزند کے بارے میں اس کی غلطیوں کی وجہ سے یوں فرماتا ہے " إنّہ عملٌ غیرُ صالح:" وہ غیر صالح عمل ہے _(1)
اور جناب نوح (ع) کو خبردار کیا گیا کہ اس کی شفاعت نہ کریں
کیا ایك نبي(ع) کا فرزند اہم ہوتا ہے یا اس کے اصحاب و اعوان؟
حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کے بارے میں قرآن مجید یوں کہتا ہے:
" وَ فَخَانَتاہُما فلم یُغنیَا عنہما من اللہ شَیئاً و قیلَ ادخُلا النّارَ مع الدَّاخلین"(2)
ان دو نے اپنے شوہروں (نوح (ع) اور لوط(ع)) کے ساتھ خیانت کی (اور دشمنوں کا ساتھ دیا) اور وہ دو پیغمبر انکی شفاعت نہ کر سکے اور ان دونوں کو حکم دیا گیا کہ دوزخیوں کے ساتھ آگ میں داخل ہوجاؤ_
---

1) سورۃ ہود آیت 46_
2)سورۃ تحریم آیت 10_

47 کیا یہ آیات صراحت کے ساتھ بیان نہیں کر رہیں کہ افراد کی خوبی اور بدی کا معیار انکا اپنا ایمان اور عمل ہے_ حتی کہ اگر بُرے اعمال ہوں تو نبي(ع) کی بیوی یا بیٹا ہونا بھی جہنم میں جانے سے نہیں روك سکتا_
اس کے باوجود کیا صحیح ہے کہ ہم آنکھیں بند کرلیں اور کہیں کہ فلاں شخص چونکہ کچھ عرصہ کے لیئے بنی (ص) کا صحابی رہا ہے لہذا اس کی محبت دین و ایمان اور اس کی مخالفت کفر و نفاق ہے_ چاہے وہ صحابی بعد میں منافقین کی صف میں داخل ہوگیا ہو اور اس نے نبی اکرم(ص) کا دل دکھایا ہو اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی ہو_ کیا عقل و خرد اس بات کو قبول کرتی ہے؟
اگر کوئي کہے کہ طلحہ و زبیر ابتدائے اسلام میں اچھے انسان تھے لیکن جس وقت حکومت کی ہوس اُن پر سوار ہوئي تو انہوں نے زوجہ رسول(ص) (حضرت عائشہ) کواپنے ساتھ لیا اور حضرت علي(ع) کے ساتھ اپنی بیعت و پیمان توڑ ڈالی حالانکہ تقریبا تمام مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھي_ پھر انہوں نے جنگ جمل کی آتش کو بھڑ کایا اور اس طرح سترہ ہزار مسلمان اس جنگ کا لقمہ بن گئے_ پس یہ لوگ راہ راست سے منحرف ہوگئے تھے اور اس عظیم تعداد کا خون انکی گردن پر ہے اور قیامت کے دن یہ جوابدہ ہونگے_

کیا یہ بات حقیقت کے خلاف ہے؟
یا اگر کوئي کہے چونکہ معاویہ نے حضرت علی (ع) کی بیعت کی خلاف ورزی کی اور جس خلافت کو تمام مسلمانوں نے قبول کر لیا تھا تو اس نے انکار کیا اور جنگ صفین کی آگ بھڑکائي جس میں ایك لاکھ سے زیادہ مسلمان لقمہ اجل بن گئے_ لہذا معاویہ سمتگر آدمی تھا_ کیا یہ بات نا حق ہے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیا تاریخ کے ان تلخ حقائق سے چشم پوشی کی جاسکتی ہیں_ یا ان غلط توجیہات کی خاطر کہ جنہیں کوئي بھی عقلمند آدمی قبول نہیں کرتا ان نہایت افسوس ناك حوادث سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے؟ کیا " عبداللہ موصلی کے بقول ایسے افراد کی محبت، دین و ایمان ہے اور انکا بغض کفر و نفاق ہے؟
کیا ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ان غلط کاموں کے سامنے جو ہزاروں مسلمانوں کے قتل کے موجب بنے ہیں سکوت اختیار کریں؟ کونسی عقل یہ حکم لگاتی ہے؟ قرآن مجید کہتا ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) کے گرد جمع ہونے والوں میں منافق لوگ بھی تھے کیا ان آیات قرآن سے چشم پوشی کرلیں؟
قرآن مجید یوں فرماتا ہے :
" و ممَّن حَولَکم من الأعراب مُنافقُونَ و من أہل المدینة مَرَدُوا علی النّفاق لا تَعلَمُہُم نَحنُ نَعلَمُہُم ..."(1)
کیا آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس قسم کی منطق کو دنیا کے عقلمند انسان قبول کرلیں؟

4: صحابہ کون ہیں؟
اس مقام پر ایك اور اہم نکتہ مفہوم " صحابہ" ہے_
صحابہ کہ جن کے بارے میں طہارت و پاکیزگی کی بات کی جاتی ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں _اس سلسلہ میں علمائے اہل سنت کی جانب سے مکمل طور پر مختلف تعریفیں بیان کی گئي ہیں_
---

1)سورہ توبہ آیت 101_

1_ بعض نے تو اس کے مفہوم کو بہت وسیع کردیا ہے _وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے جس نے بھی آنحضرت (ص) کو دیکھا ہے وہ آپ (ص) کاصحابی ہے
اسی تعبیر کو " بخاري" نے ذکر کیا ہے وہ یوں لکھتے ہیں " من صَحَبَ رسولُ اللہ او رآہ من المسلمین فہو من أصحابہ"
اہل سنت کے معروف عالم جناب احمد بن حنبل نے بھی صحابی کے مفہوم کو بہت وسیع بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں "أصحابُ رسول اللہ کلُّ منَ صَحَبہ ، شَہراً أو یَوماً أو سَاعَةً أو رَآہ"
"رسولخدا(ص) کا صحابی وہ ہے کہ جس نے رسولخدا(ص) کی صحبت اختیار کی ہو چاہے ایك ماہ ایك دن یا حتی ایك گھنٹے کیلئے بھی بلکہ اگر کسی نے آنحضرت(ص) کی زیارت کی ہو وہ بھی صحابی ہے"
2_ بعض علماء نے صحابی کی تعریف کو محدود انداز میں پیش کیا ہے مثلا " قاضی ابوبکر محمد ابن الطیّب" لکھتے ہیں کہ اگرچہ صحابی کا لغوی معنی عام ہے لیکن اُمت کے عرف عام میں اس اصطلاح کا اطلاق صرف اُن افراد پرہوتا ہے جو کافی عرصہ تك آنحضرت(ص) کی صحبت میں رہے ہوننہ ان لوگوں پرکہ جو صرف ایك گھنٹہ کی محفل میں بیٹھاہو یا آپ(ص) کے ساتھ چند قدم تك چلا ہو یا اُس نے ایك آدھ حدیث آنحضرت(ص) سے سُن لی ہو"_
3_ بعض علماء نے صحابی کی تعریف کا دائرہ اس سے بھی زیادہ تنگ کردیا ہے جیسے" سعید بن المسیّب" لکھتے ہیں کہ " پیغمبر (ص) کا صحابی وہ ہے جو کم از کم ایك یا دو سال آنحضرت(ص) کے ساتھ رہا ہو اور ایك یا دو غزووں میں اس نے آنحضرت(ص) کے ساتھ شرکت کی ہو"(1)
---

1) تفسیر قرطبي، جلد 8، ص 237_

ان تعاریف اور دیگر تعریفوں میں کہ جنہیں طوالت کے خوف کیوجہ سے ذکر نہیں کیا جا رہا ہے مشخّص نہیں ہے کہ اس قداست کے دائرے میں آنے والے افراد کون سے ہیں_ اکثر علماء نے اسی وسیع معنی کو اختیار کیا ہے_اگرچہ ہماری مدّ نظر ابحاث میں ان تعریفوں کے اختلاف سے زیادہ فرق نہیں پڑتا ہے_ جیسا کہ عنقریب روشن ہوجائیگا کہ سیرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رسول(ص) کی خلاف ورزی کرنیوالے اکثروہ افراد ہیں جو کافی عرصہ تك آپ(ص) کے ہمنشین رہے ہیں_

5:"عقیدہ تنزیہ کا اصلی سبب"
اس کے باجود کہ اصحاب کی اس حد تك پاکیزگی کا عقیدہ رکھنا کہ جو بعض لحاظ سے عصمت کے مشابہ ہے نہ تو قرآن مجید میں اس کا حکم آیا ہے نہ احادیث میں بلکہ قرآن ، سنت اور تاریخ سے اس کے برعکس مطلب ثابت ہے حتی کہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلی صدی میں اس قسم کا کوئي عقیدہ موجود نہیں تھا_ تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ بعد والی صدیوں میں یہ مسئلہ کیوں اور کس د لیل کی بناپرپیش کیا گیاہے؟
ہمارے خیال کے مطابق اس عقیدہ کے انتخاب کی چند وجوہات تھیں
1_ اگر کمال حُسن ظن سے کام لیا جائے تو ایك وجہ تو یہی ہے جسے سابقہ ابحاث میں ذکر کیا گیا ہے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام کا تقدس پائمال ہوجائے تو انکے اور پیغمبر(ص) کے درمیان حلقہ اتصال ٹوٹ جائے گا_کیونکہ قرآن مجید اور پیغمبر اکرم(ص) کی سنت انکے واسطہ سے ہم تك پہنچی ہے_
لیکن اس بات کا جواب بالکل واضح ہے کیونکہ کوئي بھی مسلمان معاذ اللہ تمام اصحاب کو غلط اور کاذب نہیں کہتا ہے کیونکہ انکے درمیان ثقہ اور مورد اطمینان افراد کثرت کے ساتھ

51
تھے،وہی بااعتماد افراد ہمارے اور پیغمبر اکرم(ص) کے درمیان حلقہ اتصال بن سکتے ہیں_ جس طرح ہم شیعہ، اہلبیت(ع) کے اصحاب کے بارے میں یہی نظریہ رکھتے ہیں_
دلچسپ بات یہ ہے کہ بعد والی صدیوں میں بھی یہی مشکل موجود ہے کیونکہ آج ہم کئي واسطوں کے ذریعے اپنے آپ کو زمانہ پیغمبر(ص) کے ساتھ متّصل کرتے ہیں_ لیکن کسی نے دعوی نہیں کیا کہ یہ تمام واسطے ،ثقہ اور صادق ہیں اور ہر صدی کے لوگ بڑے مقدس تھے اور اگر ایسا نہ ہوتو ہمارا دین متزلزل ہوجائیگا_
بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ روایات کو ثقہ اور عادل افراد سے اخذ کرنا چاہیئے_
علم رجال کی کتب تحریر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ثقہ کو غیر ثقہ سے ممتاز کیا جاسکے_
تواب کیا مشکل ہے کہ اصحاب کرام کے بارے میں بھی ہم وہیطریقہ عمل اختیار کریں جو ان سے بعد والوں کے بارے میں اختیار کرتے ہیں؟
2: بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کے بارے میں "جرح" یعنی انکے نقائص بیان کرنے اور ان پر تنقید کرنے سے پیغمبر اسلام(ص) کے مقام و منزلت میں کمی واقع ہوتی ہے_ اس لیے اصحاب پر تنقید جائز نہیں ہے_
جو لوگ اس دلیل کا سہارا لیتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید نے پیغمبر(ص) کے گرد جمع ہونے والے منافقین پر شدید ترین حملے نہیں کیے ہیں؟ کیا آنحضرت(ص) کے خالص اور صادق اصحاب کے درمیان منافقین کی موجودگی کی وجہ سے آپ(ص) کی شان میں کمی واقع ہوئي ہے؟ ہرگزایسا نہیں ہے
خلاصہ یہ کہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں حتی تمام انبیاء کے زمانوں میں اچھے اور بُرے افراد

52
موجود تھے_ اور انبیاء کے مقام و منزلت پر اس سے کوئي فرق نہیں پڑتا تھا_
3_ اگر اصحاب کے اعمال پر جرح و تنقید کا سلسلہ شروع ہوجائے تو بعض خلفاء راشدین کی شخصیت پر حرف آتا ہے_اس لئے ان کے تقدس کی حفاظت کیلئے صحابہ کی قداست پر تاکید کرنا چاہئے تا کہ کوئي شخص مثلا حضرت عثمان کے اُن کاموں پر اعتراض نہ کرے جو بیت المال کے بارے میں اور اس کے علاوہ ان کے دور حکومت میں وقوع پذیر ہوئے اور یہ نہ کہے کہ انہوں نے ایسا کیونکیا_
یہانتك کہ اس قداست کے قالب میں معاویہ اور اس کے اقدامات ;جیسے کہ اس نے خلیفہ رسول(ص) حضرت علی _ کی مخالفت کی اور اُن کے ساتھ جنگیں کیں اور مسلمانوں کے قتل عام کا موجب بنا;کی توجیہ کی جاسکے، اور اس ہتھیار کے ذریعے ایسے افراد کو تنقید سے بچایا جاسکے_ البتہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قداست والے مسئلہ کی بنیاد ابتدائي صدیوں کے سیاستدانوں نے رکھي_ جسطرح انہوں نے کلمہ " اولی الامر" کی تفسیر، "حاکم وقت" کی تا کہ بنو امیہ اور بنو عباس کے ظالم حکام کی اطاعت کو بھی ثابت کیا جاسکے نیز یہ حکام کا سیاسی پروگرام اور لائحہ عمل تھا_ ہمارا یہ خیال ہے کہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ایسی باتوں سے ان کا مقصدسب صحابہ کو بچانا نہ تھا بلکہ اپنے مورد نظر افراد کی حمایت مقصود تھي_
4_ بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصحاب کے تقدس کا عقیدہ قرآن مجید اور سنت نبوي(ص) کے فرمان کے مطابق ہے کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات اوربعض احادیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے_
اگرچہ یہ بہترین توجیہ ہے لیکن جب ہم ادّلہ کی تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات و روایات میں جس چیز کو وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں موجود نہیں ہے_سب سے اہم آیت

53

جس کو دلیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیت ہے:
" و السابقون الاوّلون من المُہاجرینَ و الأنصار وَ الَّذین اتّبعُوہُم إےحسان رَضی اللہ عنہم و رَضُو عنہ و أعَدَّ لہم جَنّات: تَجری تَحتہَا الأنہارُ خالدین فیہا أبداً ذلك الفَوزُ العظیم" (1)
مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ انکی پیروی کی اللہ تعالی ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں اور اللہ تعالی نے انکے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے _
اہلسنت کے بہت سے مفسّرین نے اس آیت کے ذیل میں (بعض صحابہ اور پیغمبر(ص) اکرم سے حدیث) نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ " جمیع أصحاب رسول اللہ فی الجنّة مُحسنہم ومُسیئہم" اس حدیث میں مذکورہ بالا آیت سے استناد کیا گیا ہے_ (2)
دلچسپ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت کہتی ہے کہ تابعین اس صورت میں اہل نجات ہیں جب نیکیوں میں صحابہ کی پیروی کریں (نہ برائیوں میں) اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کے لیے بہشت کی ضمانت دی گئي ہے _کیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ گناہوں میں آزاد ہیں؟
جو پیغمبر(ص) ، لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے آیا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو استثناء کر دے اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرے_ حالانکہ قرآن مجید ،ازواج رسول(ص) کے بارے میں فرماتا ہے کہ جو سب سے نزدیك صحابیہ تھیں، اگر تم نے گناہ کیا تو تمہاری سزا دو
---

1) سورة توبہ آیت 100_
2) تفسیر کبیر فخر رازی و تفسیر المنار ذیل آیت مذکورہ_

54

برابر ہے_(1)
قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اگر اس آیت میں کسی قسم کا ابہام بھی ہو تو اسے سورة فتح کی آیت نمبر 29 رفع کر دیتی ہے کیونکہ یہ آیت پیغمبر اکرم(ص) کے سچّے اصحاب کی صفات بیان کر رہی ہے_
"أشدَّاء عَلی الکفّار رُحَمَاءُ بَینَہُم تراہُم رُکَّعاً سُجَّداً یَبتَغُونَ فَضلاً منَ اللہ و رضوَاناً سیمَاہُم فی وُجُوہہم من أثَر السُجُود"
یہ لوگ کفار کے مقابلے میں شدید اور زبردست ہیں اور آپس میں مہربان ہیں انہیں ہمیشہ رکوع و سجود کی حالت میں دیکھو گے اس حال میں کہ مسلسل فضل و رضائے خدا کو طلب کرتے ہیں_ سجدہ کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں"_
جنہوں نے جمل و صفّین جیسی جنگوں کی آگ بھڑکائي اور امام وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اورہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا_ کیا وہ ان سات صفات کے مصداق تھے؟ کیا وہ آپس میں مہربان تھے؟ کیا انکے عمل کی شدت کفار کے مقابلے میں تھی یا مسلمانوں کے مقابلے میں؟
اللہ تعالی نے اسی آیت کے ذیل میں ایك جملہ ارشاد فرمایا ہے جو مقصود کو مزید روشن کرتا ہے
"وَعَدَ اللہ الّذین آمَنُو و عَملُو الصّالحات منہم مَغفرَةً و أجراً عَظیماً"(2)
اللہ تعالی نے (ان اصحاب میں سے) جو ایمان لائے اور اعمال صالح انجام دیتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) سورہ احزاب آیہ 30_
2) سورہ فتح آیہ 29_

55 رہے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ دیا ہے_
پس واضح ہوگیا کہ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو با ایمان اور اعمال صالح انجام دیتے ہیں_ جن لوگوں نے جنگ جمل میں مسلمانوں کو قتل کیا اور اس جیسی جنگوں کو بھڑکایا اور حضرت عثمان کے دور میں بیت المال کو ہڑپ کیا وہ کیا اعمال صالح انجام دینے والے تھے؟
قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے اولوالعزم پیغمبروں کا ایك ترك اولی کی خاطر مؤاخذہ کیاہے _ حضرت آدم(ع) کو ایك ترك اولی کی خاطر بہشت سے نکال دیا_ حضرت یونس (ع) کو ایك ترك اولی کی خاطر ایك عرصہ مچھلی کے پیٹ میں ،تین اندھیروں مینبند رکھا_
حضرت نوح (ع) کو اپنے گناہ گار بیٹے کی سفارش پر تنبیہ فرمائي_تو اب کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے کہ اصحاب پیغمبر(ص) اس قانون سے مستثنی ہوں_

6_ کیا تمام اصحاب بغیر استثناء کے عادل تھے؟:
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اکثر برادران اہلسنت اسی بات کے قائل ہیں کہ تمام صحابہ یعني
جو پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے میں تھے یا جنہوں نے آپ(ص) کے زمانے کو پویا اور کچھ عرصہ تك آپ(ص) کے ساتھ رہے ہیں بغیر کسی استثناء کے مقام عدالت پر فائز تھے اور قرآن مجید اسی بات کی گواہی دیتا ہے_
مقام افسوس یہ ہے کہ ان بھائیوں نےقرآن کی کچھ اُن آیات کو جو ان کے نفع میں تھیں قبول کر لیا ہے لیکن دوسری آیات سے انہوں نے چشم پوشی کی ہے اُن آیات سے جن میں اس

56
بات سے استثناء موجود ہے (جیسا کہ واضح ہے کہ ہر عموم کے لئے عام طور پر استثناء موجود ہوتا ہے)_
ہم عرض کریں گے:
کہ یہ کیسی عدالت ہے جس کے خلاف قرآن مجید نے بارہا گواہی دی ہے _ من جملہ سورۃ آل عمران کی آیت 155 میں یوں بیان ہوا ہے_
" انّ الّذین تَوَلّوا منکُم یَومَ التقیَ الجَمعَان انّما إستَزَلَّهُم الشَیطانُ ببَعض مَا کَسَبُوا وَ لَقَد عَفاَ الله عنهم إنّ الله غفورٌ حَلیم"
اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جنگ اُحد کے دن فرار کر گئے اور پیغمبر اکرم(ص) کو دشمن کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ گئے تھے_ آیت فرماتی ہے " جو لوگ دو لشکروں کے روبرو ہونے والے دن (یعنی جنگ احد میں) فرار کر گئے تھے_ شیطان نے انہیں انکے بعض گناہوں کی وجہ سے بہکا لیا اللہ تعالی نے انہیں معاف کردیا چونکہ اللہ تعالی بخشنے والا اور بردبار ہے"_
اس آیت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ اُس دن ایك گروہ فرار کر گیا تھا اور تاریخ میں اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ذکر کی گئي ہے اور دلچسپ یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے شیطان نے ان پر غلبہ کیا اور یہ غلبہ انکے اُن گناہوں کی وجہ سے تھا جس کے وہ پہلے مرتکب ہوچکے تھے_ اس سے پتہ چلا کہ سابقہ گناہ ایك بڑے گناہ یعنی غزوہ سے فرار اور میدان اور دشمنسے پشت کرکے فرار کرنے کا موجب بنے_ اگرچہ آیت کا ذیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں بخش دیا_

57
یہ بخشش پروردگارپیغمبر اکرم(ص) کی وجہ سے تھي_
اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عادل تھے اور انہوں نے گناہ نہیں کیا_ بلکہ صراحت کے ساتھ قرآن مجید فرما رہا ہے کہ انہوں نے متعدّد گناہ کیئے_
یہ کیسی عدالت ہے کہ اللہ تعالی قرآن مجید میں سورۃ حجرات کی آیۃ نمبر 6 میں بعض کو فاسق کے عنوان سے یاد کر رہا ہے:
"یا ایّہا الّذین آمَنُو إن جاء کُم فاسقٌ بنَبا فَتَبَیَّنُوا أن تُصیبُوا قوماً بجہالة فَتُصبحُوا علی مَا فَعَلتُم نَادمین"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اے ایمان والو اگر کوئي فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ لا علمی میں تم لوگ کسی کونقصان پہنچا بیٹھواور پھر بعد میں اپنے کیے پر پشیمان ہو"
مفسّرین کے درمیان مشہور ہے کہ یہ آیت " ولید بن عُقبہ کے بارے میں نازل ہوئي ہے_ پیغمبر اکرم' نے اسے ایك جماعت کے ساتھ " بنی المصطلق" قبیلہ کے پاس زکات کی جمع آوری کے لیئے بھیجا_ واپسی پر ولید نے کہا کہ وہ زکوۃ نہیں دیتے اور اسلام کے خلاف انہوں نے قیام کرلیا ہے مسلمانوں کے ایگ گروہ نے ولید کی بات پر یقین کرلیا اور اس قبیلہ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہوگئے_ لیکن سورہ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئي اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ اگر ایك فاسق آدمی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کرلیا کرو_ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جھوٹی خبر کی وجہ سے تم کسی قبیلہ کو نقصان پہنچاؤ اور پھر بعد میں اپنے کیئے پر

58

پشیمان ہو_
اتفاقاً تحقیق کے بعد واضح ہوا کہ بنی المصطلق قبیلہ کے لوگ مؤمن ہیں اور ولید کے استقبال کے لیئے باہر آئے تھے نہ اسلام اوراس کے خلاف قیام کرنے کے لیے لیکن چونکہ ولید انکے ساتھ سابقہ (قبل از اسلام) دشمنی رکھتا تھا اسی امر کا بہانہ بنا کر واپس چلا آیا اور غلط خبر پیغمبر اکرم(ص) کی خدمت میں پیش کردي_ ولید صحابی پیغمبر(ص) تھا_ یعنی اُن افراد میں سے تھا جنہوں نے پیغمبر اکرم (ص) کے زمانے کوپایا اور آپ(ص) کی خدمت میں رہے_ جبکہ قرآن مجید اس آیت میں اُسے فاسق بتارہا ہے _کیا یہ آیت تمام اصحاب کی عدالت والے نظریہ کے ساتھ سازگار ہے؟
یہ کیسی عدالت ہے کہ بعض اصحاب زکاۃ کی تقسیم کے وقت پیغمبر اکرم(ص) پر اعتراض کرتے ہیں__ قرآن مجید انکے اعتراض کو سورہ توبہ آیہ58 میں نقل فرماتا ہے :
" و منہم مَن یَلمزُك فی الصّدقات فان اُعطُوا منہا رَضُوا وَ إن لم یُعطُوا منہا اذأ ہم یَسخَطُون"
" انکے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جو غنائم کی تقسیم میں آپ(ص) پر اعتراض کرتے ہیں اگر انہیں اس میں سے عطا کیا جائے تو راضی ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو غصّے میں رہتے ہیں" کیا اس قسم کے افراد عادل ہیں؟
یہ کیسی عدالت ہے کہ قرآن مجید سورہ احزاب کی آیت نمبر 12 اور 13 میں جنگ احزاب کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بعض منافقین او ر بیماردل لوگ جو پیغمبر اکرم' کی خدمت میں تھے اور انہوں نے جنگ میں شرکت کی لیکن پیغمبر اکرم(ص) پر فریب کاری کی تہمت لگائي_

59

" ما وَعَدَنا اللہ و رسُولہ الاّ غُروراً" خدا اور رسول(ص) نے ہمیں صرف اور صرف جھوٹے وعدے دیئے ہیں ان میں سے بعض یہ خیال رکھتے تھے کہ اس جنگ میں پیغمبر اکرم(ص) کو شکست ہوگی اور احتمالاً وہ قتل ہوجائیں گے اور اسلام کی بساط لپٹ جائیگي_
یا ان روایا ت کے مطابق جنہیں شیعہ و سنّی نے نقل کیا ہے یہ معلوم ہوتاہے کہ خندق کھودنے کے دوران ایك پتھر ملا جسے آپ(ص) نے توڑا اور مسلمانوں کو شام ، ایران اور یمن کی فتح کا وعدہ دیا تو ایك گروہ نے آنحضرت(ص) کی اس بات کا مذاق اڑایا_
کیا یہ اصحاب نہیں تھے؟اور اس سے زیادہ عجیب بات کو بعد والی آیت بیان کر رہی ہے کہ " ان میں سے ایك گروہ نے (مدینہ کے بعض لوگوں کو کہ جو جنگ میں حاضر ہوئے تھے مخاطب کر کے)کہا یہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ "و إذ قَالَت طائفۃٌ منہم یا اَہلَ یَثربَ لا مُقَامَ لکم فَارجعُوا"
اور پھر ایك گروہ آنحضرت(ص) کی خدمت میں آیا اور میدان احزاب سے فرار کرنے کے بہانے بنانے لگا_ اسی آیت میں یوں ارشاد ہے "وَ یَستَأذنُ فریقٌ منہم النّبی یَقُولُون إن بُیُوتَنَا عَورَۃ و مَا ہی بعَورَۃ إن یُریدُونَ الا فراراً" ان میں سے ایك گروہ پیغمبر اکرم(ص) سے واپسی کی اجازت مانگتا تھا اور کہتا تھا کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں لہذا ہمیں اجازت دیجئے تا کہ اپنے گھروں کی حفاظت کے لیے واپس مدینہ چلے جائیں_یہ لوگ جھوٹ بول رہے تھے ان کے گھر اکیلے نہیں تھے_ یہ صرف فرار کا بہانہ تلاش کر رہے تھے" اب خود ہی فیصلہ کیجئے ہم کیسے ان تمام امورسے چشم پوشی کرلیں اور ان پر تنقید کو جائز نہ سمجھیں؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

60
ان سب سے بدتر بعض اصحاب کا پیغمبر اکرم(ص) کی طرف خیانت کی نسبت دینا ہے اور قرآن مجید نے سورۃ آل عمران کی آیت 161 میں اسے منعکس کیا ہے " و ما كَانَ لنَبيّ أن يَغُلَّ و من يَغلُل يَأت بما غَلَّ يَومَ القيامَة ثُم تُوَفّى كُلّ نفس: مّا كسبَت و ہُم لا يُظلَمُونَ"
"ممکن نہیں ہے کہ کوئي نبی خیانت کرے اور جو کوئي خیانت کرے گا قیامت کے دن جس قسم کی خیانت کی ہوگی اسے اپنے ساتھ دیکھے گا_ پھر ہر ایك کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا_ اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائیگا" یعنی اگر سزا ملے گی تو انکے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوگي_
اس آیت کی دو شأن نزول بیان کی گئي ہیں_ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت "عبداللہ بن جُبیر" کے دوستوں کے بارے میں نازل ہوئي ہے کہ وہ جنگ اُحد میں "عینین" نامی مورچہ میں تھے_ اور جب جنگ کی ابتداء میں اسلام کا لشکر دشمن پر فتح پاگیا تو عبداللہ کے ہمراہ تیرانداز تھے حالانکہ رسولخدا(ص) نے فرمایا تھا کہ تمہیناپنی جگہ سے حرکت نہیں کرنی جبکہ اس گروہ نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور غنائم لوٹنے کے پیچھے دوڑ پڑے_ اس سے بھی بُرا عمل انکی باتیں تھیں کہ کہتے تھے کہ ہمیں خطرہ ہے کہیں رسولخدا(ص) ہمارا حق ہمیں نہ دیں (اور اس قسم کے جملے کہے جنہیں لکھنے سے قلم شرم محسوس کرتی ہے)_
"ابن کثیر" اور " طبري" نے اسی آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر میں ایك اور شان نزول کوذکر کیا ہے_ وہ یہ کہ جنگ بدر میں کامیابی کے بعد ایك سرخ رنگ کا قیمتی کپڑا گم ہوگیا_ بعض کم عقل لوگوں نے رسولخدا(ص) کو خیانت سے متہم کیا_ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کپڑا مل گیا اور معلوم ہوا کہ لشکر میں موجود فلاں شخص نے اٹھایا تھا_

61
پیغمبر اکرم(ص) کی طرف اس قسم کی ناروا نسبتیں دینے کے باوجود کیا عدالت باقی رہتی ہے؟ اگر ہم اپنے وجدان کے ساتھ قضاوت کریں تو کیا قبول کریں گے کہ اس قسم کے افراد عادل اور پاك و پاکیزہ تھے اور کسی کو انکے ایسے کاموں پر تنقید کرنے کا حق نہیں ہے؟
ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم(ص) کے اکثر اصحاب و یاران با تقوی اور پاکیزہ انسان تھے_ لیکن سب کے لیے ایك ہی حکم لگا دینا اور سب پر تقوی اور عدالت کی قلعی چڑھا دینا اور ان پر کسی قسم کی تنقید کرنے کا حق سلب کردینا ایك انتہائي عجیب بات ہے_
یہ کیسی عدالت ہے کہ ایك انسان جو ظاہراً پیغمبر اکرم(ص) کے اصحاب میں سے ہے (ہمارا مقصود معاویہ ہے) نبی اکرم(ص) کے با عظمت صحابی حضرت علی _ پر سال ہا سال سبّ و لعن کرتا ہے اور تمام شہروں میں سب کواس کام کا حکم دیتا ہے_
ان دو احادیث کی طرف توجہ فرمائیے
1_ صحیح مسلم میں کہ جو اہلسنت کی معتبر ترین کتاب ہے یوں بیان ہوا ہے_
کہ "معاویہ" نے "سعد بن ابی وقاص"سے کہا کہ کیوں ابو تراب (علی ابن ابی طالب) پر سبّ و لعن سے پرہیز کرتے ہو؟ اس نے کہا میں نے پیغمبر اکرم (ص) سے اُن کے بارے میں تین فضائل ایسے سنے ہیں کہ اگر وہ میرے بارے میں ہوتے تو میرے لیئے دنیا کی عظیم دولت سے زیادہ اہمیت رکھتے _ اس لیے میں اُن پر سَبّ و شتم نہیں کرتا ہوں_ (1)
---

1) صحیح مسلم، جلد 4 ص 1871، کتاب فضائل الصحابہ اور اسی طرح کتاب فتح الباری فی شرح صحیح البخاري، جلد 7 ص 60 پر بھی یہ حدیث بیان ہوئي ہے (وہ تین فضلتیں یہ ہیں: 1_ حدیث منزلت، 2_حدیث لاعطین الرایۃ غداً 3_ آیت مباہلہ)_

62
2_ کتاب " العقد الفرید" میں کہ جسے اہلسنت کے بزرگ عالم دین (ابن عبد ربّہ اندلسی) نے تألیف کیا ہے یوں بیان ہوا ہے کہ جب امام حسن ابن علی علیہما السلام کی شہادت ہوئي، اس کے بعد معاویہ مکّہ کے بعد مدینہ آیا اُس کا ارادہ تھا کہ مدینہ میں منبر رسول (ص) سے حضرت علی _ پَر سبّ و لعن کرے_ لوگوں نے کہا کہ " سعد بن ابی وقاص" بھی مسجد میں ہے اورہمارے خیال کے مطابق وہ تیری اس بات کو تحمل نہیں کریگا اور شدید ردّ عمل کا اظہار کرے گا لہذا کسی کو اُس کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پاس بھیج کر اُس کی نظر معلوم کرلو_
معاویہ نے ایك آدمی کو سعد کے پاس بھیجا اور اس مطلب کے بارے میں استفسار کیا سعد نے جواب میں کہا کہ اگر معاویہ نے یہ کام کیا تومیں رسولخدا(ص) کی مسجد سے باہر چلا جاؤں گا اور پھر کبھی بھی مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوں گا_ معاویہ نے یہ پیغام اور ردّ عمل سّننے کے بعد سب و شتم سے پرہیز کیا_ یہاں تك کہ سعد فوت ہوگئے _ سعد کی وفات کے بعد معاویہ نے منبر سے حضرت علی (ع) پر لعنت کی اور اپنے تمام اہلکاروں کو حکم دیا کہ منبروں سے حضرت پر لعن و سب کریں _ اُن سب نے بھی یہی کام کیا_ اس بات کا جب جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبر(ص) کو پتہ چلا تو انہوں نے معاویہ کے نام ایك خط میں یوں لکھا کہ " تم کیوں منبروں سے خدا و رسول(ص) پر سبّ و لعن کرتے ہو کیا تم یوں نہیں کہتے ہو کہ علی (ع) اور اسکے چاہنے والوں اور محبت کرنیوالوں پر لعنت، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالی ،حضرت علي(ع) سے محبت کرتا ہے اور رسولخدا(ص) بھی حضرت علی (ع) سے بہت محبت کرتے ہیں_ پس حقیقت میں تم خدا اور رسولخدا(ص) پر سبّ و لعن کرتے ہو" معاویہ نے جناب ام سلمہ کا خط پڑھا لیکن اس کی کوئي پرواہ نہ کی (1)
---

1)العقد الفريد، جلد 4 ص 366 و جواہر المطالب فی مناقب الامام علی ابن ابی طالب، جلد 2 ص 228 تالیف محمد بن احمد الدمشقی الشافعي، متوفائے قرن نہم ہجری قمري_

63
کیا اس قسم کے بُرے کام عدالت کے ساتھ سازگار ہیں؟ کیا کوئي عاقل یا عادل انسان یہ جرا ت کرسکتا ہے کہ حضرت علی (ع) جیسی با عظمت شخصیت کو اس شرمناك انداز اور اتنے وسیع پیمانے پر گالیاں دے_

ایك عرب شاعریوں کہتا ہے:
اعلی المنابر تعلنون بسبّہ و بسیفہ نصبت لکم أعوادہا؟
کیا منبر سے اس شخصیت پر لعن کرتے ہو جس کی تلوار کی برکت سے یہ منبرقائم ہوئے ہیں_

7_اصحاب پیغمبر(ص) کی اقسام:
رسولخدا(ص) کے اصحاب کو _ قرآن مجید کی گواہی کے مطابق _ پانچ اصلی گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے_
1_ پاك و صالح: یہ افراد مؤمن اور با اخلاص تھے_ ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں نفوذ کرچکا تھا_ یہ لوگ راہ خدا میں اور کلمہ اسلام کی بلندی کے لیے کسی قسم کے ایثار اور قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے_ یہ وہی گروہ ہے جس کی طرف سورہ توبہ کی آیت نمبر 100 میں اشارہ ہوا ہے کہ اللہ تعالی ان سے راضی تھا اور یہ بھی اللہ تعالی کے الطاف پر راضی تھے_" رضی اللہ عنہم و رَضوُ عنہ"
2_ مؤمن خطاکار: یہ وہ گروہ ہے جو ایمان اور عمل صالح رکھنے کے باوجود کبھی کبھار لغزش کا شکار ہوجاتے تھے اور اعمال صالح اور غیر صالح کو آپس میں مخلوط کردیتے تھے_
اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے تھے_ ان کے عفو و بخشش کی امید ہے جیسا کہ سورہ توبہ

64
کی آیة 102 میں پہلے گروہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی نے اس گروہ کا تذکرہ کیا ہے_
"و آخَرُون اعتَرفُوا بذُنُوبہم خَلَطُوا عَمَلاً صَالحاً و آخَرَ سَیّأً عَسی اللہ أن یَتُوبَ علیہم"
3_ گناہگار افراد: یہ وہ گروہ ہے جس کے لیے قرآن مجید نے فاسق کا نام انتخاب کیا ہے_ کہ اگر فاسق تمہارے لئے خبر لائے تو بغیر تحقیق کے قبول نہ کرنا_ سورہ حجرات کی آیت نمبر 6 میں اس مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے: " یا ایّہا الّذین آمنوا ان جاء کُم فاسقٌ بنباء فَتَبَیّنُوا" اس آیت کا مصداق شیعہ و سنّی تفاسیر میں ذکر کیا گیا ہے_
4_ ظاہری مسلمان: یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کا دعوی کرتے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا_ سورہ حجرات کی چودھویں آیت میں اس گروہ کی طرف اشارہ ہوا ہے "قال الاعرابُ آمَنّا قُل لَم تُؤمنُوا و لکن قُولُوا أسلَمنا و لَمَّا یَدخُل الایمانُ فی قُلوبکُم"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

5_ منافقين: یہ وہ گروہ ہے جو روح نفاق کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے کبھی ان کی شناخت ہوجاتی اور کبھی نہ ہوتی تھي_ یہ لوگ اسلام اور مسلمین کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے سے باز نہیں رہتے تھے_ سورہ توبہ میں ہی مؤمن و صالح گروہ کی طرف اشارہ کے بعد آیت 101 میں ان منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے_
" و ممَّن حَولَكُم منَ الاعراب مُنافقُونَ و من اَہل المَدینَة مَرَدوا عَلی النّفاق" بے شك ان تمام گروہوں نے پیغمبر اکرم (ص) کا دیدار کیا تھا اور آنحضرت (ص) کے ساتھ مصاحبت اور معاشرت رکھتے تھے_ اور ان میں سے بہت ساروں نے غزووں مین شرکت کی

تھي_ اور ہم صحابہ کی جو تعریف بھی کریں ان پانچوں گروہونپر صادق آتی ہے کیا سب کو اہل بہشت اور پاکیزہ شمار کیا جاسکتا ہے؟ کیا قرآن مجید کی صراحت کے بعد یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم راہ اعتدال کو اپنائیں اور اصحاب کو قرآن مجید میں بیان شدہ پانچ گروہوں میں تقسیم کریں اور ان میں سے نیك و باتقوی اصحاب کے لیے انتہائي احترام کے قائل ہوں اور دیگر گروہوں میں سے ہر ایك کو انکے مقام پر رکھیں_ اور غلّو، افراط اور تعصّب سے پرہیز کریں_(اور انصاف کے ساتھ قضاوت کریں)
8_ تاریخی گواہي: تمام اصحاب کی قداست کے عقیدے نے اس کے طرفداروں کے لئے بہت سی مشکلات ایجاد کی ہیں_ ان عظیم مشکلات میں سے ایك تاریخی حقائق ہیں_ کیونکہ انکی معروف اور مورد اعتماد تاریخی کتب میں حتی صحاح ستّہ کی احادیث میں بعض صحابہ کی شدیدلڑائي اور جنگ کے تذکرے ہیں ایسی صورتحال میں ہم فریقین کو عادل، صالح اور مقدس شمار نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ یہ کام ضدّین کے درمیان جمع کرنا ہے اور ضدین کے درمیان جمع نہ ہوسکنا ایك واضح عقلی فیصلہ ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے_
جنگ جمل اور صفین کے علاوہ کہ جو طلحہ ، زُبیر اور معاویہ نے امام المسلمین حضرت علی _ کے مقابلہ میں لڑیں اگر ہم حقائق سے چشم پوشی نہ کریں تو حتماً جنگ بھڑکانے والوں کی غلطیوں اور جنایتوں کا اعتراف کریں گے_ اوراس سلسلہ میں بہت سے تاریخی شواہد موجود ہیں_اس مختصر کتاب میں ہم صرف تین نمونوں پر اکتفا کریں گے_
1_ امام بُخاری اپنی کتاب صحیح میں کتا ب التفسیر میں مسئلہ افك کے بارے میں (زوجہ پیغمبر(ص) کے بارے میں جو تہمت لگائي گئي تھی) لکھتے ہیں: کہ ایك دن پیغمبر اکرم (ص) منبر پر تشریف

لے گئے اور فرمایا اے مسلمانو ں کون اس شخص کوسزادے گا (مقصود عبداللہ بن سلول تھا جو منافقین کاایك سر غنہ تھا) مجھے بتایا گیا ہے کہ اس نے میری بیوی پر تہمت لگائي ہے حالانکہ میں نے اپنی بیوی میں کوئي ایسی بات نہیں دیکھي ... سعد بن معاذ انصاری (مشہور صحابی) اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کي، میں اس کو سزا دوں گا اگر یہ " اوس" قبیلہ سے ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دونگا اور اگر یہ خزرج قبیلہ سے ہوا تو جو حکم آپ صادر فرمائینگے ہم انجام دیں گے_ سعد بن عبادہ، خزرج قبیلہ کا سردار کہ جو اس سے پہلے صالح آدمی تھا قبائلی تعصب کی وجہ سے سعد بن معاذ کو کہنے لگا خدا کی قسم تو جھوٹ بول رہا ہے تیری اتنی جرا ت نہیں ہے کہ تو یہ کام کرسکے اسید بن خُضیر (سعد بن معاذ کا چچا زاد) کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے یہ شخص منافقین میں سے ہے ہم اسے ضرور قتل کریں گے_ نزدیك تھا کہ قبیلہ اوس و خزرج کی آپس میں جنگ چھڑ جائے_ رسولخدا(ص) نے انہیں خاموش کرایا(1) کیا یہ سب افراد صالح صحابی تھے؟
2: معروف دانشمند " بلاذري" اپنی کتاب " الانساب" میں لکھتے ہیں کہ " سعد بن ابی وقاص" کوفہ کے والی تھے، حضرت عثمان نے انہیں معزول کردیا اور " ولید بن عقبہ" کو انکی جگہ گورنر بنادیا_ عبداللہ بن مسعود اس دوران بیت المال کے خزانہ دار تھے جب ولید ،کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے عبداللہ ابن مسعود سے بیت المال کی چابیاں طلب کیں_ عبداللہ نے چابیاں ولید کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا کہ خلیفہ نے سنت (رسول(ص)) کو تبدیل کردیا ہے_ سعد بن ابی وقاص جیسے آدمی کو معزول کرکے ولید جیسے آدمی کو اپنا جانشین منتخب کر لیا ہے؟ ولید نے حضرت عثمان کو خط میں لکھا کہ عبداللہ بن مسعود آپ پر تنقید کرتا ہے خلیفہ نے جواب لکھا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) صحيح بخاري، جلد 5 ص 57_

67

کہ اسے حکومت کی نگرانی میں میرے پاس بھیج دیا جائے _جب عبداللہ بن مسعود مدینہ میں وارد ہوا تو خلیفہ منبر پر تھے جیسے ہی انکی نظر عبداللہ بن مسعود پر پڑی تو کہنے لگے بُرا جانورداخل ہوگیا ہے (اور بہت سی گالیاں دیں قلم جنہیں لکھنے سے شرم محسوس کرتا ہے) عبداللہ بن مسعود کہنے لگے میں ایسا نہیں ہوں،میں رسولخدا(ص) کا صحابی ہوں_ جنگ بدر اور بیعت رضوان میں شریك تھا_

حضرت عائشےہ ،عبداللہ کی حمایت کے لیے اٹھیں لیکن حضرت عثمان کا غلام ،عبداللہ کو مسجد سے باہر لے گیا اور انہیں زمین پر پٹخا اور انکی پسلیاں توڑدیں (1)

3: بلاذری اپنی اُسی کتاب انساب الاشراف میں نقل کرتے ہیں کہ مدینہ کے بیت المال میں بعض جواہرات اور زیورات تھے حضرت عثمان نے ان میں سے کچھ زیورات اپنے گھروالوں کو بخش دیئےجب لوگوں نے دیکھا تو کھلے عام اعتراض شروغ کردیا اور انکے بارے میں سخت وگھٹیا باتیں کہیں حضرت عثمان کو غصہ آگیا اور وہ منبر پر گئے اور خطبہ کے دوران کہا ہم غنائم میں سے اپنی ضرورت کے مطابق اٹھائیں گے اگرچہ لوگوں کی ناك زمین پر رگڑی جائے

اس پر حضرت علی _ نے کہا کہ " مسلمان خود تمہارا راستہ روك لیں گے"

جناب عمّار یاسر نے کہا: سب سے پہلے میری ناك زمین پر رگڑی جائے گي

(اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں تنقید سے باز نہیں آؤنگا)

حضرت عثمان کو غصہ آگیا اور کہنے لگے تو نے میری شان میں گستاخی کی ہے_ اس کو گرفتار

---

1) انساب الاشراف، جلد 6 ص 147، تاریخ ابن کثیر، جلد 7 ص 163و 183 حوادث سال 32 (خلاصہ)_

68

کر لو_ لوگوں نے جناب عمّار کو پکڑ لیا اور عثمان کے گھر لے گئے وہاں انہیں اسقدر ماراگیا کہ وہ بے ہوش ہوگئے_ اس کے بعد انہیں جناب ام سلمہ (زوجہ پیغمبر (ص)) کے گھر لایا گیا وہ اس وقت بے ہوشی کے عالم میں تھے یہانتك کہ انکی ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضاء ہوگئي_ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے وضو کرکے نماز ادا کی اور کہنے لگے یہ پہلی بار نہیں ہے کہ ہمیں خدا کی خاطر اذیت و آزار پہنچائي جارہی ہے_(1) (ان واقعات کی طرف اشارہ تھا جنکا زمانہ جاہلیت میں کفار کیطرف سے انہیں سامنا کرنا پڑا تھا)_

ہم ہرگز مائل نہیں ہیں کہ تاریخ اسلام کے اس قسم کے ناگوار حوادث کو نقل کریں (ترسم آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است) اگر ہمارے بھائي تمام صحابہ اور انکے تمام کاموں کے تقدّس پر اصرار نہ کرتے تو شاید اتنی مقدارکے نقل کرنے میں بھی مصلحت نہیں تھي_ اب سوال یہ ہے کہ اصحاب رسول(ص) میں سے تین پاکیزہ ترین افراد (سعد بن معاذ ،عبداللہ ابن مسعود اور عمار یاسر) کو گالیاں دینے اور مارنے پٹینے کی کیا تو جیہ ہوسکتی ہے؟ ایك باعظمت صحابی کو اتنا مارا جائے کے اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں اور دوسرے کو اتنا مارا جائے کہ بے ہوش ہوجائے اور اس کی نمازیں قضاہوجائیں_ کیا یہ تاریخی شواہد کہ جنکے نمونے بہت زیادہ ہیں ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم حقائق سے چشم پوشی کریں اور کہیں کہ تمام اصحاب اچھے اور انکے تمام کام صحیح تھے_ اور ایك سپاہ "سپاہ صحابہ " کے نام سے بنادیں اور انکے تمام کاموں کا بلا مشروط دفاع کریں_

کیا کوئي بھی عقلمند اس قسم کے افکار کو پسند کرتا ہے؟

---

1) انساب الاشراف جلد 6 ص 161_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس مقام پر پھر تکرار کرتے ہیں کہ رسولخدا(ص) کے اصحاب میں مؤمن ، صالح اور پارسا افراد بہت سے تھے لیکن کچھ ایسے افراد بھی تھے جنکے کاموں پر تنقید کرنا چاہیے اور انکی تحلیل کرتے ہوئے انہیں عقل کے ترازو پر تولنا چاہیے اور اس کے بعد انکے بارے میں حکم لگانا چاہیے_

9_ پیغمبر(ص) کے زمانے میں یا اس کے بعد بعض صحابہ پر حدّ کا جاری ہونا
صحاح ستّہ یا برادران اہلسنت کی دیگر معروف کتابوں میں کچھ موارد ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں بعض اصحاب، رسولخدا(ص) کے زمانے میں یا اس کے بعد ایسے گناہوں کے مرتکب ہوئے جن کی حد وسزا تھي_ لہذا اُن پر حد جاری کی گئي _
کیا اس کے باوجود آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب عادل تھے؟ اور ان سے کوئي غلطی نہیں ہوئي؟ یہ کیسی عدالت ہے کہ ایسا گناہ کیا جائے جس پر حد جاری ہوتی ہو اور ان پرحد جاری ہونے کے بعد بھی عدالت اپنی جگہ محکم باقی رہتی ہے؟
ہم ذیل میں نمونہ کے طور پر چند موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:
الف) "نعیمان" صحابی نے شراب پي، پیغمبر اکرم (ص) نے حکم صادر فرمایا اور اسے تازیانے مارے گئے (1)
ب) "بنی اسلم " قبیلہ کے ایك مرد نے زنائے محصّن کیا تھا_ پیغمبر اکرم (ص) کے حکم پر اسے سنگسار کردیا گیا (2)
---

1)صحیح بخاری ، جلد 8 ص 13، حدیث نمبر 6775 ، کتاب الحدّ_
2) صحیح بخاری ، جلد 8 ص 22 ، حدیث 6820_

70
ج) واقعہ افك میں پیغمبر اکرم (ص) کے حکم پر چند افراد پر حدّ قذف جاری کی گئي تھی (1)
د) پیغمبر اکرم (ص) کے بعد عبدالرحمن بن عمر اور عقبہ بن حارث بدری نے شراب پی او ر مصر کے امیر عمر ابن عاص نے ان پر حدّ شرعی جاری کی _ اس کے بعد عمر نے دوبارہ اپنے بیٹے کو بلایا اور دوبارہ اس پر حدّ جاری کی (2)
ہ) ولید بن عقبہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے شراب پی اور مستی کے عالَم میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی _ اُسے مدینہ حاضر کرکے شراب کی حد اس پر جاری کی گئي_(3)
ان کے علاوہ اور بہت سے موارد ہیں، مصلحت کی خاطر جن کے ذکر سے اجتناب کیا جا رہا ہے_ اس کے باوجود کیا اب بھی ہم حقائق کے سامنے آنکھیں اور کان بند کرلیں اور کہہ دیں کہ سب اصحاب عادل تھے؟

10_ نادرست توجیہات
1_ تنزیہ او رہر لحاظ سے تقدّس کے نظریہ کے طرفدار جب متضاد حالات کے انبوہ سے روبرو ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو اس توجیہ کے ساتھ قانع کرتے ہیں کہ سب صحابہ "مجتہد" تھے اور ہر ایك نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا_یقیناً یہ تو ضمیر اوروجدان کو فریب دینا ہے کہ یہ برادران اس قسم کے آشکار اختلافات میں اس بوگس توجیہہ کا سہارا لیں_
---

1) المعجم الکبیر، جلد 23 ص 128 و کتب دیگر_
2) السنن الکبری ، جلد 8 ص 312 اور بہت سی کتب _
3) صحیح مسلم، جلد 5 ، ص 126 حدیث نمبر 1707_

71
کیا بیت المال کو ہڑپ کرنے کے بارے میں ایك معمولی سی تنقید اور سادہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مقابلے میں ایك مؤمن صحابی کو اتنا مارنا کہ وہ بے ہوش اور اس کی نمازیں قضا ہوجائیں، اجتہاد ہے؟ کیا ایك اور مشہور صحابی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی پسلیاں توڑ دینا صرف اس اعتراض کی خاطر جو اس نے کیاکہ کیوں ایك شرابی (ولید) کو کوفہ کا حاکم تعیین کیا گیا ہے، اجتہاد شمار ہوتا ہے؟
اس سے بڑھ کر امام المسلمین کے مقابلے میں کہ جو مقامات الہی کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کے منتخب کردہ اتّفاقی خلیفہ تھے، صرف جاہ طلبی اور حکومت حاصل کرنے کی خاطر جنگ کی آگ بھڑ کانا جس میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہہ جائے، اجتہاد شمار ہوتا ہے؟
اگر یہ موارد اور ان کی مثل ، اجتہاد کی شاخیس شمار ہوتی ہیں تو پھر طول تاریخ میں ہونے والی تمام جنایات کی یہی توجیہ کی جاسکتی ہے_
اس کے علاوہ کیا اجتہاد صرف اصحاب میں منحصر تھا یا کم از کم چند صدیوں بعد بھی امت اسلامی میں کثرت کے ساتھ مجتہد موجود تھے بلکہ بعض علمائے اہلسنت کے اعتراف اور تمام علمائے شیعہ کے مطابق آج بھی تمام آگاہ علماء کے لئے اجتہاد کا دورازہ کھلا ہے؟
جو افراد اس قسم کے بھیانك افعال انجام دیں کیا آپ انکے افعال کی توجیہہ کرنے کو حاضر ہیں؟ یقیناًایسا نہینہے_
2: کبھی کہا جاتا ہے کہ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ انکے بارے میں سکوت اختیار کریں_
" تلك اُمةٌ قد خَلَت لَہَا ما کَسَبَت و لَکُم ما کَسَبتُم و لَا تُسأَلُونَ عَمّا کَانُوا یَعمَلُون" (1)
---

1) سورة بقرہ آیت 134_

وہ ایك اُمّت ہیں جو گزرچکے انکے اعمال انکے لیئےہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیئےاور آپ سے انکے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائیگا_
لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وہ ہماری سرنوشت میں مؤثر نہ ہوتے تو پھر یہ بات اچھی تھی _ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) کی روایات کو انکے توسط سے دریافت کریں اور انہیں اپنے لیئے نمونہ عمل قرار دیں_ تو کیا اس وقت یہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ثقہ اور غیر ثقہ اسی طرح عادل اور فاسق کی شناخت کریں تا کہ اس آیت " إن جاء کم فاسقٌ بنبائ: فَتَبَیَّنُوا" اگر فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کیجئے "(1)پر عمل کرسکیں_

11_ مظلومیّت علی (ع)
جو بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے اس نکتہ کو با آسانی درك کرسکتا ہے کہ انتہائي افسوس کا مقام ہے کہ حضرت علی _ جو علم و تقوی کا پہاڑ، پیغمبر اکرم (ص) کے نزدیك ترین ساتھی اور اسلام کے سب سے بڑے مدافع تھے، انہیں اسطرح ہتك حرمت، توہین اور سبّ و شتم کا نشانہ بناياگيا_
انکے دوستوں کو اسطرح دردناك اذیتوں اور مظالم سے دوچار کیا گیا کہ تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتي_ وہ بھی ان افراد کیطرف سے جو اپنے آپ کو پیغمبر اکرم (ص) کا صحابی شمار کرتے ہیں_
چند نمونے ملاحظہ فرمائیے
الف) لوگوں نے علی ابن جہم خراسانی کو دیکھا کہ اپنے باپ پر لعنت کر رہا ہے جب وجہ
---

1) سورة حجرات آیة 6_

پوچھی گئي تو کہنے لگا: اس لئے لعنت کر رہاہوں کیونکہ اس نے میرا نام علی رکھا ہے_(1)
ب) معاویہ نے اپنے تمام کارندوں کو آئین نامہ میں لکھا: جس نے بھی ابوتراب (علی _) اور انکے خاندان کی کوئي فضیلت نقل کی وہ ہماری امان سے خارج ہے (اس کی جان و مال مباح ہے) اس آئین نامہ کے بعد سب خطباء پوری مملکت میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

منبر سے علی الاعلان حضرت علی (ع) پر سبّ و شتم کرتے اور اُن سے اظہار بیزاری کرتے تھے_ اس طرح ناروا نسبتیں انکی اور انکے خاندان کی طرف دیتے تھے_ (2)
ج) بنوامیّہ جب بھی سُنتے کہ کسی نو مولود کا نام علی رکھا گیا ہے اسے فوراً قتل کردیتے_ یہ بات سلمة بن شبیب نے ابوعبدالرحمن عقری سے نقل کی ہے_(3)
د) زمخشری اور سیوطی نقل کرتے ہیں کہ بنو امیّہ کے دور حکومت میں ستّر ہزار سے زیادہ منابر سے سبّ علی (ع) کیا جاتاتھا اور یہ بدعت معاویہ نے ایجاد کی تھي_(4)
ہ) جس وقت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ اس بُری بدعت کو ختم کیا جائے اور نماز جمعہ کے خطبوں میں امیرالمؤمنین علی _ کو بُرا بھلانہ کہا جائے تو مسجد سے نالہ و فریاد بلند
ہوگئي اور سب عمربن عبدالعزیز کو کہنے لگے " ترکتَ السُنّة ترکتَ السُنّة" تونے سنت کو ترك کردیا ہے_ تونے سنّت کو ترك کردیا ہے_(5)
---

1) لسان المیزان ، جلد 4 ص 210_
2) النصائح الکافیہ ص 72_
3) تہذیب الکمال ، جلد 20، ص 429 و سیر اعلام النبلاء ، جلد 5، ص 102_
4) ربیع الابرار ، جلد 2، ص 186 و النصائح الکافیہ، ص 79 عن السیوطي_
5) النصائح الکافیہ ، ص 116 و تہنئة الصدیق المحبوب، تالیف سقاف ص 59_

یہ سب اس صورت میں ہے کہ برادران اہلسنت کی معتبر اور صحیح کتب کی روایت کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا ہے کہ " مَن سَبَّ علیّاً فَقَد سَبّنی و مَن سبّنی فقد سبَّ الله " جس نے علی (ع) کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی " (1)

12: ایك دلچسپ داستان
حُسن اختتام کے طور پر شاید اس واقعہ کو نقل کرنے میں کوئي مضائقہ نہ ہو کہ جو خود ہمارے ساتھ مسجد الحرام میں پیش آیا ہے_
ایك دفعہ جب عمرہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو ایك رات ہم مغرب و عشاء کی نماز کے درمیان مسجد الحرام میں بیٹھے تھے کہ کچھ علماء حجاز کے ساتھ تمام اصحاب کے تقدّس کے بارے میں ہماری بحث شروع ہوگئي، وہ معمول کے مطابق اعتقاد رکھتے تھے کہ اصحاب پر معمولی سی بھی تنقید نہیں کرنا چاہیے _یایوں کہہ دیجئے کہ پھول سے زیادہ نازك اعتراض بھی ان پر نہیں کرنا چاہئے _ ہم نے اُن کے ایك عالم کو مخاطب کرکے کہا : آپ فرض کیجیئے کہ اس وقت" جنگ صفین " کا میدان گرم ہے_ آپ دو صفوں میں سے کس کا انتخاب کریں گے؟ صف علی (ع) کا یا صف معاویہ کا؟
کہنے لگے: یقیناً صف علی (ع) کا انتخاب کروں گا_
میں نے کہا: اگر حضرت علی (ع) آپ کو حکم دیں کہ یہ تلوار لے کر کر معاویہ کو قتل کردیں تو آپ کیا کریں گے؟
---

1) اخرجہ الحاکم و صَحَّہُ و اقرّہ الذہبی (مستدرك الصحیحین ، جلد 3، ص 121)_

کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے کہ معاویہ کو قتل کردوں گا لیکن اس پر کبھی بھی تنقید نہیں کرونگا
ہاں یہ ہے غیر منطقی عقائد پر اصرار کرنے کا نتیجہ کہ اس وقت دفاع بھی غیر منطقی ہوتا ہے اور انسان سنگلاخ میں پھنس جاتا ہے_
حق یہ ہے کہ یوں کہیں: قرآن مجید اور تاریخ اسلام کی شہادت کے مطابق، اصحاب پیغمبر اکرم (ص) ایك تقسیم کے مطابق

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چند گروہوں پر مشتمل تھے_ اصحاب کا ایك گروہ ایسا تھا جو شروع میں پاك، صادق اور صالح تھا اور آخر تك وہ اپنے تقوی پر ثابت قدم رہے_ "عاشُوا سعداء و ماتوا السعدائ" انہوں نے سعادت کی زندگی گذاری اور سعادت کی موت پائي_
ایك گروہ ایسا تھا جو آنحضرت(ص) کی زندگی میں تو صالح اور پاك افراد کی صف میں تھے لیکن بعد میں انہوں نے جاہ طلبی اور حبّ دنیا کی خاطر اپنا راستہ تبدیل کر لیا تھا_اور ان کا خاتمہ خیر و سعادت پر نہیں ہوا (جیسے جمل و صفین کی آگ بھڑ کانے والے)
اور تیسرا گروہ شروع سے ہی منافقوں اور دنیا پرستوں کی صف میں تھا_ اپنے خاص مقاصد کی خاطر وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے جیسے ابوسفیان و غیرہ یہاں پر پہلے گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم یوں کہیں گے_
" ربّنا اغفر لنا و لإخواننا الّذین سَبَقُونَا بالإیمان و لا تجعَل فی قلوبنا غلّاً للّذین آمَنُوا رَبّنا إنّك رَء وفٌ رَّحیم" (1)
---

1) سورہ حشرآیت 10_

شیعہ جواب دیتے ہیں

77

4

بزرگوں کی قبروں کا احترام

79

اجمالی خاکہ

اس مسئلہ میں ہمارے مخاطب صرف شدت پسند وہابی ہیں_کیونکہ اسلام کے بزرگوں کی قبور کی زیارت کو مسلمانوں کے تمام فرقے (سوائے اس چھوٹے سے گروہ کے) جائز سمجھتے ہیں_ بہرحال بعض وہابی ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم کیوں مذہبی رہنماؤں کی زیارت کے لیے جاتے ہو؟
اور ہمیں " قبوریّون" کہہ کر پکارتے ہیں_حالانکہ پوری دنیا میں لوگ اپنے گذشتہ بزرگوں کی آرام گاہوں کی اہمیت کے قائل ہیں اور انکی زیارت کے لیے جاتے ہیں_
مسلمان بھی ہمیشہ اپنے بزرگوں کے مزاروں کی اہمیت کے قائل تھے اور ہیں اور انکی زیارت کے لیے جاتے تھے اور جاتے ہیں_ صرف ایك چھوٹا سا شدت پسند وہابی ٹولہ انکی مخالفت کرتا ہے اور اپنے آپ کو پوری دنیا کے مسلمان ہونے کا دعویدار اور ٹھیکیدار سمجھتا ہے_
البتہ بعض مشہور وہابی علماء نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کی قبر مبارك کی زیارت کرنا مستحب ہے، لیکن زیارت کی نیّت سے رخت سفر نہیں باندھنا چاہیے _ یعنی مسجد النبی (ص) کی زیارت کے قصد یا اس میں عبادت کی نیّت سے یا عمرہ کی نیت سے مدینہ آئیں اور ضمناً پیغمبر اکرم (ص) کی قبر کی زیارت بھی کرلیں_ لیکن خود زیارت کے قصد سے بار سفر نہیں باندھنا چاہیئے_
" بن باز" مشہور وہابی مفتی کہ جو کچھ عرصہ قبل ہی فوت ہوئے ہیں_ الجزیرہ اخبار کے مطابق وہ یہ کہتے تھے" جو مسجد نبوي(ص) کی زیارت کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ روضہ رسول(ص)

80

میں دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر آنحضرت(ص) پر سلام کہے اور نیز مستحب ہے کہ جنت البقیع میں جا کر وہاں مدفون شہداء پر سلام کہے"(1)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اہلسنت کے چاروں ائمہ " الفقہ علی المذاہب الاربعہ" کی نقل کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) کی قبر مبارك کی زیارت کو بغیر ان قیود اور شروط کے مستحب سمجھتے ہیں_
اس کتاب میں یوں نقل ہوا ہے" پیغمبر اکرم (ص) کی قبر کی زیارت اہم ترین مستحبّات میں سے ہے اور اس بارے میں متعدّد احادیث نقل ہوئي ہیں" اس کے بعد انہوں نے چھ احادیث نقل کی ہیں_(2)
یہ وہابی ٹولہ اس مسئلہ میں مجموعی طور پر تین نکات میں دنیا کے باقی مسلمانوں کے ساتھ اختلاف رکھتا ہے_
1_ قبروں پر تعمیر کرنا
2_ قبور کی زیارت کے لیئے سفر کا سامان باندھنا (شدّ رحال)
3_ خواتین کا قبروں پر جانا
انہوں نے بعض روایات کے ذریعے ان تین موارد کی حرمت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان روایات کی یا تو سند درست نہیں یا اس مطلب پر ان کی دلالت مردود ہے (انشاالله عنقریب ان روایات کی تشریح بیان کی جائے گئي) ہمارے خیال کے مطابق یہ لو گ اس غلط حرکت کے لیے کچھ اور مقصدرکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ لوگ توحید و شرك والے مسئلہ میں وسوسے میں گرفتار ہیں_ شاید خیال کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا انکی پوجا کرنے کے مترادف ہے اس لیے انکے علاوہ پوری دنیا کے مسلمان انکے نزدیك مشرك اور ملحد ہیں
---

1) الجزیرہ اخبار شمارہ 6826(22 ذی القعدہ 1411 ق)_
2) الفقہ علی المذاہب الاربعہ، جلد 1 ،ص 590_

زیارت قبول کی گذشتہ تاریخ:

گذشتہ لوگوں کی قبروں کا احترام (بالخصوص بزرگ شخصیّات کی قبروں کا احترام) بہت قدیم زمانے سے چلا آرہاہے_ ہزاروں سال پہلے سے لوگ اپنے مردوں کا احترام کرتے تھے اور انکی قبروں اور بالخصوص بزرگان کی قبروں کی تکریم کرتے تھے_ اس کام کا فلسفہ اور مثبت آثار بہت زیادہ ہیں_
1_ گذشتہ لوگوں کی تکریم کا سب سے پہلا فائدہ، ان بزرگوں کی حرمت کی حفاظت ہے اور ان کی قدردانی انسانی عزت و شرافت کی علامت ہے_ اسی طرح جوانونکے لیے ان کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لیئےشویق کا باعث بنتی ہے_
2_ دوسرا فائدہ ان کی خاموش مگر گویا قبروں سے درس عبرت حاصل کرنا اور آئینہ دل سے غفلت کے زنگ کو دور کرکے دنیاوی زرق و برق کے مقابلے میں ہوشیاری اور بیداری پیدا کرنا ہے اور ہوا و ہوس پر قابو پانا ہے_ جیسا کہ امیرالمؤمنین(ع) نے فرمایا کہ مُردے بہترین وعظ و نصیحت کرنے والے ہیں_
3_ تیسرا فائدہ پسماندگان کی تسلی کا حصول ہے کیونکہ لوگ اپنے عزیزوں کی قبروں پر سکون کا احساس کرتے ہیں_ گویا وہ انکے ساتھ ہمنشین ہیں_ اسطرح قبروں پر جانے سے انکے غم کی شدت میں کمی آجاتی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ جو جنازے مفقود الاثر ہوجاتے ہیں انکے وارث انکے لیے ایك قبر کی علامت اور شبیہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پرانہیں یاد کرتے ہیں_
4_ چوتھا فائدہ یہ کہ گذشتہ شخصیات کی قبروں کی تعظیم و تکریم ہر قوم و ملت کی ثقافتی میراث کو زندہ رکھنے کا ایك طریقہ شمار ہوتی ہے اور ہر قوم اپنی قدیمی ثقافت کے ساتھ زندہ رہتی ہے_ پوری دنیا کے مسلمان ایك عظیم اور بے نیاز ثقافت رکھتے ہیں جس کا ایك اہم حصہ

شہدائ، علمائے سلف اور سابقہ دانشوروں کی آرامگاہوں کی صورت میں ہے اور بالخصوص بزرگان دین اور روحانی پیشواؤں کے مزاروں میں نہفتہ ہے_ ایسے بزرگوں کی قبور کی یادمنانا اور انکی حفاظت و تکریم اسلام اور سنّت پیغمبر(ص) کی حفاظت کا موجب بنتی ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وہ لوگ کتنے بے سلیقہ ہیں جنہوں نے مکہ ، مدینہ اور بعض دوسرے شہروں میں بزرگان اسلام کے پر افتخار آثار کو محو کر کے اسلامی معاشرے کو عظیم خسارے سے دوچار کردیا ہے_
نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نادان اور محدود فکر رکھنے والے سلفیوں نے غیر معقول بہانوں کی آڑ میں یہ کام کرکے پیکر اسلام کی ثقافتی میراث پر ایسی شدید ضربیں لگائي ہیں جنکی تلافی نا ممکن ہے_
کیا یہ عظیم تاریخی آثار صرف اس ٹولے کے ساتھ مخصوص ہیں کہ اسقدر بے رحمی کے ساتھ انہیں نابود کیا جارہا ہے_
کیا ان آثار کی حفاظت و پاسداری پوری دنیا کے اسلام سے آگاہ دانشوروں کی ایك کمیٹی کے ہاتھ میں نہینہونی چاہیے؟
5_ پانچواں فائدہ یہ کہ دین کے عظیم پیشواؤں کی قبروں کی زیارت اور بارگاہ الہی میں ان سے شفاعت کا تقاضا کرنا عند اللہ، توبہ اور انابہ کے ہمراہ ہوتا ہے_ اور یہ چیز نفوس کی تربیّت اور اخلاق و ایمان کی پرورش میں انتہائي مؤثر ہے بہت سے گناہوں میں آلودہ لوگ جب انکی بارگاہ ملکوتی میں حاضری دیتے ہیں تو توبہ کر لیتے ہیں اور ہمیشہ کے لیئے ان کی اصلاح ہوجاتی ہے_ اور جو نیك و صالح افراد ہوتے ہیں انکے روحانی ومعنوی مراتب میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے _

قبور کی زیارت کے سلسلہ میں شرك کا توہّم:
کبھی کمزور فکر لوگ ائمہ اطہار کی قبو ر کے زائرین پر " شرك" کا لیبل لگادیتے ہیں یقینا اگر

وہ زیارت کے مفہوم اور زیارت ناموں میں موجود مواد سے آگاہی رکھتے تو اپنی ان باتوں پر شرمندہ ہوتے_
کوئي بھی عقلمند آدمی پیغمبر اکرم (ص) یا آئمہکی پرستش نہیں کرتا ہے_ بلکہ یہ بات تو انکے ذہن میں خطور بھی نہیں کرتی ہے_ تمام آگاہ مؤمنین احترام اور طلب شفاعت کے لیئےیارت کو جاتے ہیں_
ہم اکثر اوقات زیارت نامہ پڑھنے سے پہلے سو مرتبہ " اللہ اکبر" کہتے ہیں اور اسطرح سو مرتبہ توحید کی تاکید کرتے ہیں اورشرك کے ہر قسم کے شبہہ کو اپنے سے دور کرتے ہیں_
معروف زیارت نامہ " امین اللہ " میں ہم آئمہ کی قبروں پر جا کر یوں کہتے ہیں:
"أشہَدُ أنّك جَاہَدتَ فی اللہ حقَّ جہادہ و عَملتَ بکتابہ و اتَّبعتَ سُنَنَ نبیّہ حتی دَعاك اللہ إلی جَوارہ"
" ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور جہاد کا حق ادا کردیا_ کتاب خدا پر عمل کیا اور سنت پیغمبر(ص) کی پیروی کی یہانتك کہ اللہ تعالی نے آپ کو اس جہان سے اپنی جوار رحمت میں بُلالیا_"
کیا اس سے بڑھ کر توحید ہوسکتی ہے؟
اسی طرح مشہور زیارت جامعہ کبیرہ میں ہم یُوں پڑھتے ہیں کہ:
" الی اللہ تدعُون و علیہ تَدُلُّون و بہ تؤمنوُن و لَہ تُسلّمُونَ و بأمرہ تَعمَلُون و إلی سَبیلہ

تَرشُدُونَ"
(ان چھ جملوں میں سب ضمیریں اللہ تبارك و تعالی کی طرف لوٹتی ہیں، زائرین یوں کہتے ہیں)" کہ آپ آئمہ، اللہ تعالی کی طرف دعوت دیتے اور اس کی طرف راہنمائي کرتے ہیں_ اور آپ اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سامنے تسلیم ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف ارشاد و ہدایت کرتے ہیں"
ان زیارت ناموں میں ہر جگہ اللہ تعالی اور دعوت توحید کی بات ہے کیا یہ شرك ہے یا ایمان؟ اسی زیارت نامہ میں ایك جگہ یوں کہتے ہیں:
" مستشفعٌ إلی اللہ عزّوجل بکم" میں آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں شفاعت کو طلب کرتا ہوں_
اور اگر بالفرض زیارت ناموں کی بعض تعبیروں میں ابہام بھی ہو تو ان محکمات کیوجہ سے کاملاً روشن ہوجاتا ہے_

کیا شفاعت طلب کرنا توحید ی نظریات کے ساتھ سازگار ہے؟
ایك اور بڑی خطا جس سے وہابی دوچار ہوئے ہیں یہ ہے کہ وہ بارگاہ ربّ العزت میں اولیاء الہی سے شفاعت طلب کرنے کو بتوں سے شفاعت طلب کرنے پر قیاس کرتے ہیں (وہی بُت جو بے جان اور بے عقل و شعور ہیں)
حالانکہ قرآن مجید نے کئي بار بیان کیا ہے کہ انبیاء الہي، اسکی بارگاہ میں گناہگاروں کی شفاعت کرتے تھے_ چند نمونے حاضر خدمت ہیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1_ برادران یوسف نے حضرت یوسف(ع) کی عظمت اور اپنی غلطیوں کو سمجھنے کے بعد حضرت

85

یعقوب(ع) سے شفاعت کا تقاضا کیا اور انہوں نے بھی انہیں مُثبت وعدہ دیا_

" قالُوا یا أبَانَا استغفر لنا ذُنوبَنا إنّا کُنّا خَاطئین، قال سَوفَ أستغفرُ لکم رَبّی إنَّہ ہُو الغفورُ الرّحیم"(1)

کیا (معاذ اللہ) یعقوب مشرک پیغمبر(ص) تھے؟

2_ قرآن مجید گنہگاروں کو توبہ اور پیغمبر اکرم (ص) سے شفاعت طلب کرنے کی تشویق کرتے ہوئے یوں فرماتا ہے:

"و لَو انّہم إذ ظَّلَموا أنفسَہُم جَاء وك فاستغفروا اللہ و استغفر لَہُم الرَّسُولّ لَوَجَدُوا اللہ تَوّاباً رحیماً"

" جب بھی وہ اگراپنے آپ پر (گناہوں کی وجہ سے) ظلم کرتے اور آپ (ص) کی خدمت میں آتے اور توبہ کرتے اور رسولخدا(ص) بھی انکے لیے استغفار کرتے_ تو وہ اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان پاتے " (2)

کیا یہ آیت شرك کی طرف تشویق کر رہی ہے؟

3_ قرآن مجید منافقین کی مذمّت میں یوں کہتا ہے:

" و إذا قیلَ لَہُم تَعَالَوا یَستَغفر لکم رَسُولُ اللہ لَوَّوا رُئُوسَہُم و رأیتَہُم یَصُدُّونَ وَ ہُم مُستَکبرُون" (3)

---

1) سورة یوسف آیات 97 ، 98_
2) سورة نساء آیت 64_
3) سورة منافقون آیت 5_

86

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ رسولخدا(ص) تمہارے لیئے مغفرت طلب کریں تو وہ (طنزیہ) سر ہلاتے ہیں اور آپ(ص) نے دیکھا کہ وہ آپکی باتوں سے بے پرواہی برتتے اور تکبّر کرتے ہیں"

کیا قرآن مجید، کفار اور منافقین کو شرك کی طرف دعوت دے رہا ہے؟

4_ ہم جانتے ہیں کہ قوم لوط بدترین امت تھی لیکن اس کے باوجود حضرت ابراہیم _ شیخ الانبیاء نے انکے بارے میں شفاعت کی (اور خداوند سے درخواست کی کہ انہیں مزید مہلت دی جائے شاید توبہ کرلیں) لیکن یہ قوم چونکہ اپنی حد سے بڑھی ہوئي بد اعمالیوں کی وجہ سے شفاعت کی قابلیت کھوچکی تھی _ اس لیے حضرت ابراہیم (ع) کو کہاگیا کہ انکی شفاعت سے صرف نظر کیجئے _

" فلمَّا ذَہَبَ عن إبراہیمَ الرّوعُ و جَاء تہُ البُشری یُجادلُنا فی قوم لُوط، إنّ إبراہیمَ لَحلیمٌ أواہٌ مُنیبٌ یَا إبراہیمُ أعرض عَن ہذا إنَّہ قد جَاء أمرُ رَبّك و أنہم آتیہم عذابٌ غَیرُ مَردُود" (1)

" جس وقت ابراہیم کا خوف (اجنبی فرشتوں کی وجہ سے) ختم ہوگیا اور (بیٹے کی ولادت کی) بشارت انہیں مل گئي تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے گفتگو کرنے لگے (اور شفاعت کرنے لگے) کیونکہ ابراہیم (ع) بردبار، دلسوز اور توبہ کرنے والے تھے (ہم نے ان سے کہا) اے ابراہیم(ع) اس (درخواست) سے صرف نظر کیجئے کیونکہ آپ کے پروردگار کا فرمان پہنچ چکا ہے اور یقینی طور پر ناقابل رفع عذاب انکی طرف آئیگا "

---

1) سورة ہود آیات 74 تا 76_

87

دلچسب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس شفاعت کے مقابلے میں حضرت ابراہیم (ع) کی عجیب تمجید فرمائي اور کہا " إنّ ابراہیم لَحلیم اواہُ مُنیبٌ" لیکن اس مقام پر انہیں تذکر دیا ہے کہ پانی سر سے گذر چکا ہے اور شفاعت کی گنجائشے باقی نہیں رہی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_

اولیا ء الہی کی شفاعت اُنکی ظاہری زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے:
بہانہ تلاش کرنے والے جب ایسی آیات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جن میں صراحت کے ساتھ انبیائے الہی کی شفاعت کی قبولیت کا تذکرہ ہے اور ان آیات کو قبول کرنے کے سواء کوئي چارہ بھی نہیں ہے تو پھر ایك اور بہانہ بناتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ آیات انبیاء کرام کی زندگی کے ساتھ مربوط ہیں_ ان کی وفات کے بعد شفاعت پر کوئي دلیل نہیں ہے اسطرح شرك والی شاخ کو چھوڑ کر دوسری شاخ کو پکڑ تے ہیں_
لیکن اس جگہ یہ سوال سامنے آئیگا کہ کیا پیغمبر اکرم(ص) اپنی رحلت کے بعد خاك میں تبدیل اور مکمل طور پر نابود ہوگئے ہیں یا حیات برزخی رکھتے ہیں؟ (جسطرح بعض وہابی علماء نے ہمارے سامنے اس بات کا اقرار کیا ہے)
اگر حیات برزخی نہیں رکھتے تو اولاً کیا پیغمبر اکرم (ص) کا مقام شہداء سے کم ہے جنکے بارے میں قرآن مجید گواہی دیتا ہے کہ " بل أحیاءٌ عند ربّہم یُرزَقُون" (1)
ثانیاً : تمام مسلمان نماز کے تشہّدمیں آنحضرت(ص) پر سلام بھیجتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: "السلام علیك ایّہا النبیّ ..." اگر آنحضرت (ص) موجود نہیں ہیں تو کیا یہ کسی خیالی شے کو سلام کیا جاتا ہے؟
---

1) سورہ آل عمران آیت 169_

ثالثاً: کیا آپ معتقد نہیں ہیں کہ مسجد نبوی میں پیغمبر اکرم (ص) کے مزار کے قریب آہستہ بولنا چاہیے کیونکہ قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ " یا ایّہا الذین آمنوا لا ترفَعُوا أصواتکم فَوقَ صوت النّبي ..." (1) اور اس آیت کو تحریر کر کے آپ لوگوں نے پیغمبر اکرم (ص) کی ضریح پر نصب کیا ہوا ہے؟

ہم ان متضاد باتوں کو کیسے قبول کریں
رابعاً: موت نہ فقط زندگی کا اختتام نہیں ہے بلکہ ایك نئي ولادت اور زندگی میں وسعت کا نام ہے_ " الناس نیامٌ فإذا ماتُوا إنتبہوا" (2) لوگ غفلت میں ہیں جب مریں گے تو بیدار ہونگے_
خامساً: ایك معتبر حدیث میں جسے اہلسنت کی معتبر کتب میں ذکر کیا گیا ہے_ عبداللہ بن عمر نے رسولخدا(ص) سے یوں نقل کیا ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا" من زارَ قبری وَجَبَت لہ شفاعتي" (3) جس نے میری قبر کی زیارت کی اسکے لیے میری شفاعت یقینی ہوگئي_
ایك اور حدیث میں یہی راوی پیغمبر اکرم (ص) سے نقل کرتا ہے " مَن زَارنی بَعدَ مَوتی فَانّما زارنی فی حیاتي" (4) جس نے میری رحلت کے بعد میری زیارت کی وہ ایسا ہي
---

1) سورۃ حجرات آیت 2_ اے صاحبان ایمان ،اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کیجئے_
2) عوالی اللئالي، جلد 4 ص 73_
3) دار قطنی مشہور محدث نے اس حدیث کو اپنی کتاب " سنن" میں نقل کیا ہے (جلد 2 ص 278) دلچسپ یہ ہے کہ علامہ امینی نے اسی حدیث کو اہلسنت کی 41 مشہور کتابوں سے نقل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں الغدیر ج 5 ص 93
4) (سابقہ مدرك) علامہ امینی نے اس حدیث کو 13 کتابوں سے نقل کیا ہے_

ہے جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہو"
لہذا حیات اور ممات کے درمیان فرق ڈالنا صرف ایك موہوم خیال ہے_ اور اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث کے اطلاق سے یہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھی بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ(ص) کی قبر کی زیارت کے قصد سے " شدّ رحال" سامان باندھنے اور سفر کرنے میں کوئي اشکال نہیں ہے_

خواتین اور قبور کی زیارت
خواتین زیادہ عطوفت اور رقّت قلب کی وجہ سے اپنے عزیزوں کی قبروں پر جانے کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہیں تا کہ انہیں صبر اور تسلّی حاصل ہوسکے_ اور تجربے کے ذریعے یہ بات ثابت ہے کہ اولیاء الہی کی قبور کی زیارت کے لیے بھی وہ زیادہ مشتاق ہوتی ہیں_
لیکن مقام افسوس ہے کہ یہ وہابی ٹولہ ایك مشکوك حدیث کی خاطر، خواتین کو ان قبور کی زیارت سے شدت سے منع کرتے ہیں_ حتی کہ جنوب ایران میں انکی عوام کی زبانوں پریہ بات مشہورہے کہ اگر کوئي عورت کسی کی قبر پر جائے تو وہ مُردہ اس خاتون کو بالکل برہنہ حالت میں دیکھتا ہے
ایك عالم کہہ رہے تھے میں نے وہابیوں سے کہا کہ پیغمبر اکرم (ص) اور خلیفہ اوّل و دوّم کی قبریں حضرت عائشےہ کے کمرے میں تھیں اور وہ کافی عرصہ تك اُسی کمرہ میں رہتی رہیں یا کم از کم کمرہ میں آمد و رفت رکھتی تھیں_
بہرحال (خواتین کے لیئےیارت قبور کی حرمت پر) ان کے پاس دلیل کے طور پر ایك مشہور حدیث ہے جسے وہ رسولخدا(ص) کی طرف نسبت دیتے ہیں کہ آپ(ص) نے فرمایا " لعن اللہ زائرات القبور" " اللہ تعالی قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت کرے"

بعض کتابوں میں " زائرات" کے لفظ کی بجائے "زوّارات القبور" نقل کیا گیا ہے کہ جو مبالغہ کےلیے استعمال کیا جاتا ہے_
اہلسنت کے بعض علماء جیسے ترمذی (1) و غیرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس زمانے کے ساتھ مخصوص ہے جب آنحضرت(ص) نے اس بات سے منع فرمایا تھا_ بعد میں یہ حکم نسخ ہوگیا تھا اور آپ(ص) نے اجازت فرمادی تھي ...
بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ان خواتین کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنا زیادہ وقت زیارت قبور کے لیے صَرف کرتی تھیں اور اس طرح انکے شوہروں کے حقوق ضائع ہوتے تھے اور لفظ " زوّارات" و الانسخہ کہ جو مبالغے کا صیغہ ہے اس بات کی دلیل ہے_
یہ برادران چاہے سب چیزوں کا انکار کردیں لیکن حضرت عائشےہ کے کام کاتو انکار نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ پیغمبر اکرم(ص) اور پہلے و دوسرے خلیفہ کی قبریں انکے گھر میں تھیں اور وہ ہمیشہ ان قبروں کے نزدیك تھیں_

" شدّ رحال" فقط تین مساجد کے لیے
تاریخ اسلام میں صدیوں سے مسلمان، پیغمبر اکرم(ص) اور بزرگان بقیع کی قبور کی زیارت کے لیے شدّ رحال کرتے تھے (یعنی اس زیارت کے قصد سے سامان باندھتے) اور سفر کرتے تھے اور کسی کو کوئي اعتراض نہیں ہوتا تھا_
---

1) سنن ترمذی ، جلد 3 ص 371 (انہوں نے باب کا عنوان یہ رکھا ہے " باب ما جاء من الرخصة فی زیارة القبور" یعنی وہ باب جس میں زیارت قبور کی اجازت دی گئي ہے_

یہانتك کہ ساتویں صدی میں ابن تیمیّہ کا زمانہ آیا اور اس نے اپنے پیروکاروں کو اس بات سے منع کیااور کہا کہ " شدّ رحال" صرف تین مسجدوں کی زیارت کے لیے جائز ہے اور بقیہ مسجدوں کے لیے حرام ہے اور اس بارے میں دلیل کے طور پر ابوہریرہ کی اس حدیث کو نقل کیا کہ ابوہریرہ نے پیغمبر اکرم (ص) سے نقل کیا ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا :
" لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، مسجدی ہذا و مسجد الحرام و مسجد الاقصی " (1)
صرف تین مساجد کے لیئے رخت سفر باندھا جاتا ہے ایك میری مسجد اور دوسری مسجد الحرام اور تیسری مسجد الاقصی (1)
حالانکہ اولاً اس حدیث کا موضوع مساجد کے ساتھ مخصوص ہے نہ دوسرے مقامات کی زیارت کے ساتھ _ لہذا اس حدیث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کا مفہوم یہ ہوگا کہ تین مساجد کے علاوہ دیگر مسجدوں کے لیے سامان سفر نہیں باندھا جاتا ہے_
ثانیاً: یہ حدیث ایك اور طر ح بھی نقل ہوئي ہے اور اس نقل کے مطابق انکے مقصود پر اصلاً دلالت نہیں کرتی ہے وہ اسطرح کہ "تشدّ الرحال الی ثلاث مساجد" تین مساجد کے لیئے سامان سفر باندھا جاتا ہے" (1) اور یہ در حقیقت اس کام پر تشویق کرنا ہے_ اس تشویق سے دوسرے مقامات کی زیارت کی نفی نہیں ہوتی ہے کیونکہ ایك شے کے ثابت کرنے سے دوسری شے کی نفی نہیں ہوتی _ اور چونکہ معلوم نہیں ہے کہ اصل حدیث کا متن پہلی طرح یا دوسری طرح تھا اس لیے حدیث مجمل ہوجائیگی اور استدلال کے قابل نہیں رہے گي_

---

1) صحیح مسلم جلد 4 ص 126_
2) مصدر سابق_

ممکن ہے کوئي کہے کہ اسی کتاب میں دوسرے مقام پر یوں نقل کیا گیا ہے کہ " انّما یسافر الی ثلاثۃ مساجد" سفر صرف تین مساجد کے لیے جائز ہے"
لہذا شدّ رحال صرف تین مساجد کے لیے جائز ہے
اس سوال کا جواب واضح ہے اولاً: امّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ بہت سے دینی اور غیر دینی سفر مختلف مقاصد کے لیے جائز ہیں_ سفر صرف تین مساجد کے لیے منحصر نہیں ہے لہذا یہ حصر اصطلاحاً " حصر اضافی " ہے یعنی مساجد میں سے یہ تین مسجدیں ہیں جنکے لیے شدّ رحال کیا جاتا ہے _ ثانیاً : حدیث کا متن مشکوك ہے معلوم نہیں ہے کہ پہلا متن درست ہے یا دوسرا یا تیسرا_ اور یہ انتہائي بعید ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے اس مطلب کو تین مرتبہ مختلف الفاظ میں بیان کیا ہو_ ظاہراً یہ لگتا ہے کہ راویوں نے نقل بہ معنی کیا ہے لہذا اس حدیث میں ابہام پایا جاتا ہے اور جب کسی حدیث کا متن مبہم ہوتو اس کے ساتھ کیا گیا استدلال معتبر نہیں ہوتا ہے_

کیا قبور پر عمارت بنانا ممنوع ہے؟
صدیوں سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ مسلمان بزرگان اسلام کی قبور پر تاریخی اور عام عمارتیں تعمیر کرتے تھے اور ان کی قبور کی زیارت کے لیے آتے اوران سے متبرك ہوتے تھے اور اس بات پر کوئي اعتراض نہیں کرتا تھا_ حقیقت میں اس عمل پر مسلمانوں کا اجماع تھا اور اس سیرت عملی کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں تھا_
مورخین نے تاریخ میں جیسے مسعودی نے مروّج الذہب میں (کہ جنہوں نے چوتھی صدی میں زندگی گذاری ہے) او ر سیّا حوں جیسے ابن جُبیر اور ابن بطوطہ نے ساتویں اور آٹھویں صدی میں اپنے سفر ناموں میں اس قسم کی عظیم عمارتوں کا تذکرہ کیا ہے_

---

1)صحیح مسلم، ج4 ص 126_

یہانتك کہ ساتویں صدی میں ابن تیمیّہ اور بارہویں صدی میں انکے شاگرد محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوئے اور انہوں نے قبور پر ان عمارتوں کو بدعت، شرك اور حرام قرار دیا_
وہابیوں کے پاس چونکہ اسلامی مسائل کی تحلیل کے لیے علمی قدرت کم تھی اس لیے بالخصوص توحید اور شرك کے مسئلہ میں وسواس کا شکار ہوگئے _ انہیں جہاں بھی کوئي دستاویز ملی اس کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے_ اسی لیے زیارت ، شفاعت ، قبروں پر عمارات اور دیگر مسائل کو انہوں نے شریعت کے خلاف شمار کرتے ہوئے شرك اور بدعت کے ساتھ تعبیر کیا_ اور ان میں سے اہم ترین مسئلہ بزرگان دین کی قبروں پر تعمیرات کرانے کامسئلہ ہے آج بھی سوائے حجاز کے پوری دنیا میں سابقہ انبیاء اور بزرگان دین کی قبور پر عظیم تاریخی عمارتیں موجود ہیں جو بہت سی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تاریخی یادوں کو تازہ کرتی ہیں_
مصر سے لیکر ہندوستان تك اور الجزائر سے لیکر انڈونیشیا تك سب لوگ اپنے ملك میں موجود اسلامی آثار کا احترام کرتے ہیں اور بزرگان دین کی قبروں کے لیئےیك خاص اہمیت کے قائل ہیں_ لیکن حجاز میں ایسی بات نظر نہیں آتی ہے_ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اسلامی مفاہیم کی صحیح تحلیل نہیں کر پائے ہیں_

وہابیت کے ہاتھوں ثقافتی میراث کی نابودي
گذشتہ صدی میں سرزمین وحی پر ایك تلخ واقعہ رونما ہوا جس نے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیئےسلامی تاریخ کے آثار سے محروم کردیا اور وہ حادثہ وہابیت کا بر سر اقتدار آنا تھا_ تقریباً یہی (80) سال پہلے (1344 ھ ق) جب حجاز کیحکومت وہابیت کے ہاتھوں آئي تو انہوں نے ایك بے بنیاد سازش کے تحت تمام اسلامی تاریخ کی عمارتوں کو شرك یا بدعت کے بہانے سے

ویران کرکے خاك کے ساتھ یکساں کردیا_
البتہ انکی یہ جرا ت نہ ہوئي کہ پیغمبر(ص) گرامی اسلام کی قبر مطہر کو خراب کریں_ اس خوف سے کہ کہیں پوری دنیا کے مسلمان انکے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوں اور حقیقت میں ان تقیہ کے مخالفین نے دوسرے سب مسلمانوں سے تقیہ کیا مکہ مکرّمہ کے بعض سفروں کے دوران ہم نے دوستانہ ماحول میں وہابیت کے بزرگان سے یہ دریافت کیا کہ آپ نے سوائے روضہ رسول(ص) کے باقی سب قبور کو ویران کردیا ہے اس قبر کے باقی رکھنے کا راز کیا ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں انکے پاس کوئي عذر و بہانہ نہیں تھا_
بہرحال قوموں کی حیات مختلف امور کے ساتھ وابستہ ہے جن میں سے ایك انکی ثقافتی میراث اوراپنے دینی و علمی آثار کی حفاظت ہے_ جبکہ نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ سرزمین وحی بالخصوص مکہ اور مدینہ میں مسلمانوں کی غلط تدبیر کی وجہ سے ایك پسماندہ ذہنیت رکھنے والے کج سلیقہ اور متعصّب ٹولے نے اسلام کی انتہائي قیمتی میراث کو بوگس بہانوں کے ذریعہ برباد کر دیا ہے_ ایسی میراث جس کی ہر ایك عمارت اسلام کی پر افتخار تاریخ کو یاد دلاتی تھي_ صرف آئمہ اطہار (ع) اور جنت البقیع مینمدفون دوسرے بزرگوں کی قبروں کو ویران نہیں کیا گیا بلکہ اس ٹولے نے جہاں بھی کہیں اسلامی تاریخ کا کوئي اثر پایا اسے ویران کردیا_ اور اس سے ایك بہت بڑا ناقابل تلافی خسارہ مسلمانوں کے دامن گیر ہوا_
یہ تاریخی آثار ایك عجیب جاذبیّت رکھتے تھے_ اور انسان کو اسلامی تاریخ کی گہرائیونسے آشنا کرتے تھے_ جنت البقیع ایك وقت انتہائي با عظمت جلوہ رکھتا تھا اور اس کا ہر گوشہ ایك اہم تاریخی حادثہ کی یاد دلاتا تھا لیکن آج ایك ویران بیابان میں تبدیل ہوچکا ہے،

جو انتہائي عجیب لگتا ہے اور وہ بھی بڑے بڑے خوبصورت ہوٹلوں اور زرق برق والی عمارتوں کے درمیان اور زیاہ عجیب لگتا ہے_ اس کے لوہے کی سلاخوں کے دروازے صرف ایك دو گھنٹے کے لیئے وہ بھی فقط مرد زائرین کیلئے کھولے جاتے ہیں _

بہانے:

1_ قبروں کو مسجد نہیں بنانا چاہیے:

کبھی کہتے ہیں کہ قبروں پر عمارت بنانا انکی پرستش کا باعث بنتا ہے_ اور بنی اکرم(ص) کی یہ حدیث اس کے جائز نہ ہونے پر دلیل ہے" لعن الله الیهود اتّخذوا قبور انبیائهم مساجد" " اللہ تعالی نے یہودیوں پر لعنت کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا تھا"(1)
سب مسلمانوں پر واضح ہے کہ کوئي بھی اولیائے الہی کی قبروں کی پوجا نہیں کرتا ہے_ اور زیارت اور عبادت کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

درمیان واضح فرق ہے_ ہم جس طرح زندہ لوگوں کی زیارت و ملاقات کے لیے جاتے ہیں بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور اُن سے التماس دُعا کرتے ہیں ایسے ہی مردوں کی زیارت کے لیئے بھی جاتے ہیں اور بزرگان دین اور شہداء فی سبیل اللہ کا احترام کرتے ہیں اور اُن سے التماس دعا کہتے ہیں_
کیا کوئي بھی عاقل یہ کہتا ہے کہ زندگی میں بزرگوں کی زیارت اس طرح کرنا جس طرح کہ بتایا گیاہے عبادت یا کفر و شرك ہے؟ مرنے کے بعد بھی انکی زیارت اسی طرح ہے_
---

1) صحیح بخاري، جلد1، ص 110 یہی حدیث " و النصاری " کے لفظ کے اضافہ کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی آئي ہے (جلد 2، ص 67)_

پیغمبر اکرم (ص) جنت البقیع میں قبروں کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور کتب اہلسنت میں بھی بہت سی روایات پیغمبر اکرم (ص) کی قبراور دیگر قبور کی زیارت کے بارے میںذکر ہوئي ہیں_ اگر اللہ تعالی نے یہودیوں پر لعنت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ (سجدہ کا مقام) قرار دیا تھا_ جبکہ کوئي بھی مسلمان کسی قبر کو اپنا سجدہ کا مقام قرار نہیں دیتا ہے_ قابل توجہ بات یہ ہے کہ آج بھی پیغمبر اسلام (ص) کا روضہ مبارك، مسجد نبوی کے ساتھ موجود ہے اور تمام مسلمان حتی کہ وہابی بھی اس روضہ مقدسہ (مسجد نبوی کے اس حصے مینجو آنحضرت(ص) کی قبر مبارك سے متّصل ہے) کے ساتھ پانچ وقت واجب نمازیں اور اس کے علاوہ مستحبی نمازیں پڑھتے ہیں اور آخر میں پیغمبر اکرم (ص) کی قبر کی زیارت کرتے ہیں _ کیا یہ کام قبروں کی پوجا شمار ہوتا ہے اور حرام ہے؟ یا یہ کہ پیغمبر اکرم(ص) کی قبر اس حرمت سے مستثنی ہے؟ کیا غیر خدا کی پوجا کی حرمت کی دلیلیں بھی قابل استثناء ہیں؟
یقینا قبروں کی زیارت انکی عبادت شمار نہیں ہوتی ہے اور پیغمبر اکرم (ص) کی قبر مبارك کے ساتھ یا دیگر اولیاء الہی کی قبروں کے نزدیك نماز پڑھنے میں کوئي حرج نہیں ہے اور مندرجہ بالا حدیث ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو واقعاً قبروں کی پوجا اور پرستش کرتے تھے _جو لوگ شیعوں کی اپنے آئمہ اطہار کی قبور کی زیارت کے ساتھ آشنا ہیں وُہ جانتے ہیں کہ جب واجب نمازوں کے اوقات میں مؤذن اذان دیتا ہے تو سب رو بہ قبلہ کھڑے ہو کر ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ انجام دیتے ہیں_ اور زیارت کرتے وقت سب سے پہلے سو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں اور زیارت کے بعد دو رکعت نماز زیارت رو بہ قبلہ انجام دیتے ہیں تا کہ ابتدا اور انتہاء میں روشن ہوجائے کہ پرستش صرف اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے_

لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ کچھ خاص مقاصد کی خاطر تہمت، افتراء اور جھوٹ کے دروازے کھول دیئےے ہیں اور وہابی حضرات جوکہ اقلّیت میں ہیں اپنے تمام مخالفین پر قسم قسم کی تہمتیں لگاتے ہیں_ انکی باتوں کی بہترین توجیہہ ہم یہی کرسکتے ہیں کہ یہ لوگ کم علمی کی وجہ سے مسائل کی درست تحلیل نہیں کر سکتے اور توحید و شرك کی حقیقت کو خوب سمجھ نہیں پائے ہیں اور انہینعبادت و زیارت میں واضح طور پر فرق معلوم نہیں ہوسکا ہے_

2_ایك اور بہانہ:
صحیح مسلم سے ایك حدیث نقل کرتے ہیں کہ ابوالھیّاج نے پیغمبر اکرم(ص) سے اسطرح حدیث نقل کی ہے:
" قال لی علی ابن ابی طالب ا لا ابعثك علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ ا ن لا تدع تمثالاً الّاطمستہ و لا قبراً مشرفا الا سوّیتہ" (1)
" حضرت علی نے مجھے فرمایا کیا تجھے وہ ذمہ داری سونپوں جو مجھے رسول خدا(ص) نے سونپی تھي: کہ جہاں (ذی روح) کی تصویر دیکھو مٹادو او ر جہاں کہیں اُبھری ہوئي قبر دیکھو اسے صاف کردو"
اس حدیث سے غلط مفہوم نکالنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے بیلچے اٹھالیے اور تمام بزرگان دین کی قبریں ویران کردیں_ صرف پیغمبر اکرم(ص) اور پہلے و دوسرے خلیفہ کی قبریں باقی رہنے دیں اور ایسے استثناء کے قائل ہوئے جس پر کوئي دلیل موجود نہیں ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

---

1) صحیح مسلم، جلد 3 ص 61 یہ روایت اہلسنت کے بعض دیگر مصادر میں بھی نقل ہوئي ہے_

لیکن اولا: اس حدیث کی سند میں کئي افراد ایسے ہیں جو رجال اہلسنت کے مطابق بھی مورد تائید نہیں ہیں اور ان میں سے بعض دھوکہ و فریب دینے والے شمار ہوتے ہیں جیسے بالخصوص " سفیان ثوری " اور " ابن ابی ثابت"
ثانیاً: بالفرض اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ قبر کی پشت صاف ہونی چاہئے (مچھلی کی پشت کی طرح ابھری ہوئي نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ کفار کی رسم تھی) اور بہت سے اہل سنت فقہاء نے فتوی دیا ہے کہ قبر کی پشت صاف اور مسطّح ہونی چاہیے اور یہ بات مذکورہ بحث کے ساتھ مربوط نہیں ہے_
ثالثاً: فرض کرلیتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قبر زمین کے ساتھ ہم سطح ہونی چاہیے اور بالکل اُبھری ہوئي نہیں ہونی چاہیے _ لیکن اس مسئلہ کا قبروں پر عمارت بنانے سے کیا تعلق ہے؟ فرض کیجئے پیغمبر اکرم(ص) کی قبر مبارك کا پتھر زمین کے ساتھ ہم سطح اور اس کے ساتھ ساتھ یہ روضہ گنبد اور بارگاہ جو آجکل موجود ہے یہ بھی باقی ہو ان دونوں کے درمیان کیا منافات ہے؟
جسطرح قرآن مجید میں پڑھتے ہیں کہ جس وقت اصحاب کہف کا راز فاش ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ ان کی قبروں پر عمارت بنائیں گے_ قرآن مجید یوں فرماتا ہیں " قال الذین غَلبُوا علی أَمرہم لنتّخذّن علیہم مسجداً" جو لوگ انکے واقعہ سے آشنا تھے کہنے لگے ان کے مقام پر مسجد بنائیں گے _(1)
قرآن مجید نے مثبت اندازمیں اس داستان کو نقل کیا اور اس پر اعتراض نہیں کیاہے_ اس کا مطلب یہ ہے کہ بزرگان کی قبروں کے ساتھ مسجد بنانے میں کوئي حرج نہیں ہے_
---

1) سورۃ کہف آیت 21_

بزرگان دین کی قبور کی زیارت کے مثبت آثار

اگر لوگوں کو صحیح تعلیم دی جائے کہ ہر قسم کے افراط وتفریط سے پرہیز کرتے ہوئے ان مزاروں کے پاس یاد خدا میں رہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اولیائے الہی کی افکار سے الہام لیں تو یقیناً یہ قبریں تعلیم و تربیت کا مرکز اور اللہ تعالی کی طرف توبہ اور تہذیب نفوس کا محور بن جائیں گیں_
یہ بات ہمارے لیے تجربہ شدہ ہے کہ ہر سال آئمہ اطہار اور شہدائے راہ حق کی قبور کی زیارت کو جانے والے لاکھوں زائرین، بہتر جذبہ اور نوراني، صاف اور پاکیزہ دل کے ساتھ واپس آتے ہیں اور اس زیارت کی نوارنیت ،کافی عرصہ تك انکے عمل سے نمایاں ہوتی ہے_ اور جب یہ لوگ ان بزرگان کو درگاہ ربُّ العزّت میں شفاعت کے لیے پکارتے ہیں اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی توبہ اور دینی و دنیوی حاجات طلب کرتے ہیں تو روحانی اورمعنوی رابطہ برقرار کرنے کی خاطرانکے لیے ضروری ہوتا ہے کہ حتماً گناہوں سے دوری اختیار کریں اور نیکی و پاکی کے راستے پر چلیں_ اسطرح یہ توسّل انکی نیکی کا باعث بنتا ہے_
علاوہ بر این بزرگان کی طرف یہ توجّہ اور توسّل اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں ان سے شفاعت طلب کرنا انسان کو مشکلات کے مقابلے میں باہمت بناتا ہے اور مایوسی و ناامیدی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اور اس کے جسمانی و روحانی درد و غم کا مداوا بنتا ہے_ اس کے علاوہ اور بہت سی برکتوں کا موجب بنتا ہے_
ہم زیارت، شفاعت اور توسّل والے مسائل میں کج فہمی کی وجہ سے کیوں لوگوں کو ان روحانی وجسمانی اور معنوی برکتوں سے محروم کریں؟ کونسی عقل سلیم اس بات کی اجازت دیتی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے؟ ان روحانی و معنوی منزلوں کو طے کرنے سے روکنا عظیم خسارے اور نقصان کا موجب بنے گا_ لیکن کیا کریں افسوس یہ ہے بعض لوگوں کے توحید و شرك کے مسئلہ میں بے جا وسواس نے بہت سے لوگوں کو اس عظیم فیض سے محروم کردیا ہے_

3:تبرّك کو چاہنا اور طلب کرناممنوع ہے_
بہانہ دیگر : جو لوگ بزرگان کی قبروں کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور ان قبور سے متبرك ہوتے ہیں اور کبھی قبر یا ضریح کو چومتے ہیں_ اس سے شرك کی بو آتی ہے_ اس لیئےاجی صاحبان نے دیکھا ہوگا کہ پیغمبر اکرم (ص) کی قبر مبارك کے نزدیك ہر طرف سرسخت سپاہی کھڑے ہوتے ہیں اور نبي(ص) کے عاشقوں کو ان کی ضریح اور قبر مطہّر کی طرف کھلنے والی جالی کے نزدیك جانے سے روکتے ہیں _کبھی اس حرمت کو " ابن تیمیہ" اور " محمد ابن عبدالوہاب" کی طرف نسبت دیتے ہیں_ ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ دو افراد کہ جو وہابیت کے بانی ہیں رسولخدا(ص) کے زمانے میں ہوتے اور صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے موقع پر اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ جب آنحضرت(ص) وضو کرتے تو اصحاب کرام ایك دوسرے سے آگے بڑھ کر وضو کا پانی لینے کی کوشش کرتے تا کہ ایك قطرہ بھی زمین پر نہ گرے(1)
ایسا منظر دیکھ کر اگریہ افراد زبان سے اعتراض نہ کرسکتے تو دل ہی دل میں ضرور کڑھتے اور یوں کہتے کہ یہ کام پیغمبر اکرم (ص) اور صحابہ کرام کی شان کے مطابق نہیں ہے اس سے تو شرك کی بو آتی ہے
---

1) یہ مسئلہ پیغمبر اکرم(ص) کی زندگی میں کئي مرتبہ وقوع پذیر ہوا (صحیح مسلم، جلد 4 ، ص 1943 اور کنز العمال ،جلد 16 ص 249 کی طرف رجوع کیاجائے)_

اور یا اگریہ لوگ نبی اکرم (ص) کی رحلت کے بعد مدینہ میں ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ آنحضرت(ص) کے سب سے پہلے میزبان جناب ابوایوب انصاری قبر مبارك پر رخسار رکھ کے تبرك حاصل کرتے تھے_(1) یا حضرت بلال مؤذّن آنحضرت (ص) کی قبر کے نزدیك بیٹھ کر شدید گریہ کرتے تھے اور شدت غم کیوجہ سے اپنا چہرہ قبر مبارك پر رگڑ تے تھے_(2) وہابی حضرت، بلال اور ابو ایوب انصاری کا گریبان پکڑ کر انہیں دور دھکیلتے کہ یہ کام شرك ہے_ وہی کام کہ جو آجکل اس مکتب کے پیروکار رسولخدا(ص) کے زائرین کے ساتھ کرتے ہیں_
حالانکہ تبرك حاصل کرنے کا پرستش و پوجا کے ساتھ ذرہ بھر بھی کوئي تعلق نہیں ہے بلکہ اس تبرك کا مطلب ایك قسم کا احترام و ادب ہے_ اس امید کے ساتھ کہ جس خدا نے اپنے رسول(ص) کو مبعوث فرمایا ہے اس ادب و احترام کی خاطر زیارت کرنیوالے پر اپنی رحمت و برکت نازل فرمائے_

علمائے اسلام کی اہم ذمہ داري:
اس وجہ سے کہ عوام الناس کے بعض کاموں کی وجہ سے مخالفین کو بہانہ مل جاتا ہے اس لیے تمام علماء اعلام اور دانشمند حضرات کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ عوام کو پیغمبر اکرم(ص) ، آئمہ بقیع اور دیگر آئمہ اطہار و شہدائے اسلام کی قبور مبارکہ کے نزدیك غیر سنجیدہ حرکات کرنے سے روکیں اور انہیں زیارت، توسّل ، تبرك اور شفاعت کے حقیقی مفہوم کی تعلیم دیں_
---

1) مستدرك الصحیحین ، جلد 4 ، ص 560_
2) تاریخ ابن عساکر، جلد 7 ص 137_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تمام لوگوں پر یہ واضح کردیں کہ تمام امور اللہ تعالی کے اختیار میں ہیں اور وہی ذات مسبّب الاسباب ،قاضی الحاجات، کاشف الکربات اور کافی المہمات ہے_ اگر ہم پیغمبر اکرم (ص) اورآئمہ اطہار کے ساتھ توسل کرتے ہیں تو یہ ذوات مقدّسہ بھی اذن پروردگار اور اس کی مدد کے ساتھ ہر کام انجام دیتے ہیں_ یا اس کے حضور ہماری شفاعت اور اس سے ہماری حاجات کے برآنے کا تقاضا کرتے ہیں_
عوام میں سے بعض لوگوں کا ان قبور مقدسہ کے سامنے سجدہ کرنا یا ایسے جملے ادا کرنا جن سے انکی الوہیّت کی بو آتی ہو یا ضریح پر کسی چیز سے گرہ لگانا و غیرہ یہ تمام ناشائستہ امور ہیں اور ان سے مشکل ایجاد ہوتی ہے_ اور ایك مثبت اور انتہائي تعمیری کام (زیارت) کا چہرہ مسخ ہوجاتا ہے اور تجھ مجھ کو بہانہ مل جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تمام لوگوں کو زیارت کی برکتوں سے محروم کردیتے ہیں_

شیعہ جواب دیتے ہیں

103
5

نکاح موقّت (مُتعہ)

105

متعہ یا ازدواج موقت

تمام علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ متعہ پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے میں ایك عرصہ تك رائج تھا_ ایك گروہ قائل ہے کہ یہ خلیفہ ثانی کے دور میں خود اس کے توسط سے اور دوسرا گروہ قائل ہے کہ خودپیغمبر اکرم(ص) کے زمانے میں متعہ کو دوبارہ حرام کردیا گیا تھا_ اور ہم مکتب اہلبیتکے پیروکاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متعہ ہرگز حرام نہیں ہوا ہے اور اس کا جواز باقی ہے (البتہ مخصوص شرائط کے ساتھ)
اس عقیدہ میں بہت کم اہلسنت ہمارے ساتھ متفق ہیں جبکہ انکی اکثریت اس مسئلہ میں ہمارے مخالف ہے _ بلکہ ہمیشہ ہمیں اس بات کا طعنہ دیتے اور اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اس مسئلہ میں نہ صرف اعتراض کا مقام نہیں بلکہ یہ بہت سی اجتماعی مشکلات کے حل کرنے میں ایك اہم کردار ادا کرتا ہے_
اس مطلب کی وضاحت آئندہ ابحاث میں بیان کی جائیگي_

ضرورت اور نیاز
بہت سے لوگ (بالخصوص جوان لوگ) دائمی نکاح اور شادی کی قدرت نہیں رکھتے ہیں کیونکہ عام طور پر شادی کرنے کے لیئے مقدمات، اخراجات اور بہت سی ذمہ داریوں کو قبول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ایك بڑی تعداد کے لیے شرائط ابھی آمادہ اور میسر نہیں ہیں_

106
مثال کے طور پر :
1_ بہت سے جوان اپنے تعلیمی دور میں شادی کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں (بالخصوص ہمارے زمانے میں تو تعلیمی دورانیہ طولانی ہوچکا ہے) کیونکہ نہ تو ان کی کوئي ملازمت و غیرہ ہے اور نہ ہی رہائشے کے لیئے کوئي مناسب مکان اور نہ دیگر اخراجات، جس قدر بھی سادگی کے ساتھ شادی کرنا چاہیں پھر بھی بنیادی وسائل فراہم نہیں ہیں_
2: بعض افراد شادی شدہ ہیں لیکن بیرون ممالك سفر پر جاتے ہیں اور انکے سفر لمبے ہوجاتے ہیں_ وہاں وہ جنسی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محرومیّت کا شکار ہوجاتے ہیں کیونکہ نہ تو اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاسکتے ہیں اور نہ ہی اس ملك میں دوسری شادی کر سکتے ہیں_
3: بعض لوگ ایسے ہیں جنکی بیویاں مختلف بیماریوں یا مشکلات کا شکار ہوجاتی ہیں اور اس وجہ سے وہ اپنے شوہروں کی جنسی خواہشات کو پورا نہینکرسکتی ہیں_
4: بہت سے فوجی ایسے ہیں جو بارڈر و غیرہ کی حفاظت کے لیے یا کسی اور مناسبت سے لمبی ڈیوٹی پر اپنے گھر سے دور چلے جاتے ہیں اور وہاں جنسی مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں_
اور جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائیگاپیغمبر اکرم (ص) کے زمانے میں بھی بہت سے اسلامی فوجیوں کے لیئےہی مشکل پیش آئي اور اسی وجہ سے متعہ کو حلال کیا گیا_
5: بعض اوقات حمل کے دوران یا بعض دیگر وجوہات کی بناء پر انسان مجبور ہوجاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لیئےپنی بیوی کے ساتھ جنسی روابط ترك کردے اور ممکن ہے شوہر جو ان بھی ہو اور اس محرومیت میں گرفتار ہو_
اس قسم کی اجتماعی ضروریات اور مشکلات ہمیشہ تھیں اور ہمیشہ رہیں گی اور یہ مسائل صرف

پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے کے ساتھ مخصوصنہیں ہیں بلکہ ہمارے زمانے میں تحریك جنسی کے عوامل کی زیادتی کی وجہ سے یہ مسائل شدت اختیار کرچکے ہیں_
ایسے موقع پر لوگوں کے سامنے دو راستے کھلے ہیں_ یا تو معاذ اللہ بدکاری اور گناہوں میں آلودہ ہو جائیں یا ایك سادہ سے نکاح یعنی متعہ سے استفادہ کریں کیونکہ اس میں شادی کی مشکلات و مسائل بھی نہیں ہیں اور دوسری طرف یہ وقتی طور پر انسان کی جنسی ضروریات کو پورا کرتا ہے _پارسائي کا مشورہ دینا اور دونوں راستوں سے چشم پوشی کرنا اگرچہ اچھا مشورہ ہے لیکن بہت سے مقامات پر قابل عمل نہیں ہے اور کم از کم بعض افرادکیلئے صرف ایك خیالی راستہ ہے_

نکاح مسیار:
دلچسپ بات یہ ہے کہ حتی متعہ کے منکر علماء (یعنی اکثر اہلسنت برادران) جب جوانوں اور دیگر محروم لوگوں کی طرف سے دباؤ کا شکار ہوئے تووہ تدریجاً ایك نکاح کے قائل ہوگئے جو متعہ کے مشابہ ہے اور اسے وہ " ازدواج مسیار" کا نام دیتے ہیں _ گرچہ اس نکاح کا نام نکاح موقت یعنی متعہ نہیں ہے لیکن عمل میں یہ متعہ کے ساتھ کوئي فرق نہیں کرتا ہے_
پس اسطرح وہ علماء بھی اجازت دیتے ہیں کہ یہ ضرورت مند انسان اس عورت کے ساتھ دائمی نکاح کر سکتا ہے حالانکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ کچھ مدت کے بعد اسے طلاق دے دے گا اور اس کے ساتھ یہ شرط کرتا ہے کہ وہ نفقہ کا حق نہیں رکھے گی اور نہ ہی رات ساتھ سونے اور وراثت کا حق رکھے گی یعنی بالکل متعہ کے مشابہ ہے_ فرق صرف اتنا ہے کہ اس نکاح مسیار میں طلاق کے ذریعہ دونوں جدا ہوتے ہیں جبکہ متعہ میں باقی ماندہ مدت کو بخشنے کے ذریعے یا

نکاح کی مدت ختم ہوجانے کے ذریعے مرد و عورت ایك دوسرے سے جدا ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے ابتداء سے ہی عقد میں ایك محدود مدت معین کی تھي_
اوراس سے بڑھ کر بھی دلچسپ یہ ہے کہ ماضی قریب میں ہی بعض اہلسنت جوانوں نے کہ جنہیں شادی کی مشکل تھی اور وہ مسائل سے دوچار تھے، انٹرنیٹ کے ذریعے ہمارے ساتھ رابطہ کیا ہے اور سوال کیا کہ کیا ہم متعہ کے مسئلہ میں شیعہ مجتہد کے فتوی پر عمل کر سکتے ہیں؟ ہم نے جواب دیا جی ہاں آپ اس مسئلہ میں شیعہ مسلك کے مطابق عمل کر سکتے ہیں_
جو لوگ متعہ کا انکار کرتے ہیں اور نکاح" مسیار" کو اختیار کرتے ہیں در حقیقت وہ متعہ پر عمل کر رہے ہیں صرف اس کا نام نہیں لینا چاہتے ہیں
ہاں " ضروریات" انسان کو " حقائق" کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں اگرچہ اس کا نام زبان پر نہ لائیں_
پس یوں نتیجہ لیتے ہیں کہ جو لوگ متعہ کی مخالفت پر اصرار کرتے ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر برائیوں اور بدکاریوں کے لیئےاہ ہموار کر رہے ہیں مگر یہ کہ متعہ کے مشابہ " نکاح مسیار" کا فتوی دیں_ اسی لیے آئمہ اطہار (ع)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی روایات میں یہ بات بیان ہوئي ہے " کہ بعض لوگ اسلامی طریقہ کے مطابق نکاح موقت " کی مخالفت نہ کرتے تو کوئي بھی زنا سے آلودہ نہ ہوتا"(1)

---

1) امام صادق (ع) فرماتے ہیں " لو لا ما نہی عنہا عمر ما زنی الاشقیّ" (وسائل الشیعہ جلد 14 ص 420 حدیث 24) اہلسنت کی کتاب میں بھی یہ حدیث کثرت کے ساتھ بیان ہوئي ہے_ قال علی _ " لو لا انّ عمر نہی عن المتعۃ ما زنی الا شقیّ" (تفسیر طبری ،جلد 5 ،ص 119 ; تفسیر در المنثور، جلد 2 ،ص 140 و تفسیر قرطبی ،جلد 5 ،ص 130)_

109

اسی طرح جولوگ اس متعہ سے سوء استفادہ کرتے ہیں (حالانکہ یہ محروم لوگوں کی ضروریات اور مسائل کے حل کے لیئےریعت کی طرف سےتجویز ہوا ہے) اور لوگوں کی نظروں میں اس کا چہرہ مسخ کرتے ہیں اور اسے اپنی ہوس رانی کے لیئے استعمال کرتے ہیں وہ بھی اسلامی معاشروں میں برائي اور زنا کی راہ ہموار کرنے میں مدد کر رہے ہیں اور گناہ میں آلودہ لوگوں کے ساتھ شریك ہیں کیونکہ یہ لوگ عملا متعہ کے صحیح استعمال کی راہ میں رکاوٹ ہیں_

بہرحال اسلام کہ جو الہی قانون ہے اور انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے اور انسان کی تمام ضروریات کو احاطہ کیے ہوئے ہےممکن نہیں ہے کہ متعہکا مسئلہ اسلام کے احکام میں بیان نہ ہوا ہو جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائیگا_ نکاح موقت پر قرآن مجید بھی شاہد ہے اور احادیث نبوی میں بھی یہ مسئلہ بیان ہوا ہے اور اصحاب کی ایك جماعت کا عمل بھی اس پر رہاہے_ ہاں بعض لوگ اس اسلامی حکم کے منسوخ ہوجانے کے قائل ہیں اور جیسا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ نسخ کے قائلین کے پاس کوئي معقول اور قانع کنندہ دلیل موجود نہیں ہے_

متعہ کیا ہے؟

بعض ناآگاہ لوگ " نکاح موقت " کو انتہائي مسخ چہرے کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اسے " گناہ، فحشاء اور جنسی آزادی کو قانونی شکل دینے" کے مترادف شمار کرتے ہیں

اگر اس قسم کے لوگ سب کے سب عوام الناس میں سے ہوتے تو کوئي مشکل نہیں تھی لیکن افسوس یہ ہے کہ اہلسنت کے بعض علماء بھی اس قسم کی نازیبا نسبتیں دیتے ہیں_ یقیناً شدید مذہبی تعصب انہیں اپنے مد مقابل کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے اور شاید

110

بعض علماء نے تو اس مسئلہ میں شیعوں کی کتب کی ایك سطر کا بھی مطالعہ نہ کیا ہو اور اسی بات پر ہمیں افسوس ہے_ اس لیے ہم اس مختصر سی کتاب میں نکاح موقت کی شرائط اور اس کا نکاح دائم کے ساتھ فرق واضح الفاظ میں بیان کریں گے تا کہ سب پر حجت تمام ہوجائے_

نکاح موقت اکثر شرائط و احکام میں نکاح دائم ہی کی طرح ہے_

1_ مرد و عورت دونوں مکمل رضایت اور اختیار کے ساتھ بغیر کسی جبر کے ایك دوسرے کو میاں بیوی بننے اور شادی کے لیئے قبول کریں_

2_ عقد کا صیغہ لفظ"نکاح" " ازدواج" یا " متعہ" کے ذریعے جاری کیا جائے اس کے علاوہ دوسرے الفاظ کافی نہیں ہیں_

3_ اگر لڑکی باکرہ ہو تو ولی کی اجازت ضروری ہے اگر باکرہ نہ ہو تو اجازت شرط نہیں ہے_

4_ عقد کی مدّت اور حق مہر دقیق اور واضح طور پر معین کیا جائے_ اگر مدت کو نکاح کے درمیان بیان کرنا بھول جائے تو بہت سے فقہاء کے فتوی کے مطابق یہ عقد، نکاح دائم میں تبدیل ہوجائیگا (اور یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہر دو نکاح کی حقیقت ایك ہی ہے صرف مدت کے ذکر کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے فرق ہے) (توجہ فرمایئے

5_ مدت کا اختتام، طلاق کی مثل ہے بلافاصلہ عورت کو عدّت گزارنا ہوگی (البتہ اگر آمیزش واقع ہوئي ہے)

6: عقد دائم کی عدت تین مرتبہ ماہواری کا دیکھنا ہے یعنی تیسری مرتبہ ماہواری دیکھنے کے بعد عدت تمام ہوجائیگي_ لیکن عقد موقّت کی عدت دو مرتبہ ماہواری کا دیکھنا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

7: عقد متعہ سے پیدا ہونے والے بچے شرعی حوالے سے اولاد شمار ہوتے ہیں_ انکے لیئےمام وہی احکام ہیں جو عقد دائم سے پیدا ہونے والے بچوں کے احکام ہیں_ اور اسی طرح یہ بچے ماں، باپ، بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے وراثت بھی پائینگے_ ان بچوں اور دائمی شادی سے پیدا ہونے والے بچوں کے حقوق میں کوئي فرق نہیں ہے_
یہ بچے بھی ماں،باپ کی کفالت میں رہیں گے ان کے تمام اخراجات اور نفقہ نکاح دائمی سے ہونے والے بچوں کی طرح لازمی ہے کہ ادا کئے جائیں_
بعض لوگ یہ شرائط سُن کر شاید حیران ہوں _ انکا حق بنتا ہے کیونکہ متعہ کے بارے غلط اور عوامانہ ذہنیت بنائي گئي ہے _شاید لوگ اسے مخفی ، ناجائزاور غیر قانونی شادی تصوّر کرتے ہیں ، یعنی ایك لفظ میں کہا جائے تو اسے جو زنا کے مشابہ خیال کرتے ہیں_ حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے_
ہاں ان دو نکاحوں کے درمیان میاں بیوی کے حقوق کے لحاظ سے کچھ فرق ہے_ اس نکاح میں عقد دائم کی نسبت آپس کے تعہد اور ذمہ داریاں بہت کم ہیں_ کیونکہ اس نکاح کا مقصد ہی سہولت اور قوانین کا بہت سخت نہ ہونا ہے_ من جملہ :
1_ بیوی عقد متعہ میں نفقہ اور وراثت کی حقدار نہیں بنتي_ البتہ بعض فقہاء قائل ہیں کہ یہ اُس صورت میں ہے جب نکاح میں نفقہ اور وراثت کی شرط نہ لگائي جائے یعنی اگر نکاح میں یہ شرط رکھ دی ہے تو پھر اس شرط کے مطابق عمل کرنا ہوگا_
2_ اس نکاح میں عورت آزاد ہے کہ گھر سے باہر جاکر کام (ملازمت) کرسکتی ہے _اس کے لیے شوہر کی اجازت شرط نہیں ہے جب تك یہ کام شوہر کے حقوق کو تلف نہ کرتا ہو_ لیکن عقد دائم میں بیوی کیلئے شوہر کی رضایت کے بغیر باہر ملازمت کرنا جائز نہینہے_
3: اس نکاح میں مرد پر واجب نہیں ہے کہ رات کو اپنی بیوی کے پاس رہے_

مذکورہ احکام میں غور و فکر کرنے سے بہت سے سوالات، غیر منصفانہ قضاوت، شبہات اور تہمتوں کا جواب روشن ہوجائیگا_اور اسلام کے اس حکیمانہ اور مقدس حکم کے بارے میں بنائي گئي غلط ذہنیت خودبخود ختم ہوجائیگي_ اور اس گفتگو سے یہ بات بھی بالکل واضح و روشن ہوجاتی ہے کہ اس نکاح موقّت کا زنا اور دیگر عفت کے منافی اعمال کے ساتھ کوئي واسطہ نہیں ہے_ جو لو گ ان دونوں کا آپس میں قیاس کرتے ہیں وہ یقیناً ناآگاہ ہیں اور انہیں نکاح متعہ کی حقیقت اور شرائط کے بارے میں بالکل معلومات نہیں ہیں_

سوء استفادہ:
ہمیشہ مثبت امور سے سوء استفادہ بد زبان لوگوں کی زبان کھولتا اور بہانہ گروں کو بہانہ فراہم کرتا ہے تا کہ اسے بہانہ بنا کر مثبت امور کے خلاف کام کریں اور اپنا زہر اگلیں_
نکاح متعہ بھی اس قسم کی بحثوں کا ایك روشن مصداق ہے_
انتہائي افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض ہوس پرستوں نے اس نکاح متعہ کو جو کہ حقیقت میں ضروریات کی گرہ کھولنے اور اجتماعی مشکلات کو حل کرنے کے لیئے تشریع کیا گیا تھا، بازیچہ بنادیا ہے اور بے اطلاع لوگوں کے سامنے اس کا چہرہ مسخ کرکے مخالفین کو بہانہ فراہم کیا ہے_ جس کی وجہ سے یہ حکیمانہ حکم تنقید کا نشانہ بن گیا ہے_
لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کونسا حکم ہے جس سے ایك دن ضرور سوء استفادہ نہ کیا گیا ہو اور وہ کونسا نفیس سرمایہ ہے جس سے نا اہل غلط طور پربہرہ مندنہ ہوئے ہوں؟
اگر لوگوں نے ایك دن جھوٹ اور دھوکے سے قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کیا تا کہ اپنی ظالم حکومت کا دفاع کرسکیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم قرآن مجید کو چھوڑ دیں؟

یا اگر ایك دن منافقین نے مسجد ضرار بنادی جس کے ویران کرنے اور جلانے کا حکم خود پیغمبر اسلام(ص) نے صادر فرمایا تو کیا اس کامطلب یہ ہے کہ ہم مسجد سے کنارہ کشی اختیار کرلیں؟
بہرحال ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ بعض نادان لوگوں نے اسلامی حکم سے سوء استفادہ کیا ہے لیکن چند بے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نمازیوں کی وجہ سے مسجد کو تالا نہیں لگایا جاسکتا ہے_
اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہوس پرستوں کے لیئے راستہ بند کیا جائے اور اس نکاح متعہ کے لیئےحیح راہ حل نکالا جائے_
بالخصوص ہمارے زمانے میں یہ کام منظّم اور دقیق راہ حل کے بغیر ممکن نہیں ہے_ لہذا ضروری ہے کہ بعض شائستہ اور ماہر شخصیات اور اہل خبرہ لوگ اس مسئلہ کے لیئےيك کار آمد اور قابل اجراء قانون نامہ لکھ کرشیاطین کے ہاتھ قطع کردیں اور اس حکیمانہ حکم کے خوبصورت چہرہ کو آشکار کردیں_ تا کہ دو گروہوں کے لیئےاستہ بند ہوجائے_ ایك ہوس پرست گروہ اور دوسرا تنقید کرنے والا کینہ توزٹولہ_

نکاح متعہ، قرآن و سنّت اور اجماع کی روشنی میں:
قرآن مجید میں نکاح موقّت کو " متعہ" کے عنوان کے ساتھ سورہ نساء کی آیت نمبر 24 میں بیان کیا گیا ہے_ ارشاد باری تعالی ہے " فَمَا استَمتَعتُم بہ منہُنَّ فَاتُوہُنَّ أُجورَہُنَّ فَریضَۃً" پس جن خواتین کے ساتھ تم متعہ کرو انکا حق مہر انہیں ادا کرو" اور اہم نکتہ یہ ہے کہ رسولخدا(ص) سے نقل شدہ بہت سی احادیث میں " متعہ" کا لفظ، نکاح موقت کے لیئےستعمال کیا گیا ہے (جیسا کہ آئندہ ابحاث میں یہ روایات قارئین کی نظروں سے گزریں گي) اس کے علاوہ فقہاء اسلام کی کتابوں میں چاہے وہ شیعہ ہوں یا سُنّی ہر جگہ نکاح

موقت کو " متعہ" کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے_ پس اس بات کا انکار مسلّمات کا انکار شمار ہوگا (فقہاء کے بعض کلمات بھی آئندہ اوراق میں آپکی خدمت میں پیش کیے جائینگے)
اس کے باوجود بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ اس آیت میں " استمتاع" کا لفظ " لذت اٹھانے" اور ہمبستری کرنے" کے معنی میں استعمال ہوا ہے_ اور کہتے ہیں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس وقت تم بیویوں سے جنسی استفادہ کرو تو انکا حق مہر ادا کیا کرو_اس بات میں دو واضح اعتراض ہیں:
اولاً: حق مہر کی ادائیگی کا وجوب، عقد اور نکاح پر موقوف ہے_ یعنی نکاح ہونے کے فوراً بعد عورت اپنے پورے حق مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کرسکتی ہے چاہے ہمبستری نہ ہی کی ہو حتی خوش فعلی بھی واقع نہ ہوئي ہو (ہاں اگر ہمبستری سے پہلے طلاق واقع ہوجائے توطلاق کے بعد حق مہر آدھا ہوجاتا ہے) (غور فرمایئے
ثانیا: جیسا کہ کہا ہے کہ متعہ کی اصطلاح شریعت کی عرف میں، شیعہ اور سنّی فقہاء کے کلمات اور احادیث کی زبان میں " نکاح موقّت" کے معنی میں استعمال ہوتی ہے_ اس بات کی ادلّہ مفصل طور پر آپ کے سامنے پیش کی جائیں گي_
مشہور مفسّر مرحوم طبرسي، تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں وضاحت فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں دو نظریے ہیں، 1_ ایك اُن لوگوں کا نظریہ ہے جو استمتاع کو " لذت اٹھانے" کے معنی میں تفسیر کرتے ہیں_ اس کے بعد انہوں نے بعض اصحاب یا تابعین وغیرہ کو اس نظریہ کے قائلین کے طور پر پیش کیا ہے 2_ دوسرا اُن لوگوں کا نظریہ ہے جو قائل ہیں کہ یہ آیت عقد متعہ اور نکاح موقت کے بارے میں نازل ہوئي ہے اور اسے انہوں نے ابن عباس و سدی و ابن مسعود اور تابعین کے ایك گروہ کا نظریہ قرار دیا ہے_

اس کےبعد وہتفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دوسرا نظریہ واضح ہے کیونکہ متعہ اور استمتاع کا لفظ شریعت کی عرف میں نکاح موقّت کے لیے استعمال ہوتا ہے_ 1 ور اس کے علاوہ دوسری دلیل یہ ہے کہ حق مہر کا وجوب لذت اٹھانے کے ساتھ مشروط نہیں ہے_(1)
قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:کہ جمہور کے عقیدہ کے مطابق اس آیت سے مراد وہی نکاح موقت ہے جو صدر اسلام میں رائج تھا_(2)
اس کے علاوہ سیوطی نے تفسیر در المنثور میں اور ابوحیان، ابن کثیر اور ثعالبی نے اپنی تفاسیر میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے_
یہ مسئلہ تمام علمائے اسلام (شیعہ ، سنّي) کے نزدیك مسلّم ہے کہ نکاح موقّت (متعہ) پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے میں موجود تھا_ لیکن فقہائے اہلسنت کی ایك بڑی جماعت قائل ہے کہ یہ حکم بعد میں منسوخ ہوگیا تھا_ البتہ کس زمانے میں منسوخ ہوا؟ اس بارے میں انکا شدید اختلاف ہے_ اور یہ بات توجہ طلب ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

من جملہ مشہور عالم " جناب نووي" صحیح مسلم کی شرح میں یوں اقوال نقل کرتے ہیں:
1_ بعض کہتے ہیں کہ (متعہ کو) غزوہ خیبر میں پہلے حلال کیا گیا پھر حرام کردیا گیا_
2_ صرف عمرة القضاء میں حلال تھا_
3_ فتح مکہ کے دن پہلے حلال اور پھر حرام کردیا گیا_
4_ غزوہ تبوك (سنہ 9 ہجری ق) میں حرام کیا گیا_
5_ صرف جنگ اوطاس (سنہ 8 ہجری ق) میں حلال کیا گیا_
---

1) تفسیر مجمع البیان، جلد 3 ،ص 60_
2) تفسیر قرطبی ، جلد 5 ،ص 120 وفتح الغدیر ، جلد 1 ص 449_

6_ حجة الوداع (سنہ 10 ہجری ق) میں حلال کیا گیا_(1)
دلچسپیہ ہے کہ اس بارے میں متضاد روایات نقل کی گئي ہیں بالخصوص جنگ خیبر میں اس کی تحریم اور حجة الوداع میں اس کی تحریم والی روایات مشہور ہیں_ بعض اہلسنت فقہاء نے ان دو احادیث کو جمع کرنے کے لیئےبت کوشش کی ہے لیکن کوئي مناسب راہ حل پیش نہیں کرسکے ہیں_ (2)
اور اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ جناب شافعی کا یہ جملہ ہے: وہ فرماتے ہیں"لا اَعلَمُ شَیئاً اَحَلَ اللہ ثم حرَّمہ ثم اَحَلَّہ ، ثم حرَّمَہ الا المُتعة" مجھے متعہ کے علاوہ کس اور چیز کا علم نہیں ہے کہ اسے پہلے اللہ تعالی نے حلال کیا ہو پھر حرام کردیا ہو پھر دوبارہ حلال کیا ہو اور اس کے بعد پھر حرام کردیا ہو"(3)
دوسری طرف سے ابن حجر، سہیلی سے نقل کرتے ہیں کہ غزوہ خیبرکے دن متعہ کی تحریم ایسی چیز ہے جسے راویوں اور ارباب تاریخ میں سے کسی نے نقل نہیں کیا_(4)
7: ایك اور قول یہ ہے کہ متعہ رسولخدا(ص) کے زمانے میں حلال تھا، بعد میں حضرت عمر نے اس سے منع کیا ہے_ جیسا کہ اہلسنت کی معتبرترین کتاب صحیح مسلم میں یوں آیا ہے " ابن ابی نضرة" کہتے ہیں میں جناب جابر ابن عبداللہ انصاری کی خدمت میں تھا، وہ کہنے لگے کہ ابن زبیر اور ابن عباس کے درمیان عورتوں کے ساتھ متعہ اور متعہ حج (حج تمتع یعنی عمرہ اور حج کے
---

1) شرح صحیح مسلم جلد 9 ص 191_
2) ایضاً_
3) المغنی ابن قدامہ، جلد 7 ص 572_
4) فتح الباري، جلد 9 ص 138_

درمیان فاصلہ ہو) کے مسئلہ میں اختلاف تھا (میں نے کہا آپ کی کیا نظر ہے؟) کہنے لگے: ہم نے ہر دو مسئلوں پر رسولخدا(ص) کے زمانے میں عمل کیا ہے یہانتك کہ حضرت عمر نے ہر دو سے منع کردیا اس کے بعد ہم نے پرہیز کیا"(1)
اس صریح نص کے بعد اور وہ بھی صحیح مسلم جیسی کتاب میں، کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعہ رسولخدا(ص) کے دور میں حرام ہوگیا تھا_

کس نے متعہ کو حرام کیا؟
جس بات کو ہم نے اوپر جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سے نقل کیا ہے وہ اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اہلسنت کے بہت سے محدّثین ، مفسّرین اور فقہاء نے اپنی کتابوں میں خلیفہ دوم سے نقل کیا ہے_ حدیث کا متن یوں ہے:
" متعتان کانتا مشروعتین فی عَہد رسول اللہ و أنا اَنہی عَنہما: متعۃ الحج و متعہ النسائ"
دو قسم کے متعے ،رسولخدا(ص) کے زمانے میں جائز اور حلال تھے میں اُن دونوں سے منع کرتا ہوں ایك حج متعہ اور دوسرا متعۃ النساء (نکاح موقت)
بعض کتابوں میں یہ حدیث اس جملہ کے اضافہ کے ساتھ نقل ہوئي ہے" و اُعاقبُ علیہما" اور میں ان دونوں پر سزا دوں گا_
متعہ حج سے یہ مُراد ہے کہ حاجی پہلے عمرہ بجالائے اور احرام کھول دے اس کے بعد حج کے دنوں میں دوبارہ حج کا احرام باندھ لے_
---

1) صحیح مسلم جلد 4، ص 59 حدیث 3307 ، دارالفکر بیروت_

118
یہ حدیث اُن مشہور احادیث میں سے ہے جو تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ حضرت عمر سے نقل ہوئي ہے کہ انہوں نے منبر سے یہ بات لوگوں کے سامنے بیان کی _ ہم ذیل میں اہلسنت کی حدیث ، فقہ اور تفسیر کی کتب میں سے اس حدیث کے سات حوالے ذکر کرتے ہیں_
1 _ مسند احمد، جلد 3 صفحہ 325_
2 _ سنن بیہقي، جلد 7 صفحہ 206_
3 _ المبسوط سرخسی ، جلد 4 صفحہ27_
4 _ المغنی ابن قدامہ، جلد 7، صفحہ 571_
5_محلی ابن حزم ، جلد 7، صفحہ 107_
6_کنز العمّال، جلد 16 صفحہ 521_
7_تفسیر کبیر فخر رازی جلد 10 صفحہ 52_
یہ حدیث متعدّد مسائل سے پردہ اٹھاتی ہے_

الف) خلیفہ اول کے دور میں متعہ کا حلال ہونا:
متعہ (نکاح موقت) رسول اکرم(ص) کی طول حیات میں بلکہ خلیفہ اول کے دور حکومت میں بھی حلال تھا اور خلیفہ دوم نے بعد میں اس سے منع کیا_

ب) اجتہاد در مقابل نصّ:
خلیفہ اپنی اتنی اتھارٹی سمجھتے تھے کہ پیغمبر اکرم (ص) کی صریح نص کے مقابلے میں نیا قانون اور اسلامی حکم جعل کریں حالانکہ قرآن مجید واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ:
119
" و ما آتاکم الرّسول فَخُذُوہُ و ما نَہاکُم عنہ فانتَہُوا"(1)
پیغمبر (ص) جو کچھ آپ کو دیں اسے لے لیں اور جس چیز سے منع کریں اس سے پرہیز کریں"
کیا پیغمبراکرم(ص) کے علاوہ کسی اور کو احکام الہی میں تصرّف کرنے کا حق حاصل ہے؟
کیا کوئي بھی شخص یوں کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے ایسا کیا لیکن میں یوں کرتا ہوں؟
کیا پیغمبر اکرم(ص) کی صریح نص کے مقابلے میں کہ جو وحی سے اخذ شدہ ہے اجتہاد کرنا جائز ہے؟
حقیقت تو یہ ہے کہ رسولخدا(ص) کے احکام کو اتنی لاپرواہی کے ساتھ ردّ کرنا واقعاً تعجب آور ہے اور اس سے بڑھ کر اگر نصّ کے مقابل میں اجتہاد کا دروازہ کھول دیا جائے تو کیا ضمانت ہے کہ دوسرے لوگ ایسا کام نہیں کریں گے؟ کیا اجتہاد صرف ایك آدمی کے ساتھ مخصوص تھا اور دوسرے لوگ مجتہد نہیں ہوسکتے ہیں؟
یہ بہت حسّاس مسئلہ ہے کیونکہ نص کے مقابلے میں اجتہاد کا دروازہ کھل جانے کے بعد احکام الہی میں سے کچھ بھی محفوظ نہیں رہے گا; اور اسلام کے جاودانہ احکام میں عجیب ہرج پیدا ہوجائیگا اور اس طرح تمام اسلامی احکام خطرے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں پڑ جائیں گے_

حضرت عمر کی مخالفت کا سبب:
کیوں حضرت عمر،ان دو احکام الہی کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے؟ حج تمتّع کے
---

1) سورہ حشر آیہ 7_

120
بارے میں انکا خیال یہ تھا جو مسلمان حج کے لیے آتے ہیں انہیں حج اور عمرہ ختم کرنے کے بعد احرام کھولنے چاہئیں اور بعد میں مثلاً اپنی بیویوں کے ساتھ آمیزش کرنی چاہیئےاور یہ کہ عمرہ تمتع انجام دینے کے بعد حاجی چند دن کے لیئے احرام کھول دے اور آزاد ہوجائے یہ کوئي اچھی بات نہیں ہے اور روح حج کے ساتھ سازگار نہیں ہے
یہ خیال درست نہیں ہے، کیونکہ حج اور عمرہ دو علیحدہ عمل ہیں اور ممکن ہے ان دو اعمال کے درمیان ایك ماہ سے زیادہ فاصلہ ہو_ مسلمان ماہ شوال یا ذی قعدہ میں مکہ مشرّف ہوتے ہیں اور عمرہ بجالاتے ہیں اس کے بعد آٹھ ذی الحجّہ تك آزاد ہوتے ہیں پھر حج کے موسم میں دوبارہ احرام باندھتے ہیں اور عرفات چلے جاتے ہیں اس بات پر کیا اشکال ہے جسکی وجہ سے حضرت عمر نے اَپنے سخت ردّ عمل کامظاہرہ فرمایا اور بہرحال متعہ اور نکاح موقّت کے بارے میں (بعض لوگوں کے عقیدہ کے مطابق) انکا خیال یہ تھا کہ اگر متعہ جائز ہو تو پھر نکاح اور زنا کے درمیان شناخت مشکل ہوجائیگي_
کیونکہ اس صورت میں اگر کسی مرد اور عورت کو اکٹھا دیکھا جائے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم نے آپس میں متعہ کیا ہوا ہے اس طرح زنا کی شرح بڑھ جائیگي
یہ خیال تو اس پہلے خیال سے زیادہ بوگس ہے، چونکہ اتفاقاً مسئلہ الٹ ہے کیونکہ عقد متعہ سے منع کرنا، زنا اور بے عفتی کے بڑھاؤ کا موجب ہے_ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیاہے کہ بہت سے ایسے جوان جو دائمی ازدواج کی قدرت نہیں رکھتے ہیں یا ایسے لوگ جو اپنی بیویوں سے دور ہیں اور زنا یا نکاح موقت کے علاوہ ان کے پاس کوئي راستہ نہیں ہے واضح سی بات ہے کہ انہیں صحیح راستے اور عقد موقت سے روکنا گناہوں اور بے عفتی کی وادی میں دھکیلنا ہے_
یہی وجہ ہے کہ امیرالمؤمنین حضرت علی _ کی مشہور حدیث میں یوں نقل ہوا ہے کہ اگر

121
جناب عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو سوائے شقی اور بدبخت کے کوئي بھی انسان دنیا میں زنا سے آلودہ نہ ہوتا" لو لا ا نّ عمر نہی النّاس عن المتعة ما زنی الّاشقي"(1)

متعہ کی تحریم کے بعد لوگوں کا ردّ عمل:
مذکورہ بالا روایت سے کہ جسے اہلسنت کے بہت سے محدّثین،مفسّرین اور فقہاء نے نقل کیا ہے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ متعہ کی تحریم حضرت عمر کے زمانے میں تھی نہ پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے میں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات جو انہی کتب میں نقل ہوئي ہیں اس بات کی تائید کرتی ہیں_ نمونہ کے طور پر چند ایك روایات ذکر کرتے ہیں:
1_ مشہور محدّث جناب ترمذی نقل کرتے ہیں کہ اہل شام کے ایك آدمی نے جناب عبداللہ بن عمر سے متعہ نساء کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا _حلال ہے_ سائل نے کہا آپ کے والد حضرت عمر نے اس سے منع کیا ہے_ جناب عبداللہ بن عمر نے کہا :
" ا را یت إن کان ا بی قد نہی عنہا و قد سَنَّہا رسولُ اللہ ، ا نترك السنّة و نَتبعُ قولَ ا بي؟" (2)
---

1)تفسیر کبیر فخر رازی جلد 10، ص 50_
2) یہ حدیث آجکل کی شائع شدہ صحیح ترمذی میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس میں متعة النساء کی جگہ متعة الحج آیا ہے _ لیکن جناب زین الدین المعروف شہید ثانی نے کہ جو دسویں صدی کے علماء مینسے تھے کتاب شرح لمعہ میں اور مشیر ابن طاؤوس نے کہ جو ساتویں صدی کے علماء میں سے تھے کتاب الطرائف میں اسی حدیث کو متعہ النساء کے ساتھ نقل کیا ہے ایسا لگتاہے کہ صحیح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ترمذی کے قدیمی نسخوں میں یہ حدیث اسی طرح تھی لیکن بعد میں اس میں تبدیلی کردی گئي ہے (اس قسم کی مثالیں بہت زیادہ ہے)_

اگر میرے والد ایك چیز سے منع کریں لیکن رسولخدا(ص) نے اسے سنت قرار دیا ہو تو کیا ہم آنحضرت(ص) کی سنت کو ترك کرکے اپنے باپ کی بات پر عمل کریں گے؟

ایك اور حدیث (صحیح مسلم) میں جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم رسولخدا(ص) کے زمانے میں تھوڑی سی کجھوروں یا آٹے کے حق مہر پر چند دن کے لیئے متعہ کر لیا کرتے تھے اور یہ سنت حضرت ابوبکر کے زمانے میں بھی جاری تھی یہاں تك کہ حضرت عمر نے " عمروبن حریث" والے واقعہ کی وجہ سے اس کام سے منع کردیا_(1)

3_ اسی کتاب میں ایك اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ ابن عباس اور ابن زُبیر کا متعة النساء اور متعة الحج کے بارے میں اختلاف ہوگیا (اور انہوں نے جناب جابر ابن عبداللہ انصاری کو ثالث بنایا) تو جابر نے کہا ہم نے ان دونوں پر رسولخدا(ص) کے زمانے میں عمل کیا ہے، اس کے بعد حضرت عمر نے منع کیا اور ہم نے پرہیز کیا(2)

4_ ابن عباس کہ جنہیں "حبر الامّة" (امت کے عالم) کا لقب دیا گیا ہے ، رسولخدا(ص) کے زمانے میں حکم متعہ کے منسوخ نہ ہونے کے قائل تھے اس بات کی دلیل انکے اور جناب عبداللہ بن زُبیر کے درمیان ہونے والی بحث ہے جسے صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے: عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں رہائشے رکھی ہوئي تھی ایك دن (کچھ لوگوں کے سامنے جن میں جناب ابن عباس بھی تھے) کہنے لگے بعض ایسے لوگ کہ خداوند نے انکے دل کی آنکھوں کو اُنکی ظاہری آنکھوں کی طرح اندھا کردیا ہے،وہ فتوی دیتے ہیں کہ متعہ جائز ہے_ انکا مقصد ابن عباس کو سنانا تھاجو کہ اس زمانے میں نابینا ہوچکے تھے_ ابن عباس نے جب یہ بات سُنی تو کہنے لگے

---

1)صحیح مسلم ، جلد 2،ص 131_
2) صحیح مسلم ، جلد 2،ص 131_

کہ تو ایك بے وقوف اور نادان آدمی ہے، مجھے اپنی جان کی قسم ہم نے رسولخدا(ص) کے زمانے میں اس سنت پر عمل کیا ہے_ ابن زبیر نے (رسولخدا(ص) کے نام سے لاپرواہی کرتے ہوئے) کہا: تو آزما کر دیکھ لے، خدا کی قسم اگر تو نے اس پر عمل کیا تو تجھے سنگسار کردوں گا_(1)

یعنی منطقی بات کا جواب زور اور دھمکی کے ساتھ دیا

احتمالاً یہ بات اس زمانے کی ہے جب عبداللہ بن زبیرنے مکہ میں حکومت حاصل کرلی تھی اسی لیے تو اس نے ابن عباس جیسے دانشمند اور عالم کے مقابلے مینایسی بات کرنے کی جسارت کي_ حالانکہ ابن عباس، سن کے اعتبار سے اس کے باپ کے برابر تھے اور علم کے اعتبار سے تو یہ انکے ساتھ قابل قیاس ہی نہینتھا_ بالفرض اگر علم میں انکے برابر بھی ہوتا تو اس قسم کی دھمکی کا حق اسے نہیں پہنچتا تھا_ کیونکہ اس قسم کے احکام میں اگر کوئي اپنے فتوی پر عمل کرے اور بالفرض اس کا فتوی غلط بھی ہو تب بھی " وطی بالشبہہ" شمار ہوگی اور معلوم ہے کہ وطی بالشبہہ میں حد جاری نہیں ہوتی ہے لہذا سنگسار کرنے کی دھمکی دینا ایك بے معنی اور جاہلانہ سی بات ہے_

البتہ اس قسم کی بے ہودہ دھمکی عبداللہ بن زبیر جیسے ایك نادان اور گستاخ جوان کی طرف سے بعید نہیں ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ راغب نے کتاب محاضرات ... میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے سرزنش کے لہجہ میں ابن عباس کو کہا کہ تو کیوں " متعہ" کو حلال سمجھتا ہے_ ابن عباس نے کہا جا کر اپنی ماں سے پوچھ لے وہ اپنی ماں کے پاس آیا_ ماں نے اس سے کہا " ما ولدتك الّا فی المتعہ" تو اس زمانے میں پیدا ہوا تھا جب میں تیرے باپ کے متعہ میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) صحیح مسلم، جلد4، ص 59، حدیث 3307_ چاپ دار الفکر_

تھي"(1)

5_ مسند احمد میں " ابن حصین" سے نقل کیاگیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں متعہ کی آیت نازل ہوئي اور اس پر ہم نے عمل کیا اور اس کو نسخ کرنے والی آیت نازل نہیں ہوئي یہانتك کہ رسولخدا(ص) کی رحلت ہوگئي_(2)

یہ ان روایات کے بعض نمونے ہیں جو صراحت کے ساتھ حکم متعہ کے منسوخ نہ ہونے کو بیان کرتے ہیں_

ان روایات کے مقابلے میں کچھ روایات نقل کی گئي ہیں جو کہتی ہیں کہ یہ حکم رسولخدا(ص) کے زمانے میں منسوخ ہوچکا تھا_ اے کاش یہ روایات آپس میں متفق ہوتیں اور ایك ہی زمانے کی نشاندہی کرتیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر روایت نے دوسری روایت سے جداگانہ زمانے کو بیان کیاہے_

1_ ان روایات میں سے بعض میں ذکر ہوا ہے کہ متعہ کی تحریم کا حکم جنگ خیبر والے دن 7 ہجری میں) صادر ہوا_(3)

2_ بعض دوسری روایات میں آیا ہے کہ رسولخدا(ص) نے عام الفتح (فتح مکہ والے سال 8 ہجري) میں مکہ کے اندر متعہ کی اجازت فرمائي اور کچھ عرصہ کے بعد اسی سال منع فرمادیا_(4)

3_بعض دیگر روایات میں آیا ہے کہ غزؤہ اوطاس میں (فتح مکہ کے بعد)ہوازن کي

----

1) محاضرات، جلد 2، ص 214 و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جلد 20 ،ص 130_

2) مسند احمد، جلد4 ،ص 436_

3) درّ المنثور جلد 2،ص 486_

4) صحیح مسلم ، جلد4 ، ص 133_

125 سرزمین پر (مکہّ کے نزدیك) تین دن کے لیے اجازت فرمائي اس کے بعد منع فرمادیا(1) اگر کوئي مختلف اقوال کی تحقیق انجام دے تو معلوم ہو گا کہ اس مسئلہ میں اختلاف اس سے کہیںزیادہ ہے کیونکہ اہلسنت کے مشہور فقیہ (جناب نووی)نے صحیح مسلم کی شرح میں اس مسئلہ کے بارے مینچھ قول نقل کیے ہیں اورہر قول کسی نہ کسی روایت کے ساتھ سازگار ہے :

1_متعہ جنگ خیبر میں حلال کیا گیا اور پھر (اس کے چند دن بعد)تحریم ہوگیا

2_عمرة القضاء میں حلال ہوا (پھر حرام ہوگیا)

3_فتح مکہ کے دن حلال ہوا اس کے بعد حرام ہو گیا

4_رسولخدا ---(ص) نے اسے غزوہ تبوك کے دن حرام کیا

5_جنگ ہوازن میں (سرزمین اوطاس پر)حلال کیا گیا

6_حجة الوداع میں پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی کے آخری سال میں اسے حلال قرار دیا گیا ہے (2)

ان سب اقوال سے تعجب آور امام شافعی کا کلام ہے وہ کہتے ہیں"مجھے متعہ کے علاوہ کوئي چیز ایسی نہیں ملی جسے اللہ تعالی نے پہلے حلال کیا ہو پھر حرام کردیا ہو اس کے بعد دوبارہ حلال کیا ہو اور پھر حرام کردیا ہو "(3)

ہر محققّ ان متضاد روایات کا مشاہدہ کرکے اس بات کا اطمینان حاصل کرلیتا ہے کہ یہ روایات جعلی اورایك سیاسی منصوبہ بندی کے تحت جعل کی گئي ہیں _

بہترین راہ حل

حقیقت یہ ہے کہ ان مختلف اور متضاد اقوال کو دیکھ کو ہر انسان اس مسئلہ میں تحقیق و جستجو کي

----

1)مصدر سابق، ص 131_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

2) شرح صحيح مسلم از نووى ، جلد 9، ص 191_
3)المغنى ابن قدامہ، جلد 7 ، ص 572_

126
طرف مائل ہو تا اور سوچتا ہے کہ ایسا کونسا واقعہ رونما ہو اہے کہ مسئلہ میں اسقدر متضاد و متناقض روایات بیان کی گئي ہیں اور ہر محدث یا فقیہ نے کیوں اپنا جدا گانہ راستہ اختیار کیا ہے؟
ان متضاد روایات کے در میان کس طرح جمع کیا جا سکتاہے ؟
کیا یہ سَب اختلاف اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس مقام پر کو ئي نازك سیاسی مسئلہ درپیش تھا جس نے حدیث گھڑ نے والوں کو اس بات پر ابھاراکہ روایات جعل کریں اور اصحاب رسول (ص) کے نام سے سوء استفادہ کرتے ہوئے ان روایات کوانکی طرف نسبت دیں کہ انہوں نے آنحضر ت (ص) سے اس طرح نقل کیا ہے_ اور وہ سیاسی مسئلہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ خلیفہ دوم نے کہا تھا "دوچیزیں رسولخدا (ص) کے زمانے میں حلال تھیں اور میں انہیں حرام کر رہا ہوں ان میں سے ایك "متعة النساء ہے " _اس بات کا ایك عجیب منفی اثر تھا کیونکہ اگر امّت کے افراد یا خلفاء ،اسلام کے احکام کو اس صراحت کے ساتھ تبدیل کردیں تو پھر یہ کام صرف خلیفہ ثانی کے ساتھ مخصوص نہ رہتا بلکہ دوسرونکو بھی یہ حق مل جاتا کہ رسولخدا(ص) کی نصّ کے مقابلے میں اجتہاد کریں _اور اس صورت میں احکام اسلام یعنی واجبات اور محرّمات کے در میان ہر ج و مرج پیدا ہوجاتا اور زمانہ گزر نے کے ساتھ ساتھ اسلام کے دامن میں کچھ باقی نہ رہتا _
اس منفی اثر کوختم کرنے کے لیے ایك گروہ نے یہ کام شروع کیا کہ کہنے لگے: ان دو احکام کی حرمت خود رسولخدا(ص) اکے زمانے میں واقع ہوئي تھی _ ہر ایك نے نئي حدیث گھڑلی اور اسے
اصحاب رسول(ص) کی طرف نسبت دے دی _کیونکہ کوئي بھی حدیث واقعیّت نہیں رکھتی تھی اس لیے ایك دوسرے سے متضاد بن گئیں
ورنہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی احاد یث ایك دوسرے کے مخالف ہوں حتی کہ بعض فقہاء کو انکے در میان جمع کرنے کے لیے کہنا پڑا کہ متعہ ایك زمانے میں مباح تھا پھر حرام ہو گیا پھر مباح

127
ہوگیا پھر حرام ہوگیاکیااحکام الہی کھیل ہیں کہ جو ہر روز تبدیل ہوتے رہیں_
ان سب باتوں سے قطع نظررسولخدا(ص) کے زمانے میں متعہ کا مباح ہونا حتماً ایك ضرورت کی وجہ سے تھا اور وہ ضرورت دو سرے زمانوں مینبھی موجود ہے _ با لخصوص ہمارے زمانے میں مغربی ممالك کی طرف طولانی سفر کرنے والے بعض جوانوں کے لیے یہ ضرورت شدّت کے ساتھ موجودہے پس متعہ کیوں حرام ہو ؟
اس زمانے میں اسلامی معاشر ے میں جذبات بھڑ کانے کے عوامل اتنے زیادہ نہیں تھے _بے پردہ عورتیں 'فلمیں ،ٹیلی وین ،انٹرنیٹ،ڈش، فسا د والی محفلیں اور فاسدلٹریچر و غیرہ جو سب کچھ آج کے زمانے میں بہت سے جوانوں کے دامن گیر ہو تے ہیں اُس زمانے میں نہیں تھے_ اُس زمانے میں متعہ کو ایك احتیاج اور ضرورت کے عنوان سے جائزقرار دیا گیا اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے اس سے منع کردیا گیا ہے ؟ کیا یہ بات قابل قبول ہے ؟
ان سب ادلہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے فرض کرلیتے ہیں کہ بہت سے فقہائے اسلام اس کو حرام شمار کرتے ہیں اور فقہاء کا ایك گروہ اس کوجائز سمجھتاہے_ اور یہ ایك اختلافی مسئلہ ہے_ پس اس صورت میں یہ سزاوار نہیں ہے کہ حلال کے طرفدار لوگ اسے حرام سمجھنے والوں پراحکام دین کی پابندی نہ کرنے کی تہمت لگائیں_ اسی طرح اسکی حرمت کے قائل افراد کیلئے یہ سزاوار نہیں کہ اسے مباح سمجھنے والوں پر معاذ اللہ زنا کے طرفدار ہونے کی تہمت لگائیں _ اگر ایسا کریں تو قیامت والے دن اللہ تعالی کے حضور کیا جواب دیں گے؟ پس پتہ چلتا ہے کہزیادہ سے زیادہ یہ ایك اجتہادی اختلاف ہے_
جناب فخر رازی اس قسم کے مسائل میں ایك خاص تعصّب رکھنے کے باوجود اپنی تفسیر میں

128
فرماتے ہیں کہ " ذہب السواد الاعظم من الأمة الی انّہا صارت منسوخة و قال السواد منہم ا نّہا بقیت کما کانت" امت کی اکثریت قائل ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے لیکن ایك گروہ قائل ہے کہ یہ حکم اسی طرح باقی ہے" (1) یعنی یہ ایك اختلافی مسئلہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے_
ہم اس جگہ نکاح موقّت کی بحث کو تمام کرتے ہیں _ اور سب لوگوں سے امید کرتے ہیں کہ تہمتیں لگانے اور بغیر علم کے قضاوت کرنے کی بجائے ایك بار پھر اس مسئلہ پر تحقیق اور اس کے بعد قضاوت کریں_ یقیناً انہیں اطمینان ہوجائیگا کہ متعہ آج بھی ایك حکم الہی ہے اور شرائط کی پابندی کرتے ہوئے یہ آج بھی بہت سی مشکلات کو حل کرتا ہے_
---

1) تفسیر کبیر فخر رازی ، جلد 10، ص 49_

شیعہ جواب دیتے ہیں

129
6

زمین پر سجدہ
131

عبادات میں سجدہ کی اہمیت:

اسلام کی نظر میں سجدہ، اللہ تعالی کی سب سے اہم یا اہم ترین عبادات میں سے ایك ہے_ اور جیسا کہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے، کہ انسان سجدہ کی حالت میں دیگر تمام حالات کی نسبت سب سے زیادہ اللہ تعالی کے نزدیك ہوتا ہے_ تمام بزرگان دین بالخصوص رسو ل اکرم(ص) اور اہلبیتبہت طولانی سجدے کیا کرتے تھے_ خدا کی بارگاہ میں طولانی سجدے انسان کی روح اور جان کی نشو ونما کرتے ہیں_ اور یہ اس لم یزل کی بارگاہ میں خضوع اور عبودیت کی سب سے بڑی علامت شمار ہوتے ہیں_ اسی لیے نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے_
اسی طرح سجدہ شکر اور قرآن مجید کی تلاوت کے دوران مستحب اور واجب سجدے بھی اسی سجدہ کا واضح ترین مصداق شمار ہوتے ہیں_
انسان سجدہ کی حالت میں سوائے خدا کے ہر چیز کو بھول جاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے بہت نزدیك پاتا ہے اور گویا وہ اپنے آپ کو بساط قرب پر پاتا ہے_
یہی وجہ ہے کہ سیرو سلوك و عرفان کے اساتید اور اخلاق کے معلم حضرات ،سجدہ کے مسئلہ پر انتہائي تاکید فرماتے ہیں_

132
مذکورہ بالا مطالب اس مشہور حدیث پر ایك روشن دلیل ہیں کہ انسان کا کوئي عمل بھی شیطان کو اتنا پریشان نہیں کرتا جتنا سجدہ اسے پریشان کرتا ہے_
ایك اور حدیث میں آیا ہے کہ " جناب ختمی مرتبت نے اپنے ایك صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگرچاہتے ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ محشور ہو تو خداوند قہار کے حضور طولانی سجدے انجام دیا کرو"
و اذا اَرَدتَ ا ن یحشُرَك اللہ معی یَومَ القیامة فأطل السّجودَ بین یَدَي اللہ الواحد القہّار" (1)

غیر خدا کے لیے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے:
ہمارا عقیدہ ہے کہ اس واحد و یکتا پروردگار کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سجدہ انتہائي عاجزی اور خضوع کی علامت اور پرستش کا روشن مصداق ہے اور پرستش و عبودیّت صرف ذات خدا کے ساتھ مخصوص ہے_
قرآن مجید کی اس آیت " وللّہ یَسجُد مَن فی السموات و الارض" (2) میں کلمہ " اللہ " کو مقدم کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر پر دلالت کر رہی ہے یعنی زمین اور آسمان کی ہر چیز صرف اور صرف اللہ تعالی کو سجدہ کرتی ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی طرح سورہ اعراف کی 206 نمبر آیت " و لہ یسجدون" بھی اس بات پر بہترین دلیل ہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے_
---

1) سفینۃ البحار ، مادہ سجدہ_
2) سورۃ رعد، آیہ 15_

133 حقیقت میں سجدہ خضوع کا آخری درجہ ہے اور یہ درجہ خداوند عالم کے ساتھ مخصوص ہے_ لہذا کسی اور شخص یا چیز کے لیے سجدہ کرنا گویا خداوند عالم کے برابر قرار دینا ہے اور یہ درست نہیں ہے_
ہمارے نزدیك توحید کے معانی میں سے ایك معنی " توحید در عبادت" ہے یعنی پرستش اور عبادت صرف اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے بغیر توحید کامل نہیں ہوتی ہے_
دوسرے الفاظ میں: غیر خدا کی عبادت کرنا شرك کی ایك قسم ہے اور سجدہ عبادت شمار ہوتا ہے_ اس لیے غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے_
اور جو سجدہ ملائکہ نے حضرت آدم کو کیا تھا (اور اسکا قرآن مجید میں کئي مقامات پر تذکرہ ہے) مفسرین کے بقول یا تو یہ حضرت آدم(ع) کی تعظیم ، تکریم اور احترام کا سجدہ تھا نہ عبادت کا سجدہ، بلکہ اسی سجدہ سے ملائکہ کی مراد یہ تھی کہ چونکہ یہ سجدہ اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہے لہذا اس ذات حق کی عبودیت ہے _ اور یا یہ شکر خدا کا سجدہ تھا_اسی طرح جو سجدہ حضرت یعقوب(ع) اورانکے بیوی بچّوں نے حضرت یوسف _ کے لیے کیا تھا اور اسے قرآن مجید نے " خرَّ و لہ سُجَّداً" اور سب انکے سامنے سجدہ میں گر پڑے" کے الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے_ یہ بھی اللہ تعالی کے سامنے سجدہ شکر تھا_ یا ایك قسم کی تعظیم، تکریم اور احترام کے معنی میں سجدہ تھا_
اور قابل توجہ یہ ہے کہ " وسائل الشیعہ" کہ جو ہماری کتب حدیث کاایك مصدرشمار ہوتی ہے، میں سجدہ نماز کے ابواب میں ایك مکمل باب "عدم جواز السجود بغیر اللہ " کے عنوان سے ذکر ہوا ہے اور اس میں پیغمبر اکرم(ص) اور آئمہ معصومینسے سات احادیث نقل کی گئي ہیں کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے_(1)
---

1)وسائل الشیعہ، جلد 4، ص 984_

134
اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیجئے کیونکہ آئندہ اسی گفتگو سے ہم نتیجہ اخذ کرینگے_

کس چیز پر سجدہ کرنا چاہیے:
مکتب اہلبیت(ع) کے پیروکاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمین کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ نہیں ہوسکتا ہے، ہاں البتہ جو چیزیں زمین سے اُگتی ہیں اور کھانے و پہننے کے کام نہیں آتیں جیسے درختوں کے پتے اور لکڑی و غیرہ اسی طرح حصیر و بوریا و غیرہ_ ان پر سجدہ کیا جاسکتا ہے_ جبکہ علماء اہلسنت عام طور پر معتقد ہیں کہ ہر چیز پر سجدہ کیا جاسکتا ہے_ ہانان میں سے صرف بعض علماء نے لباس کی آستین اور عمامہ وپگڑی کے گوشے کو مستثنی کیا ہے کہ اُن پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے_
اس مسئلہ میں مکتب اہلبیت(ع) والوں کی دلیل، رسولخدا(ص) اور آئمہ اطہار(ع) سے نقل ہونے والی احادیث اور اصحاب کا عمل ہے_ ان محکم ادلّہ کی وجہ سے وہ اس عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس لیے مسجد الحرام اور مسجد نبوي(ص) میں اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ قالین و غیرہ پر سجدہ نہ کریں بلکہ پتھر پر سجدہ کریں اور کبھی حصیر اور مصلی و غیرہ اپنے ساتھ لاتے ہیں اور ا س پر سجدہ کرتے ہیں_
ایران، عراق اور دیگر شیعہ نشین ممالك کی تمام مساجد میں چونکہ قالین بچھے ہوئے ہیں، اس لیے خاك سے "سجدہ گاہ" بنا کر اسے قالین پر رکھتے ہیں اور اس پر سجدہ کرتے ہیں تاکہ پیشانی کو کہ جو تمام اعضاء میں اشرف و افضل ہے اللہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تعالی کے حضور، خاك پر رکھا جاسکے_ اور اس ذات احدیّت کی بارگاہ میں انتہائي تواضع و انکساری کا مظاہرہ کیا جاسکے_ کبھی یہ " سجدہ گاہ"

135
شہداء کی تربت سے بنائي جاتی ہے تا کہ راہ خدا میں ان کی جانثاری کی یاد تازہ ہو اور نماز میں زیادہ سے زیادہ حضور قلب حاصل ہوسکے_اور پھر شہدائے کربلا کی تربت کو دوسری ہر قسم کی خاك پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن شیعہ ہمیشہ اس تربت یا دوسری خاك کے پابند نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے مساجد کے صحنوں میں لگے ہوئے پتھروں (جیسے مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے صحن والے سنگ مرمر) پر بھی با آسانی سجدہ کر لیتے ہیں (غور کیجئے)
بہرحال مکتب اہلبیت(ع) کے پاس زمین پر سجدہ کے وجوب کے بارے میں بہت سی ادلّہ ہیں من جملہ پیغمبر اکرم(ص) کی احادیث ، صحابہ کی سیرت جو آئندہ بحث میں بیان ہوگی اور آئمہ اطہار سے نقل ہونے والی روایات کہ جنہیں ہم عنقریب نقل کریں گے_
ہمیں تعجب یہ ہے کہ بعض اہلسنت برادران ہمارے اس فتوی کے مقابلے میں کیوں اسقدر شدید ردّعمل کا مظاہرہ کرتے ہیناور کبھی اسے بدعت سے تعبیر کرتے ہیں حتی بعض اوقات اسے کفر اور بُت پرستی شمار کرتے ہیں_
اگر ہم خود ان کی اپنی کتابوں سے ثابت کردیں کہ رسولخدا(ص) اور انکے اصحاب، زمین پر سجدہ کرتے تھے تو کیا پھر بھی یہ عمل بدعت ہوگا؟
اگر ہم ثابت کردیں کہ آنحضرت(ص) کے بعض اصحاب جیسے جناب جابر ابن عبداللہ انصاری وغیرہ جب شدید گرمی کی وجہ سے پتھر اور ریت گرم ہوجاتی تھی تو وہ کچھ مقدار ریت کو ایك ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں تبدیل کرتے تھے تا کہ کچھ ٹھنڈی ہوجائے اور اس پر سجدہ کیا جاسکے"(1) تو کیا اس صورت میں جناب جابر ابن عبداللہ کو بت پرست یا بدعت گزار شمار کریں گے؟
---

1) مسند احمد ، ج 3، ص 327و سنن بیہقی جلد 1ص 239_

136
پس جو شخص حصیر پر سجدہ کرتا ہے یا ترجیح دیتا ہے کہ مسجد الحرام یا مسجد نبوي(ص) کے فرش پر سجدہ کرے تو کیا وہ حصیر کی پرستش کرتا ہے یا مسجد کے فرش کی پوجا کرتا ہے؟
کیا ضروری نہیں ہے کہ یہ برادران اس موضوع پر مشتمل ہماری ہزاروں فقہی کتابوں میں سے کم از کم ایك کتاب کا مطالعہ کریں تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ ان ناروا نسبتوں میں ذرّہ برابر بھی حقیقت کی جھلك نہیں ہے؟
آیا کسی پر بدعت یا کفر و بت پرستی کی تہمت لگنا،کم گناہ ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالی اسے آسانی سے معاف کردیگا؟
اس بات کو جاننے کے لیے کہ کیوں شیعہ زمین پر سجدہ کرتے ہیں، امام صادق _ کی اس حدیث کی طرف توجہ کافی ہے_
ہشام بن حکم نے کہ جو امام کے خصوصی اصحاب میں سے تھے سوال کیا، کہ کس چیز پر سجدہ کیا جاسکتا ہے اور کسی چیز پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے؟ امام (ع) نے جواب میں فرمایا" السجود لا یجوز الا علی الارض او ما انبتت الارض الا ما أکل اَو لبس" کسی چیز پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے مگر صرف زمین پر یا ان چیزوں پر جو زمین سے اگتی ہیں اور کھانے اور پہننے کے کام نہیں آتیں ہشام کہتا ہے میں نے عرض کی آپ(ع) پر قربان ہوجاؤں اس کی حکمت کیا ہے ؟
آپ(ع) نے فرمایا:"لانّ السّجُودَ ہُو الخضوع للّہ عزّوجل فلا ینبغی أن یکونَ علی ما یُؤکَلُ و یُلبس لانّ أَبناء الدُّنیا عَبید ما یا کلون و یلبسون و الساجدُ فی سُجودہ فی عبادۃ اللہ فلا ینبغی أن یَضَعَ جَبہَتَہُ فی سُجودہ علی معبود أبناء الدُّنیا الذین اغتَرُّ وا بغرورہا"
کیونکہ سجدہ اللہ تعالی کے سامنے خضوع اور انکساری ہے اس لیے مناسب نہیں ہے کہ انسان کھانے اور پہننے کی چیزوں پر سجدہ کرے_

137
کیونکہ دنیا پرست لوگ کھانے اور پہننے والی چیزونکے بندے ہوتے ہیں_ جبکہ وہ شخص جو سجدہ کر رہا ہے سجدہ کی حالت میں اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول ہے پس مناسب نہیں ہے کہ انسان اپنی پیشانی کو سجدہ کی حالت میں ایسی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چیزوں پر رکھے جو دنیا پرستوں کے معبود ہیناور انکی زرق و برق کے وہ فریفتہ ہیں_
اس کے بعد امام _ نے اضافہ فرمایا: " و السّجودُعلی الارض أفضلُ لانّہ أبلغ للتواضع و الخُضوع للّٰہ عزوجل"کہ زمین پر سجدہ کرنا افضل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کے حضور بہتر طور پرخضوع وتواضع اور انکساری کی علامت ہے_(1)

4_ مسئلہ کی ادلّہ:
اب ہم اس مسئلہ کی ادلّہ بیان کرتے ہیں _سب سے پہلے رسول اکرم(ص) کے کلام سے شروع کرتے ہیں:

الف) زمین پر سجدہ کے سلسلہ میں معروف حدیث نبوي:
اس حدیث کو شیعہ و اہل سنت نے پیغمبر اکرم(ص) سے نقل کیا ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا "جُعلت لی الارضُ مسجداً و طہوراً" کہ زمین میرے لیے محل سجدہ اور طہارت (تیمم) قرار دی گئي ہے" (2)
بعض علماء نے یہ خیال کیا ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ پوری روئے زمین اللہ کی عبادت کا مقام ہے_ پس عبادت کا انجام دینا کسی معیّن مقام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسا کہ یہود
---

1) علل الشرائع، جلد 2، ص 341_
2) صحیح بخاری جلد 1، ص 91و سنن بیہقي، جلد 2_ ص 433 (ا ور بہت سی دوسروی کتابوں میں یہ حدیث نقل ہوئي ہے)_

138 و نصاری گمان کرتے تھے کہ عبادت کو حتماً کلیساؤں اور عبادت خانوں میں انجام دینا چاہیے"_
لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیر حدیث کے حقیقی معنی کے ساتھ سازگار نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اکرم(ص) نے فرما یا" زمین طہور بھی ہے اور مسجد بھي" اور ہم جانتے ہیں کہ جو چیز طہور ہے اور جس پر تیمّم کیا جاسکتا ہے وہ زمین کی خاك اور پتھر ہیں پس سجدہ گاہ کو بھی وہی خاك اور پتھر ہونا چاہیے_
اگر پیغمبر اکرم(ص) اس معنی کو بیان کرنا چاہتے کہ جسکا بعض اہلسنت کے علماء نے استفادہ کیا ہے تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ " جُعلت لی الارض مسجداً و ترابُہا طہوراً" پوری سرزمین کو میرے لیے مسجد قرار دیا گیا اور اس کی خاك کو طہارت یعنی تیمم کا وسیلہ قرار دیا گیاہے" لیکن آپ(ص) نے یوں نہیں فرمایا_ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہاں مسجد سے مراد جائے سجدہ ہے لہذا سجدہ گاہ کو بھی اسی چیز سے ہونا چاہیے جس پر تیمم ہوسکتا ہے_
پس اگر شیعہ زمین پر سجدہ کرنے کے پابند اور قالین و غیرہ پر سجدہ کو جائز نہیں سمجھتے تو یہ کوئي غلط کام نہیں کرتے بلکہ رسولخدا(ص) کے دستور پر عمل کرتے ہیں_

ب) سیرت پیغمبر(ص) :
متعدّد روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) بھی زمین پر سجدہ کرتے تھے، کپڑے یا قالین و غیرہ پر سجدہ نہیں کرتے تھے_
ابوہریرہ کی ایك حدیث میں یوں نقل ہوا ہے وہ کہتا ہے " سجد رسول اللہ (ص) فی یوم مطیر حتی أنّی لانظر الی أثر ذلك فی جبہتہ و ارنبتہ" میں نے رسولخدا(ص) کو ایك

139
بارانی دن زمین پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا _ سجدہ کے آثار آپ کی پیشانی اور ناك پر نمایاں تھے_(1)
اگر سجدہ کپڑے یا دری و غیرہ پر جائز ہوتا تو ضرورت نہیں تھی کہ آنحضرت(ص) بارش کے دن بھی زمین پر سجدہ کریں_
حضرت عائشےہ نیز فرماتی ہیں " ما رأیتُ رسول اللہ متقیاً وجہہ بشیئ"میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آنحضرت(ص) (سجدہ کے وقت) اپنی پیشانی کسی چیز سے ڈھانپ لیتے ہوں" (2)
ابن حجر اسی حدیث کیتشریح میں کہتے ہیں: کہ یہ حدیث اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ سجدہ میں اصل یہ ہے کہ پیشانی زمین پر لگے لیکن اگر قدرت نہ ہو تو پھر یہ واجب نہیں ہے_(3)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ايك دوسری روايت ميں جناب ميمونہ (رسول اكرم(ص) كی ايك دوسری زوجہ) سے يوں نقل ہوا ہے كہ "و رسول الله يصّلی على الخُمرة فيسجد" پيغمبر اكرم حصير (چٹائي) پر نماز پڑھتے اور اس پرسجدہ كرتے تھے_
اہلسنت كی معروف كتب ميں متعدّد روايات نقل ہوئي ہيں كہ پيغمبر اكرم(ص) " خمرہ" پر نماز پڑھتے تھے (خُمرہ اس چھوٹے سے مصلی يا حصير كو كہتے ہيں جو كجھور كے پتوں سے بنايا جاتا تھا)تعجب يہ ہے كہ اگر شيعہ اسی طرح عمل كريں اور نماز پڑھتے وقت كوئي مصلی بچھاليں تو ان پر بعض متعصب لوگوں كی طرف سے بدعت كی تہمت لگائي جاتی ہے_ اور غصے كے ساتھ انہيں

---

1) مجمع الزوائد، جلد 2، ص 126_ 2) مصنف ابن ابی شيبہ ، جلد 1 ، ص 397_
3) فتح البارى ، جلد1، ص 404_

ديكھا جاتا ہے_
حالانكہ يہ احاديث بتاتی ہيں كہ يہ كام پيغمبر اكرم(ص) كی سنت ہے_
كتنے افسوس كا مقام ہے كہ سنّت كو بدعت شمار كيا جائے
مجھے نہيں بھولتا كہ ايك مرتبہ حج كے موقع پر مدينہ ميں، ميں مسجد نبوي(ص) ميں ايك چھوٹی سی چٹائي پر نماز پڑھنا چاہتا تھا تو ايك متعصّب وہابی عالم دينآيا اور اس نے بڑے غصّے كے ساتھ چٹائي اٹھاكر كونے ميں پھينك دی گويا وہ بھی اس سنت كو بدعت سمجھتا تھا_

ج) صحابہ اور تابعين كی سيرت
اس بحث ميں دلچسپ موضوع يہ ہے كہ اگر ہم اصحاب اور انكے بعد آنے وال-ے افراد (يعنی تابعين) كے حالات كا غور سے مطالعہ كريں تو پتہ چلتا ہے وہ بھی زمين پر سجدہ كرتے تھے مثال كے طور پر:
1_ جابر ابن عبدالله انصارى فرماتے ہيں" كنتُ اُصلّی مع النّبی الظہر فآخذ قبضة من الحصى فاجعلہا فی كفّی ثُم احولہا الى الكفّ الأُخرى حتى تبرد ثم اضعہا لجبينى حتى اسجد عليہا من شّدة الحرّ"ميں پيغمبر اكرم(ص) كے ساتھ نماز ظہر پڑھتا تھا_ شديد گرمی كی وجہ سے كچھ سنگريزے ہاتھ ميں لے ليتا تھا اور انہيں ايك ہاتھ سے دوسرے ہاتھ ميں تبديل كرتا رہتا تھا تا كہ وہ كچھ ٹھنڈے ہوجائيں اور ان پر سجدہ كرسكوں يہ كام گرمی كی شدت كی وجہ سے تھا" (1)

---

1) مسند احمد ، جلد 3، ص 327 ، سنن بيہقى ، جلد1 ، ص 439_

اس حديث سے واضح ہوجاتا ہے كہ اصحاب پيغمبر(ص) زمين پر سجدہ كرنے كے پابند تھے، حتى كہ شديد گرمی ميں بھی اس كا م كے ليے راہ حل تلاش كرتے تھے_ اگر يہ كام ضرورى نہ ہوتا تو اتنى زحمت كى ضرورت نہيں تھي_
2_ انس بن مالك كہتے ہيں " كُنّا مع رسول الله (ص) فى شدّة الحرّ فيأخذأحدنا الحصباء فى يده فإذا برد وضعہ و سجّد عليہ " ہم شديد گرمى ميں رسولخدا(ص) كے ساتھ تھے ہم ميں سے بعض لوگ كچھ سنگريزے ہاتھ ميں لے ليتے تھے تا كہ ٹھنڈے ہوجائيں پھر انہيں زمين پر ركھ كر اُن كے اوپر سجدہ كرتے تھے_(1)
يہ تعبير يہى بتاتى ہے كہ يہ كام اصحاب كے درميان رائج تھا_
3_ ابوعبيدہ نقل كرتے ہيں " انّ ابن مسعود لا يسجد _ أو قال لا يصلّى _ الا على الارض" كہ جناب عبدالله ابن مسعود صرف زمين پر سجدہ كرتے تھے يا يوں كہا كہ صرف زمين پر نماز پڑھتے تھے_(2)
اگر زمين سے قالين يا درى و غيرہ مراد ہوتى تو كہنے كى ضرورت نہيں تھى اس سے پتہ چلتا ہے كہ زمين سے وہى خاك: ريت اور سنگريزے و غيرہ مراد ہيں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

4_ عبداللہ ابن مسعود کے ایك دوست مسروق بن اجدع کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ " کان لا یرخص فی السجود علی غیر الارض حتی فی السفینة وکان یحمل فی السفینة شیئاً یسجدعلیہ" وہ سوائے زمین کے کسی شے پر سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے حتی اگر کشتی میں سوار ہونا ہوتا تو کوئي چیز اپنے ساتھ کشتی میں رکھ لیتے تھے جس
---

1) السنن الکبری بیہقی ، جلد 2، ص 106_
2) مصنف ابن ابی شیبہ ، جلد 1، ص 397_

142

پر سجدہ کرتے" (1)
5_ جناب علی ابن عبداللہ ابن عباس نے " رزین " کو خط میں لکھا" ابعث الیّ بلوح من أحجار المروة علیہ اسجُد" کہ مروہ کے پتھروں میں سے ایك صاف سا پتھر میرے لیے بھیجنا تا کہ میناس پر سجدہ کرسکوں" (2)
6_ کتاب فتح الباری (شرح صحیح بخاري) میں نقل ہوا ہے کہ " کان عمر ابن عبدالعزیز لا یکتفی بالخمرة بل یضع علیہا التراب و یسجد علیہ" عمر ابن عبدالعزیز نماز کے لیے صرف چٹائي پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اس پر مٹی رکھ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے تھے_(3)
ان تمام روایات سے کیا سمجھ میں آتا ہے؟ کیا یہی سمجھ میں نہیں آتا کہ اصحاب اور انکے بعد آنے والے افراد کی (ابتدائي صدیوں میں) یہی سیرت تھی کہ زمین پر یعنی خاك ، پتھر، ریت اور سنگریزوں و غیرہ پر سجدہ کرتے تھے_
اگر آج ہمارے زمانے میں کچھ مسلمان اس سنت کو زندہ رکھنا چاہیں تو کیا اسے بدعت کے عنوان سے یاد کیا جائے؟
کیا فقہائے اہلسنت کو نہیں چاہیے کہ قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس سنّت نبوی (ص) کو زندہ کریں، وہی کام جو اللہ تعالی کی بارگاہ میں انتہائي خضوع، انکساری اور عاجزی سے حکایت کرتا ہے اور سجدہ کی حقیقت کے ساتھ زیادہ سازگار ہے_ (ایسے دن کی امید کے ساتھ)_
---

1) طبقات الکبری ، ابن سعد، جلد 6، ص 53_
2) اخبار مکّہ ازرقي، جلد 2 ،ص 151_
3) فتح الباری ، جلد 1 ، ص 410_

شیعہ جواب دیتے ہیں

143
7

جمع بین صلاتین

145

بیان مسئلہ:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نماز، خالق اور مخلوق کے درمیان ایك اہم ترین رابطہ اور تربیّت کے ایك اعلی ترین لائحہ عمل کا نام ہے_ نماز خودسازی اور تزکیہ نفوس کا ایك بہترین وسیلہ اور فحشاء و منکر سے روکنے والے عمل کا نام ہے_ نماز قرب الہی کا بہترین ذریعہ ہے_
اور با جماعت نماز مسلمانوں کی قوّت و قدرت اور انکی صفوف میں وحدت کا مظہر اور اسلامی معاشرے کے لیے با افتخار زندگی کا باعث ہے_
نماز اصولی طور پر دن رات میں پانچ مرتبہ انجام دی جاتی ہے جس سے انسان کے دل و جان ہمیشہ فیض الہی کے چشمہ زلال سے دُھلتے رہتے ہیں_
نماز کو رسول خدا(ص) نے اپنی آنکھوں کا نور قرار دیا اور اس کے لیے " قرةُ عینی فی الصلاة " (1) ارشاد فرمایا اور اسے مؤمن کی معراج شمار کرتے ہوئے_ "الصلوة معراج المؤمن" (2) کی صدا بلند کی اور اسے متّقین کے لیئے قرب الہی کے وسیلہ کے عنوان سے
---

1) مکارم الاخلاق ، ص 461_
2) اگرچہ یہ جملہ کتب احادیث میں نہیں ملا لیکن اسقدر مشہور ہے کہ علامہ مجلسی نے اپنے بیانات کے دوران اس جملہ سے استشہاد فرمایا ہے (بحار الانوار ، جلد 79 ص 248، 303)_

146

متعارف کرایا "الصلاة قربان کلی تقّي" (1)
اس مقام پر موضوع سخن یہ ہے کہ کیا پانچ نمازوں کا پانچ اوقات میں علیحدہ علیحدہ انجام دینا ایك واجبی حکم ہے؟ اور اس کے بغیر نماز باطل ہوجاتی ہے (جسطرح وقت سے پہلے نماز پڑھ لینا ،اس کے باطل ہونے کا سبب بنتا ہے) یا اسے تین وقتوں میں انجام دیا جاسکتا ہے؟
(یعنی ظہر و عصر کی نماز اور مغرب و عشاء کی نماز کو جمع کر کے ادا کیا جائے) علمائے شیعہ _ مکتب اہلبیت(ع) کی پیروی کرتے ہوئے _ عموماً اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ پانچ نمازوں کو تین وقتوں میں انجام دینا جائز ہے اگرچہ افضل و بہتر یہ ہے کہ نماز پنچگانہ کو پانچ وقتوں میں انجام دیا جائے_
لیکن علمائے اہلسنت کی اکثریت _ سوائے چند ایك کے _ اس بات کی قائل ہے کہ نماز پنچگانہ کو علیحدہ علیحدہ پانچ اوقات میں انجام دینا واجب ہے (صرف عرفہ کے دن میدان عرفات میں ظہر و عصر کی نماز وں کو اکٹھا پڑھا جاسکتا ہے اور عید قربان کی رات مشعر الحرام میں مغرب و عشاء والی نماز کواکٹھا بجالایا جاسکتا ہے البتہ بہت سے علماء نے سفر اور بارش کے اوقات میں کہ جب نماز جماعت کے لیے مسجد میں رفت وآمد مشکل ہو دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کی اجازت دی ہے)_
شیعہ فقہاء کی نظر میں _ جیسا کہ بیان ہوا _ نماز پنچگانہ کے جدا جدا پڑھنے کی فضیلت پر
تاکید کے ساتھ _ نمازوں کو تین اوقات میں بجالانے کی اجازت اور ترخیص کو ایك عطیہ الہی شمار کیا جاتا ہے جسے امر نماز میں سہولت اور لوگوں کے لیے وسعت کی خاطر پیش کیا گیا ہے_
---

1) کافی جلد 3، ص 265 ، حدیث 26_

147

اور اس اجازت کو روح اسلام کے ساتھ سازگار سمجھا جاتا ہے کیونکہ اسلام ایك "شریعة سمحة و سہلة" (آسان و سہل) ہے_ تجربے سے یہ بات ثابت ہوئي ہے کہ نماز کے لیے پانچ وقتوں پر علیحدہ علیحدہ تاکید کبھی اس بات کا سبب بنتی ہے کہ اصل نماز بالکل فراموش ہوجائے اور بعض لوگ نماز کو ترك کردیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسلامی معاشروں مینپانچ اوقات پر اصرار کے آثار:
اسلام نے کیوں عرفہکے دن ظہر و عصر کی نماز اور مشعر الحرام میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت دی ہے؟
کیوں بہت سے اہلسنت فقہائ، روایات نبوي(ص) کی روشنی میں سفر کے دوران اور بارش کے اوقات میں دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں؟ یقیناً امت کی سہولت کی خاطر یہ احکام نازل ہوئے ہیں_
یہ تسہیل تقاضا کرتی ہے کہ دیگر مشکلات میں بھی چاہے سابقہ زمانے میں ہوں یا اس دور میں _ نماز کے جمع کرنے کی اجازت دینی چاہیے_
ہمارے زمانے میں لوگوں کی زندگی تبدیل ہوچکی ہے_ کارخانوں میں بہت سے مزدوروں، دفتروں میں بہت سے ملازمین اور کلاسوں میں بہت سے طالب علموں کو پانچ وقت نماز کی فرصت نہیں ملتی ہے یعنی انکے لیےکام کرنا کافی دشوار اور پیچیدہ ہوجاتا ہے_
پس ان روایات کے مطابق جو پیغمبر اکرم(ص) سے نقل ہوئي ہیں اور آئمہ طاہرین نے ان پر تاکید کی ہے اگر لوگوں کو دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو اس اعتبار سے

انکے کام میں سہولت حاصل ہوگي_ اور نماز پڑھنے والوں کی تعداد بڑھ جائیگي_
اگر ایسا نہ کیا جائے تو ترك نماز میں اضافہ ہوگا اور تارك صلوة لوگوں کی تعداد بڑھتی جائیگی شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلسنت کے جوان نماز کو چھوڑ تے ہیں اور اہل تشیع میں تارکین نماز کی تعداد بہت کم ہے_
انصاف یہ ہے کہ " بُعثتُ الی الشریعة السمحة السہلة" (1) اور رسولخدا(ص) سے نقل ہونے والی متعدد روایات کی روشنی میں لوگوں کو تین اوقات میں نماز پڑھنے کی اجازت دینی چاہیے اسی طرح فرادی نماز کی بھی اجازت دینی چاہیے تا کہ زندگی کی مشکلات، ترك نماز کا موجب نہ بنے _ اگرچہ اسلام میں پانچ وقت نماز کی فضیلت پر تاکید ہوئي ہے اور وہ بھی جماعت کے ساتھ_

دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کے جواز پر روایات:
اہلسنت کی معروف کتب جیسے صحیح مسلم ، صحیح بخاری ، سنن ترمذی ، مؤطّاء مالك، مسند احمد، سنن نسائي، مصنف عبدالرّزاق اور دیگر مشہور کتابوں میں تقریباً تیس 30 روایات نقل کی گئي ہیں جن میں بغیر سفر اور مطر (بارش) کے، بغیر خوف اور ضرر کے ، نماز ظہر و عصر یا نماز مغرب و عشاء کے اکٹھا پڑھنے کو نقل کیا گیا ہے_ ان میں سے اکثر روایات کو ان پانچ مشہور اصحاب نے نقل کیا ہے_
1_ ابن عباس، 2، جابر ابن عبدالله انصاري، 3_ ابو ایّوب انصاری ، 4_ عبدالله ابن عمر ، 5_ ابوہریرہ ، ان میں سے بعض کو ہم قارئین محترم کے لیئے نقل کرتے ہیں_
---

1)مُجھے ایك سہل اور آسان شریعت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے (ترجمہ)_

1_ ابوزبیر نے سعید بن جبیر سے ، انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ " صلّی رسول الله(ص) الظہر و العصر جمیعاً بالمدینة فی غیر خوف و لا سفر" رسولخدا(ص) نے مدنیةمیں بغیر کسی خوف اور سفر کے نماز ظہر او ر عصر کو اکٹھا انجام دیا_
ابو الزبیرکہتے ہیں میں نے سعید ابن جبیر سے پوچھا کہ پیغمبراکرم(ص) نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہی سوال میں نے ابن عباس سے کیا تھا تو انہوں نے جواب میں کہا تھا " أراد أن لا یَحرجَ أحداً من أمّتہ " آنحضرت(ص) کا مقصد یہ تھا کہ میری امت کا کوئي مسلمان بھی زحمت میں نہ پڑے" (1)

2_ایك اور حدیث میں ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے " جَمع رسول اللّٰہ بین الظہر و العصر و المغرب و العشاء فی المدینة فی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

غیر خوف و لا مطر" "پیغمبر اکرم(ص) نے مدینہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو اکٹھا انجام دیا"_
حدیث کے ذیل میں آیا ہے کہ جب ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ پیغمبر اکرم(ص) کا اس جمع بین صلاتین سے کیا مقصد تھا تو انہوں نے جواب میں کہا" أراد أن لا یحرج" آنحضرت(ص) کا یہ مقصد تھا کہ کوئي مسلمان بھی زحمت و مشقت سے دوچار نہ ہو_(2)

3_ عبداللہ ابن شقیق کہتے ہیں:
'' خطبنا ابن عباس یوماً بعد العصر حتی غربت الشمس و بدت النجوم و جعل الناس یقولون الصلاة، الصلاة قال فجائہ، رجل من بنی تمیم لا

----

1) صحیح مسلم، جلد 2،ص 151_
2) صحیح مسلم، جلد 2،ص 152_

یفتر و لا ینثني: الصلوة ، الصلوة فقال ابن عباس أتعلّمنی بالسّنّة لا اَمّ لك ثمّ قال: رایت رسول اللہ جمع بین الظہر و العصر و المغرب و العشاء قال عبداللہ بن شقیق: فحاك فی صدری من ذلك شيء فأتیتُ ابا ہریرہ فسألتہ ، فصدّق مقالتَہ" (1)
کہ ایك دن ابن عباس نے نماز عصر کے بعد خطبہ پڑھنا شروع کیا یہانتك کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے ظاہر ہوگئے ، لوگوں نے نماز، نماز کی آوازیں لگانا شروع کردیں_ ایسے میں بنو تمیم قبیلہ کا ایك آدمی آیا وہ مسلسل نماز، نماز کی صدائیں بلند کر رہا تھا اس پر ابن عباس نے کہا ، تو مجھے سنت رسول(ص) سکھانا چاہتا ہے اے بے حسب و نسب میں نے دیکھا ہے کہ رسولخدا(ص) نے نماز ظہر و عصر کو ،اسی طرح نماز مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ہے عبداللہ بن شقیق کہتا ہے میرے دل میں شك سا پیدا ہوگیا، میں ابوہریرہ کے پاس آیا اور اُن سے یہی بات دریافت کی انہوں نے ابن عباس کے کلام کی تصدیق کي_

4_ جابر ابن زیدلکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ : " صلّی النّبي(ص) سبعاً جمیعاً و ثمانیاً جمیعاً" پیغمبر اکرم(ص) نے سات رکعتیں اور آٹھ رکعتیں اکٹھی پڑھیں" (مغرب اور عشاء کی نماز اسی طرح ظہر اور عصر کی نماز کے اکٹھا پڑھنے کی طرف اشارہ ہے) (2)

----

1) سابقہ مدرك_
2) صحیح بخاری ، جلد 1، ص 140 (باب وقت المغرب)_

5_ سعید بن جُبیر، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ:
" جَمع رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) بین الظہر و العصر و بین المغرب و العشاء بالمدینة من غیر خوف و لا مطرً قال: فقیل لأبن عباس : ما أراد بذلك؟ قال أراد أن لا یحرج أمتّہ"(1)
" پیغمبر اکرم (ص) نے مدینہ میں بغیر دشمن کے خوف اور بارش کے ، ظہر و عصر کی نماز، اسی طرح مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھا پڑھا، ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آنحضرت(ص) کا اس کام سے کیا مقصدتھا؟ تو انہوں نے کہا آپ(ص) چاہتے تھے کہ انکی امت مشقّت میں نہ پڑے"

6_ امام احمد ابن حنبل نے بھی اسی کے مشابہ حدیث اپنی کتاب مسند میں ابن عباس سے نقل کی ہے_(2)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

7_ امام مالك نے اپنی کتاب " مؤطا" میں مدینہ کا تذکرہ کیے بغیر ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے:
" صلّیٰ رسولُ اللہ (ص) الظہر و العصر جمیعاً و المغرب و العشاء جمیعاً فی غیر خوف و لا مطر"(3)
---

1) سنن ترمذی ، جلد 121 حدیث 187_
2) مسند احمد، جلد 1 ، ص 223_
3) مؤطا مالك، جلد 1 ، ص 144_

" رسولخدا(ص) نے ظہر و عصر کی نماز کو اسی طرح مغرب و عشاء کی نماز کو اکٹھا پڑھا حالانکہ نہ تو دشمن کا خوف تھا اور نہ ہی بارش کا خطرہ"

8: " مصنف عبدالرزاق" نامی کتاب میں جناب عبداللہ ابن عمر سے نقل کیا گیا ہے کہ:
" جَمع لنا رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم مقیماً غیر مسافربین الظہر و العصرفقال رجلٌ لأبن عمر : لم تری النّبی (ص) فعل ذلك؟ قال لأن لا یحرج اُمّتہ أن جمع رجل" (1)
پیغمبر اکرم (ص) نے بغیر سفر کے یعنی قیام کی حالت میں ظہر و عصر کی نمازوں کو اکٹھا پڑھایا، کسی نے ابن عمر سے پوچھا آپ کے خیال کے مطابق پیغمبر اکرم (ص) نے یہ کام کیوں کیا؟ اس پرانہوں نے کہا آپ(ص) نے یہ کام اس لیے انجام دیا کہ اگر امت میں سے کوئي ان دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لے توزحمت میں مبتلا نہ ہو(لوگ اس پراعتراض نہ کریں)_

9_ جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ:
" جَمع رسولُ اللہ (ص) بین الظہر و العصر و المغرب و العشاء فی المدینۃ للرّخص من غیر خوف: و لا علّۃ" (2)
" رسولخدا(ص) نے مدینہ میں بغیر دشمن کے خوف اوربغیر کسی عذر کے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھا پڑھا تا کہ امت کے لیے اجازت اور رخصت شمار ہو _
---

1) مصنف عبدالرزاق ، جلد 2 ، ص 556_
2) معانی الآثار، جلد 1 ، ص 161_

10_ ابوہریرہ نیز نقل کرتے ہیں کہ:
" جمع رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) بین الصلوتین فی المدینۃ من غیر خوف:"(1)
رسولخدا(ص) نے مدینہ میں بغیر دشمن کے خوف کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھا _

11_ عبداللہ بن مسعود بھی نقل کرتے ہیں کہ:
" جمع رسول اللہ (ص) بین الاولی و العصر و المغرب و العشاء فقیل لہ فقال(ص) : صنعتہ لئلّا تکون أمتی فی حرج" (2)
رسولخدا(ص) نے مدینہ میں ظہر و عصر کی نماز، اسی طرح مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھا پڑھا_ کسی نے آپ (ص) سے اس کے سبب کے بارے میں سوال کیا تو آپ(ص) نے فرمایا کہ یہ کام میں نے اس لیے کیا ہے تا کہ میری امّت مشقّت میں نہ پڑے_
اسی طرح اور بہت سی احادیث موجود ہیں جو اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہیں_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہانپر دوسوال پیش نظر ہیں:

1_ مذکورہ احادیث کا نتیجہ :
مذکورہ بالا تقریباً تمام احادیث میں " کہ جو اہلسنت کی مشہور اور درجہ اول کی کتب میں ذکر ہوئي ہیں اور ان کی سند بعض بزرگ اصحاب تك پہنچتی ہے" د و نکات پر تاکید کی گئي ہے:
---

1) مسند البزّاز، جلد 1 ، ص 283_
2) المعجم الكبير طہراني، جلد 10، ص 219 ، حديث 10525_

154
ایك تو یہ کہ رسولخدا(ص) نے دو نمازوں کو اس حال میں اکٹھا انجام دیا کہ کسی قسم کی مشکل جیسے دشمن کا خوف، سفر ، بارش و غیرہ، در پیش نہیں تھي_
اور دوسرے یہ کہ آپ(ص) کا مقصد " امت کو رخصت دینا" اور " عسر و حرج سے نجات دلانا" تھا_
آیا ان نکات کی روشنی میں سزاوار ہے کہ بعض لوگ اعتراض تراشی کریں اوریوں کہیں کہ یہ اکٹھا پڑھنا اضطراری موارد میں تھا؟ہم کیوں حقائق سے چشم پوشی کریں، اور اپنے خام نظریات کو رسولخدا(ص) کے صریح فرامین پر ترجیح دیں؟
خدا اور اس کے رسول(ص) نے اجازت دی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ امّت کے بعض متعصّب لوگ اجازت نہیں دیتے آخر کیوں؟
یہ لوگ کیوں نہیں چاہتے ہیں کہ مسلمان جوان ہر حال میں اور ہر جگہ پر ، اسلامی ممالك کے اندر اور باہر، یونیور سٹیوں، دفتروں اور کارخانوں میں اس اہم ترین اسلامی فریضہ (یعنی یومیہ نمازیوں) پر عمل کریں؟
ہمارا نظریہ ہے کہ اسلام قیامت تك ہر زمان اور ہر مکان کے لیے ہے_
پیغمبر اکرم (ص) یقینا اپنی وسعت نظری کے ذریعہ تمام دنیا کے مسلمانوں اور تمام زمانوں اور صدیوں کے لوگوں کو مدنظر رکھے ہوئے تھے وہ جانتے تھے کہ اگر تمام لوگوں کو پانچ وقت میں نماز پڑھنے پر مقیّد کریں گے تو اس کے نتیجے میں بعض لوگ تارك الصلاۃ ہوجائیں گے (جیسا کہ ہم آجکل دیکھ رہے ہیں) اسی لیے انہوں نے اپنی امت پر احسان کیا اور کام کو آسان

155
کردیا تا کہ سب لوگ ہر زمان و مکان میں آسانی کے ساتھ روزانہ کی نمازوں کو بجالا سکیں_
قرآن مجید فرماتا ہے:
" و مَا جَعَل عَلیکُم فی الدّین من حَرَج:" (1)

2_ قرآن مجید اور نماز کے تین اوقات:
اسی مسئلہ میں تعجب کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی دو آیات میں جب نماز کے اوقات کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہاں یومیہ نمازوں کے لیے صرف تین اوقات ذکر کیے گئے ہیں_ تعجب یہ ہے کہ کیوں ان بھائیوں میں سے ایك گروہ پانچ اوقات کے وجوب پر اصرار کرتا ہے_
پانچ اوقات میں نماز کی زیادہ فضیلت کے بارے میں کسی کو انکار نہیں ہے_ ہمیں بھی اگر توفیق الہی شامل حال رہے تو پانچ اوقات میں نماز ادا کرتے ہیں_
اختلاف صرف ان پانچ اوقات کے وجوب کے بارے میں ہے_
1_ پہلی آیت سورہ ہود میں ہے:"و أقم الصلوۃ طَرَفی النہار و زلفاً من اللّیل" دن کے دو اطراف میں اور رات کے کچھ حصّے میں نماز ادا کرو ..."(2)
" طرفی النہار" نماز صبح کی طرف جو دن کی ابتداء میں انجام دی جاتی ہے، اور نماز ظہر و عصر کی طرف اشارہ ہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ جن کا وقت سورج غروب ہونے تك باقی ہے_ بالفاظ دیگر نماز ظہر و عصر کے وقت کا غروب آفتاب تك باقی رہنا اس آیت سے با آسانی استفادہ ہوتا ہے اور "زُلفاً من اللیل" کہ جس میں لفظ " زُلف" استعمال ہوا ہے جس کے بارے میں " مختار
---

1) سورۃ حج آیت 78_ اور اللہ نے تم پر دین کے مسئلے میں کوئي حرج اور مشقت نہیں رکھي_
2) سورۃ ہود آیت 114_

156
الصحاح" اور راغب نے کتاب المفردات میں لکھا ہے کہ یہ " زلفة" کی جمع ہے اور اسے رات کے ابتدائي حصوں کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے_ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ "زلفاً من اللیل" مغرب اور عشاء کے وقت کی طرف اشارہ ہے_
بنابراین اگر پیغمبر اکرم (ص) نمازوں کو عام طور پر پانچ وقتوں میں انجام دیتے تھے تووہ یقینا ان پانچ اوقات کی فضیلت کے اعتبار سے تھا کہ جس کے ہم سب معتقد ہیں ہم کیوں قرآن مجید کی آیت کے ظہور سے چشم پوشی کریں اور دوسری تاویلوں کو تلاش کریں؟
2_ دوسری آیت سورہ اسراء میں ہے; " أقم الصلوة لدُلُوك الشمس إلی غَسَق اللیل و قرآن الفجر إنّ قرآن الفجر کانَ مشهوداً"
نماز کوزوال آفتاب کے آغاز سے رات کی تاریکی تك ادا کرو اسی طرح قرآن فجر (نماز صبح) ادا کرو ..." (1)
" دلوك" متمایل ہونے اور جھکنے کے معنی میں آتا ہے_ یہاں نصف النہار سے سورج کے تمایل کی طرف اشارہ ہے یعنی زوال کا وقت_
" غسق اللیل" رات کی تاریکی کے معنی میں ہے، بعض نے اسے رات کی ابتداء سے تعبیر کیا ہے اور بعض نے آدھی رات کے معنی میں اس کی تفسیر کی ہے_ جیسا کہ راغب نے "مفردات" میں لکھا ہے کہ " غسق" رات کی و تاریکی کی شدّت کے معنی میں ہے اور یہ وہی آدھی رات کے وقت ہوتی ہے _
ان معانی کے مطابق دلوك شمس سے نماز ظہر و عصر کے وقت کی ابتداء کی طرف اشارہ ہے اور غسق اللیل سے نماز مغرب و عشاء کے وقت کی انتہا کی طرف اشارہ ہے اور قرآن فجر سے
---

1) سورۃ اسرائ، آیت 78_

157
نماز صبح کی طرف اشارہ ہے_
جناب فخر رازی نے اس آیت کی بہترین تفسیر بیان کی ہے، وہ یوں رقمطراز ہیں کہ :
" إن فَسّرنا الغسق بظهور اوّل الظلمة_ و حکاه عن ابن عباس و عطا و النضر بن شمیل_ کان الغسق عبارة عن أول المغرب و علی هذا التقدیر یکون المذکور فی الآیة ثلاث اوقات وقت الزّوال ووقت أول المغرب و وقت الفجر، و هذا یقتضی أن یکون الزوال وقتا، للظُهر و العصر فیکون هذا الوقت مشترکاً بین الصلوتین و أن یکون أول المغرب وقتاً للمغرب و العشاء فیکون هذا الوقت مشترکاً ایضاً بین هاتین الصلوتین فهذا یقتضی جواز الجمع بین الظهر و العصر و المغرب و العشاء مطلقاً"(1)
اگر ہم کلمہ غسق کو رات کی تاریکی کے آغاز کے معنی میں تفسیر کریں (جیسا کہ ابن عباس عطا اور نضر بن شمیل بھی اسی کے قائل ہیں) تو اس وقت غسق سے مغرب کے ابتدائي وقت کی طرف اشارہ ہوگا_ اور اس بناء پر آیت میں تین اوقات ذکر
---

1) تفسیر کبیر فخر رازی ، ج 21، ص 27_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہوئے ہیں زوال کا وقت_ غروب کا وقت اور فجر کا وقت_ اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ تین اوقات تقاضا کرتے ہیں کہ زوال نماز ظہر و عصر کا مشترکہ اورغروب نماز مغرب و عشاء کا مشترکہ وقت ہو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نماز ظہر اور عصر کو ،اسی طرح نماز مغرب اور عشاء کو بغیر کسی قید وشرط کے اکٹھا پڑھا جاسکتا ہے"
جناب فخر رازی نے یہانتك تو بالکل صحیح بات بیان کی تھی اور آیت کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھا اور سمجھایا_ لیکن اس کے بعد کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے پاس دلیل موجود ہے کہ دو نمازوں کے درمیان بغیر عذر و سفر کے جمع کرنا جائز نہیں ہے، اس لیئےم آیت کو عذر کی حالت میں محدود کرینگے_(1)
موصوف کو یاد دہانی کرانی چاہیے کہ نہ صرف یہ کہ ہمارے پاس آیت کو صرف حال عذر میں محدود کرنے پر دلیل موجود نہیں ہے بلکہ متعدّد روایات موجود ہیں (جنکی طرف اشارہ ہوچکا ہے) کہ رسولخدا(ص) نے بغیر عذر اور بغیر سفر کے نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا تا کہ امّت کو سہولت دی جاسکے اور وہ اس رخصت سے بہرہ مند ہوسکیں_
علاوہ بر این آیت کے اطلاق کو کس طرح انتہائي محدود موارد کے ساتھ مختص کیا جاسکتا ہے حالانکہ علم اصول میں یہ بات مسلّم ہے کہ تخصیص اکثر جائز نہیں ہے_
بہرحال آیت نے بالکل وضاحت کے ساتھ نماز کے جو تین اوقات ذکر کیے ہیں اُن سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی ہے_
سابقہ بیان سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں_
---

1) سابقہ مدرك_

1_ قرآن مجید نے وضاحت کے ساتھ پانچ نمازوں کی تین اوقات میں بجا آوری کو جائز قرار دیا ہے_
2_ فریقین کی کتب میں بیان کی جانے والی اسلامی احادیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے کئي مرتبہ دو نمازوں کو اکٹھا پڑھا حالانکہ نہ ہی سفر میں تھے اور نہ ہی کوئي اور عذر تھا_ اور اس کام کو انہوں نے مسلمانوں کے لیئے رخصت شمار کیا تا کہ وہ مشقتسے دوچار نہ ہُوں_
3_ اگرچہ پانچ اوقات میں نماز پڑھنا فضیلت ہے، لیکن اس فضیلت پر اصرار کرنے اور ترخیص کی راہ میں رکاوٹ بننے کی وجہ سے بہت سے لوگ بالخصوص جوان نسل اصل نماز سے فرار کر جاتے ہیں _ اور اس بات کی تمام ذمہ داری ترخیص کے مخالفین کے دوش پر آتی ہے_
کم از کم اہلسنت علماء اتنا قبول کرلیں کہ اس مسئلہ میں انکے جوان بھی مکتب اہلبیت(ع) کے پیروکاروں کے فتوی پر عمل کرلیں جیسا کہ بزرگ عالم دین شیخ الازہر " جناب شیخ محمد شلتوت" نے مذہب جعفریہ کے تمام فتاوی پر عمل کرنے کو جائز قرار دیاہے_
آخر مینپھر ہم دوبارہ تاکید کرتے ہیں _ کہ ہمیں قبول کرنا چاہیے کہ آج کل دنیا میں بہت سے مزدوروں ، ملازمین ، سکول و کا لجز کے طلاب اور دیگر طبقات کے لوگوں کے لیے پانچ اوقات میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا بہت مشکل کام ہے_ کیا ہمیں نہیں چاہیئے کہ رسولخدا(ص) کی دی گئي اس سہولتسے استفادہ کریں جو آجکل کے معاشرے کو مد نظر رکھتے ہوئے عنایت کی گئي ہے تا کہ نسل جوان اور دیگر لوگ نماز ترك کرنے کے بہانے نہ بنائیں_
کیا " سنت " پر اس حد تك اصرار کرنا صحیح ہے کہ جو " فریضہ" کے ترك کرنے کا سبب بنے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

161
8

وضو میں پاؤں کا مسح

163

قرآن مجید اور پاؤں کا مسح:

وضو میں پاؤں کا مسح ایك اور ایسا اعتراض ہے جسے اہلسنت کے بعض علماء ، شیعوں پر کرتے ہیں _ چونکہ اُن کی اکثریت پاؤں دھونے کو واجب سمجھتی ہیں اور پاؤں کے مسح کو کافی نہیں سمجھتی _
حالانکہ قرآن مجید نے بالکل واضح الفاظ میں پاؤں کے مسح کا حکم دیا ہے_ اس طرح مکتب اہلبیت(ع) کے پیروکاروں کا عمل قرآن مجید کے بالکل مطابق ہے_ اس کے علاوہ پیغمبر اکرم(ص) کی بہت سی احادیث جن کی تعداد تقریباً تیس (30) سے بھی زیادہ ہے پاؤں کے مسح کو بیان کر رہی ہیں_ اور اس کے علاوہ بہت سے اصحاب اور تابعین (وہ لوگ جو اصحاب کے بعد والے زمانے میں تھے) کا عمل پاؤں کے مسح کے بارے میں موجود ہے نہ پاؤں دھونے کے بارے میں_
لیکن مقام افسوس ہے کہ بعض مخالفین نے ان تمام ادلّہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے، بغیر کسی غور و فکر کے، ہم پر حملہ کرنا شروع کردیا اور تند و تیز الفاظ کے ذریعے، حق و عدالت سے دُوری اختیار کرتے ہوئے اس مذہب حقہ کے پیروکاروں کی سرزنش شروع کردی ہے_ ابن کثیر ، مذہب اہلسنت کے معروف عالم دین اپنی کتاب " تفسیر القرآن العظیم" میں کہتے ہیں:

164
" روافض (ان کا مقصود اہلبیت(ع) کے پیروکار ہیں) نے وضو میں پاؤں دھونے کے مسئلہ میں مخالفت کی ہے اور جہالت و گمراہی کی وجہ سے بغیر کسی دلیل کے مسح کو کافی سمجھ لیا ہے_ حالانکہ قرآن مجید کی آیت سے پاؤں دھونے کا وجوب سمجھا جاتا ہے_ اور رسولخدا(ص) کا عمل بھی آیت کے مطابق تھا_ حقیقت میں اُن کے پاس اپنے نظریہ پر کوئي دلیل نہیں ہے(1)
بعض دیگر علماء نے بھی اسکی اندھی تقلید کرتے ہوئے اسکی بات کو اخذ کر لیا ہے اور اس مسئلہ پر تحقیق کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور اپنی دلخواہ نسبت شیعوں کی طرف دی ہے_
شاید وہ اپنے تمام مخاطبین کو عوام تصوّر کر رہے تھے اور انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ایك دن محققین انکی باتوں پر تنقید کریں گے اور(انہیں باطل ثابت کریں گے)اس طرح انہیں اسلامی تاریخ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا_
اس وقت ہم سب سے پہلے قرآن مجید کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کا فیصلہ دریافت کرتے ہیں_ سورۃ مائدہ (کہ جو پیغمبر اکرم(ص) پر نازل ہونے والی سب سے آخری سورت ہے) کی آیت نمبر 6 میں یوں ارشاد باری تعالی ہے:
"یا ایّها الذین آمنوا إذا قمتم إلی الصلوة فاغسلوا وُجوہکم و أیدیکم إلی المرافق و اَمسَحُوا برُء وسکم و أرجلکم إلی الکعبین"
اے صاحبان ایمان جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تك دھولو اور اپنے سر اور پاؤں کا ابھری ہوئي جگہ تك مسح کرو"
---

1) تفسیر القرآن العظیم، جلد 2، ص 518_

165
واضح ہے کہ کلمہ "ارجلکم" (اپنے پاؤں)کا کلمہ " روسکم" (اپنے سر) پر عطف ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مسح کرنا واجب ہے نہ کہ دھونا_ چاہے " ارجلکم" کو نصب کے ساتھ پڑھا جائے یا جر کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ساتھ (غور کیجئے)(1)
---

1) اس مطلب کی وضاحت یہ ہے کہ کلمہ " ارجلکم" کے اعراب کے بارے میں دو مشہور قرا تیں ہیں ایك جر کے ساتھ قرا ت کہ جسے بعض مشہور قرّاء جیسے حمزہ ، ابوعمرو، ابن کثیر اور حتی عاصم نے (ابوبکر کی روایت کے مطابق) لام کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسری طرف بعض مشہور قرّاء نے اسے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور آجکل قرآن مجید کے تمام رائج نسخوں میں اسی دوسری قرا ت کے مطابق اعراب لگایا گیا ہے_
لیکن دونوں اعراب کے مطابق یقینا معنی کے اعتبار سے کوئي فرق نہیں پڑتا ہے_ کیونکہ اگر زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو بالکل واضح ہے کہ ''ارجلکم'' کا '' روٴس'' پر عطف ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرو (جسطرح سر کا مسح کرتے ہو)اگر شیعہ اس قرا ت کے مطابق عمل کریں کہ جس کے اور بھی بہت سے طرفدار ہیں تو اس میں کیا عیب ہے؟
اور اس سے بڑھ کر اگر فتح (زبر) کے ساتھ بھی پڑھا جائے پھر بھی ''ارجلکم ''کا عطف ''برو سکم'' کے محل پر ہوگا اور واضح ہے کہ بروٴسکم محل کے اعتبار سے منصوب ہے کیونکہ '' و امسحوا'' کا مفعول ہے _ پس دونوں صورتوں میں آیت کا معنی یہی بنے گا کہ پاؤں کا مسح کرو_
ہاں بعض لوگوں نے یوں خیال کیا ہے کہ اگر ''ارجلکم '' کو فتح (زبر) کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا '' وجوہکم'' پر عطف ہوگایعنی ہاتھ اور منہ کو دھوینےس طرح پاؤں کو دھولیجئے حالانکہ یہ بات ادبیات عرب کے قواعد کے بھی خلاف اور قرآن مجید کی فصاحت کے ساتھ بھی سازگار نہیں ہے_
بہرحال یہ بات ادبیات عرب کے اس لئے خلاف ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے در میان کبھی اجنبی جملہ واقع نہیں ہوتا ہے_ بلکہ ایك معروف اہلسنت عالم کے بقول محال ہے کہ '' ارجلکم '' کا ''وجوہکم'' پر عطف ہو کیونکہ ہرگز فصیح عربی میں ایسا جملہ نہیں بولا جاتا ہے کہ مثلا کوئي کہے '' ضربتُ زیداً و مررتُ ببکر و عمراً'' کہ ''میں نے زید کو مارا اور بکر کے قریب سے گزرا اور عمر کو'' یعنی عمرو کو بھی مارا (شرح منیة المصلی ص 16)

166
بہرحال قرآن مجیدنے پاؤں کے بارے میں مسح کا حکم دیا ہے_

عجیب توجیہات
بعض لوگوں نے جب قرآن مجید کے حکم کو اپنے پہلے سے معین کردہ مفروضہ کے خلاف دیکھا تو توجیہات کرنا شروع کردیں_ ایسی توجیہات کہ جو انسان کو حیران کر دیتی ہیں_ من جملہ:

1_ یہ آیت سنت پیغمبر (ص) کی وجہ سے اور جو احادیث آپ(ص) سے نقل ہوئي ہیں انکی خاطر منسوخ ہوگئي ہو ابن حزم نے اپنی کتاب " الاحکام فی اصول الاحکام" میں لکھا ہے کہ "چونکہ سنت میں پاؤں دھونے کا حکم آیا ہے اس لیے ہمیں قبول کرنا چاہیے کہ مسح والا حکم منسوخ ہوگیا ہے"_
جبکہ اولاً:تمام مفسرین نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ سورہ مائدہ وہ آخری سورہ ہے جو پیغمبر اکرم (ص) پر نازل ہوئي ہے اور اس کی کوئي بھی آیت منسوخ نہیں ہوئي ہے_
حتی کہ عام افراد بھی اس قسم کا جملہ نہیں بولتے ہیں چہ جائیکہ قرآن مجید جو فصاحت کا اکمل و اتم نمونہ ہے اس قسم کا جملہ بیان کرے_
پس جس طرح اہلسنت کے بعض محققین نے کہا ہے کہ بلاشك و شبہہ نصب کی صورت میں کلمہ " ارجلکم" کا عطف " بر ء وٴسکم" کے محل پر ہوگا اور برحال میں آیت کا مفہوم یہی بنے گا کہ وضو کرتے وقت سر اور پاؤں کا مسح کرو_

167
ثانیاً : جس طرح عنقریب بیان کیا جائیگا کہ جہاں پیغمبر اکرم (ص) سے وضو میں پاؤں دھونے والی روایات نقل ہوئي ہیں اُن کے مقابلے میں آپ(ص) سے ہی متعدد روایات پاؤں کے مسح کے بارے میں بھی نقل ہوئي ہیں کہ آپ(ص) وضو میں پاؤں کا مسح کیا کرتے تھے_
کس طرح ممکن ہے کہ ہم قرآن مجید کے دستور کو اس قسم کی روایات کے ذریعے نسخ کردیں_
علاوہ بر این ،تعارض روایات کے باب میں ثابت کیا گیا ہے کہ جب بھی روایات کے درمیان تضاد ہو تو قرآن مجید سے ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی مطابقت کرنی چاہیے ، جو روایات قرآن مجید کے مطابق ہوں انہیں قبول کر لینا چاہیے اور جو قرآن مجید کے مخالف ہوں ان پر عمل نہیں کرنا چاہیے_

2_ دوسرے کچھ افراد جیسے " جصاص" نے " احکام القرآن" نامی کتاب میں لکھا ہے کہ "وضو والی آیت مجمل ہے اور ہم احتیاط پر عمل کرتے ہوئے پاؤں دھو لیتے ہیں تا کہ دھونا بھی صادق آجائے اور مسح بھي" (1)
حالانکہ سب جانتے ہیں کہ (غَسل) " دھونا" اور " مسح کرنا" دو مختلف اور متباین مفہوم ہیں اور دھونا ہرگز مسح کو شامل نہیں ہوتا ہے_
لیکن کیاکیا جائے انکی پہلے سےقضاوت انہیں قرآن مجید کے ظہور پر عمل نہیں کرنے دیتي_
----

1) احکام القرآن ، جلد 2 ، ص 434_

3_ جناب فخر رازی کہتے ہیں کہ حتی اگر " جرّ" کے ساتھ بھی قرا ت کی جائے یعنی "ارجلکم" کا " رؤوسکم" پر عطف کیا جائے تو بالکل واضح طور پر یہ پاؤں کے مسح پر دلالت کرتا ہے، لیکن پھر بھی اس کا مقصد پاؤں کا مسح کرنا نہیں ہوگا، بلکہ پاؤں کے مسح سے مُراد یہ ہوگی کہ پاؤں دھوتے وقت پانی استعمال کرنے میں اسراف نہ کرو" (1)
حالانکہ اگر آیات قرآن میں اس قسم کے اجتہاد اور تفسیر بالرا ی کا دروازہ کُھل جائے تو پھر ظواہر قرآن پر عمل کرنے کے لیے کوئي چیز باقی نہیں رہے گي_ اگر ہمیں اجازت ہو کہ ہم "مسح" کو " دھوتے وقت اسراف نہ کرنے" کے معنی میں لے لیں تو پھر تمام آیات کے ظواہر کی دوسری طرح تفسیر کی جاسکتی ہے_

نص ّ کے مقابلے میں اجتہاد اور تفسیر بالرا ي:
بہت سے قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جسطرح ہمارے زمانے میں اجتہاد در مقابل نص ایك قبیح اور غیر قابل قبول امر سمجھا جاتا ہے ، اسلام کے ابتدائي زمانے میں اسطرح نہیں تھا_ با الفاظ دیگر جسطرح آج ہم احادیث پیغمبر(ص) اور آیات قرآن کے مقابلے میں تعبّد اور تسلیم محض رکھتے ہیں_ اُس زمانے میں یہ تعبّد اس شدّت و قوت کے ساتھ نہیں تھا_
مثلا جب حضرت عمر نے اپنے معروف جملے میں یوں کہا کہ " متعتان کانتا محللتان فی زمن النبي(ص) و ا نا أحرمہما و اعاقب علیہما متعة النساء و متعة الحج" دو
----

1) تفسیر کشّاف ، جلد 1 ، ص 610_

متعے رسولخدا(ص) کے زمانے میں حلال تھے میں اُن دونوں کو حرام کرتا ہوں اور جو بھی اس حکم کی مخالفت کریگا میں اسے سزا دونگا، ایك متعة النساء اور دوسرا متعہ حج(1) (یعنی حج تمتع اپنے خاص احکام کے ساتھ" تو بہت کم یا اصلاً دیکھنے میننہیں آیا ہے کہ اصحاب میں سے کسی نے اُن پر تنقید کی ہو اور کہا ہو کہ نص کے مقابلے میں اجتہاد جائز نہیں ہے (اور وہ بھی اس شدت کے ساتھ) _
حالانکہ اگر ہمارے زمانے میں کوئي بڑے سے بڑا مسلمان فقیہہ یا دانشمند کہہ دے کہ "فلاں عمل رسولخدا(ص) کے زمانے میں حلال تھا اور میں اسے حرام کر رہا ہوں" سب اس پر تعجّب کریں گے اور اس کی بات کو فضول اور غیر قابل قبول سمجھیں گے اور جواب میں کہیں گے کہ کسی کو بھی حق نہیں ہے کہ حرام خدا کو حلال یا حلال خدا کو حرام کر سکے کیونکہ احکام کو منسوخ کرنا یا نص ّکے مقابلے میں اجتہاد کرنا کسی کے لیئے جائز نہیں ہے_
لیکن اسلام کے ابتدائي زمانے میں اسطرح نہیں تھا_ اسی لیے بعض موارد دیکھنے کو ملتے ہیں کہ جس میں فقہائ، احکام الہی کے مقابلے میں مخالفت کی جرا ت کرتے تھے_

شاید پاؤں پر مسح کے انکار اور اسے دھونے میں تبدیل کرنے کامسئلہ بھی اسی اجتہاد کا شکار ہوا ہوگا_ شاید بعض لوگوں نے سوچا ہوگا کہ پاؤں چونکہ آلودگی کے نزدیك رہتے ہیں بہتر ہے کہ انہیں دھولیا جائے چونکہ ان کے مسح کرنے کا کیا فائدہ ہے؟
بالخصوص اُس زمانے میں تو بعض لوگ ننگے پاؤں رہتے تھے اور بالکل جوتے نہیں پہنتے تھے اسی وجہ سے آداب احترام مہمان میں سے ایك یہ تھا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت اس کے پاؤں دھلواتے تھے
---

1) اس حدیث کے مصادر ،نکاح موقّت کی بحث میں بیان ہوچکے ہیں_

170
ہماری اس بات پر گواہ صاحب تفسیر المنارکا کی کلام ہے جسے انہوں آیت وضو کے ذیل میں پاؤں دھونے کے قائل افراد کی توجیہ میں بیان کیا ہے _ وہ کہتے ہیں کہ " پاؤں پر تر ہاتھ کھینچ دینے سے ، کہ جو اکثر اوقات غبار آلود اور کثیف ہوتے ہیں نہ صرف کوئي فائدہ نہیں ہے بلکہ پاؤں زیادہ کثیف ہوجاتے ہیں اور ہاتھ بھی آلودہ اور کثیف ہو جاتا ہے_
اور اہلسنت کے معروف فقیہ ابن قدامہ (متوفی 620 ھ ق) بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ پاؤں چونکہ آلودگی کے نزدیك ہیں جبکہ سر اس طرح نہیں ہے لہذا مناسب ہے کہ پاؤں کو دھو لیا جائے اور سر کا مسح کر لیا جائے (1) اسطرح انہوں نے اپنے اجتہاد اور استحسان کو ظاہر قرآن پر ترجیح دیتے ہوئے مسح کو چھوڑ دیا ہے اور آیت کی غلط توجیہ کردی ہے_
اس گروہ نے شاید اس بات کو بُھلا دیا ہے کہ وضو نظافت اور عبادت دونوں کا مرکّب ہے، سر کا مسح کرنا وہ بھی بعض کے فتوی کے مطابق صرف ایك انگلی کے ساتھ ، نظافت کا فائدہ نہیں دیتا ہے اس طرح پاؤں کا مسح بھي_
حقیقت میں سر اور پاؤں کا مسح اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ وضو کرنے والا آدمی سر سے لیکر پاؤں تك اللہ تعالی کا مطیع ہو_ ورنہ نہ تو سر کا مسح نظافت کا موجب بنتا ہے اور نہ ہی پاؤں کا مسح_
بہرحال ہم اللہ تعالی کے فرمان کے تابع ہیں اور ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اپنی قاصر عقول کے ساتھ احکام الہی میں تبدیلیاں کریں_ جس وقت قرآن مجید نے پیغمبر(ص) پر نازل ہونے والی آخری سو رت میں حکم دے دیا ہے کہ اپنے ہاتھ اور منہ کو دھولو اور سر اور پاؤں کا مسح کرلو تو
---

1)المغنی ابن قدامہ ، جلد 1 ، 117_

171
ہمیں اپنی ناقص عقلوں کے ذریعے فلسفہ چینی کر کے اس حکم کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے اور اپنی مخالفتوں کی توجیہ کے لیے کلام خدا کی نامعقول توجیہات نہیں کرنی چاہئیں_
تفسیر بالرا ی اور نص ّکے مقابلے میں اجتہاد دو ایسی عظیم مصیبتیں ہیں جنہوں نے بعض مقامات میں فقہ ا سلامی کے چہرے کو مخدوش کردیا ہے_

جوتوں پر مسح کرنا
واقعاً یہ عجیب بات کہ جس نے ہر غیر جانبدار محقق کو حیرت میں ڈال دیا ہے کہ یہی برادران کہ جو وضو میں پاؤں پر مسح کے جائز نہ ہونے پر اتنا اصرار کرتے ہیں اور پاؤں دھونے کو واجب سمجھتے ہیں _ اکثر وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ پاؤں دھونے کی بجائے جوتوں پر مسح کیا جاسکتا ہے وہ بھی مجبوری کے عالم میں نہیں بلکہ اختیار کی حالت میں اور صرف سفر میں نہیں بلکہ حضر میں بھی اور ہر حال میں جوتوں پر مسح کیا جاسکتا ہے_
واقعاً انسان اس قسم کے احکام پڑھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ پاؤں کا دھونا واجب تھا اور یا پھر جوتوں کے اوپرسے مسح جائز ہوگیا ہے
البتہ ایك گروہ کہ جو فقہ اہلسنت کی نظر میں اقلیّت شمار ہوتے ہیں جوتوں پر مسح کو جائز نہیں سمجھتے ہیں جیسے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت علی ابن ابی طالب _ ، جناب ابن عباس اور امام مالك كہ جو اہلسنت كے ايك امام ہيں (انكے فتوى كے مطابق جوتوں پر مسح جائز نہيں ہے)_
دلچسپ يہ ہے كہ حضرت عائشےہ، كہ اہلسنت برادران جنكے فتاوى اور روايات كے ليے خاص اہميت كے قائل ہيں، ايك مشہور حديث ميں فرماتى ہيں كہ " لئن تقطع قدمايى أحبّ إليّ من أن أمسح على الخفّين"اگر ميرے دنوں پاؤں كاٹ ديے جائيں ميرےليے

172
اس سے زيادہ پسنديدہ ہے كہ ميں (وضو ميں) جوتوں پر مسح كروں"(1)
جبكہ وہ دن رات پيغمبر اكرم(ص) كے ساتھ تھيں اور آپ(ص) كا وضو ديكھ چكى تھيں_
بہرحال اگر يہ برادران اہل بيت رسولكى احاديث كى پيروى كرتے كہ جو ظاہر قرآن كے مطابق ہيں تو كبھى بھى پاؤں كے مسح كے علاوہ كسى چيز كو قبول نہ كرتے_
پيغمبر اكرم(ص) ، نے معتبر اور صحيح حديث ميں فرمايا كہ " ميں تمہارے درميان دو گرانقدر چيزيں چھوڑكر جا رہا ہوں ايك كتاب خدا اور دوسرى ميرى عترت اور اہلبيت كہ اگر ان دونوں سے تمسك كروگے تو كبھى گمراہ نہيں ہوگے_
امام محمد باقر _ فرماتے ہيں كہ تين چيزوں ميں ، ميں كسى سے تقيّہ نہيں كرتا ہوں 1_ مسكرات كے نہ پينے ميں (چونكہ بعض فقہاء نبيذ كو جائز سمجھتے تھے) 2_ جوتوں پر مسح والے مسئلہ ميں اور 3_ حج تمتع ميں _ " ثلاثةٌ لا أتّقى فيہنّ أحداً شُربُ المُسكر و مسحٌ الخُفّين و مُتعة الحجّ" (2)

پاؤں پر مسح اور احاديث اسلامى :
اماميہ فقہاء اس بات پر متّفق ہيں كہ وضو ميں پاؤں كے مسح كے علاوہ كوئي چيز قابل قبول نہيں ہے_ اور اس مسئلہ ميں اہلبيت كے واسطہ سے منقول روايات بھى بالكل واضح ہيں_
آپ نے امام باقر _ سے نقل كى گئي مذكورہ بالا روايت كو ملاحظہ فرمايا كہ جو بالكل واضح ہے، اسى قسم كى اور بہت سى روايات موجود ہيں_
---

1) مبسوط سرخسى ، جلد 1، ص 98_
2) كافى ، جلد 3، ص 32_

173
ليكن جو احاديث اہلسنت كى كتب ميں بيان ہوئي ہيں وہ ايك دوسرے سے مكمل طور پر اختلاف ركھتى ہيں_ دسيوں احاديث پاؤں پر مسح كى طرف اشارہ يا اسے بيان كرتى ہيں كہ پيغمبر اكرم(ص) سر كے مسح كے بعد پاؤں پر مسح كرتے تھے، جبكہ بعض دوسرى احاديث ميں پاؤں دھونے كو پيغمبر (ص) كى طرف نسبت دى گئي ہے_ اور بعض ميں جوتوں پر مسح كرنے كى نسبت دى گئي ہے
احاديث كى پہلى قسم كہ جو صرف مسح كا حكم ديتى ہيں اہل سنت كى معروف كتب ميں موجود ہيں جيسے:
1_ صحيح بخاري
2_ مسند احمد
3_ سنن ابن ماجہ
4_ مستدر ك حاكم
5_ تفسير طبرى
6_ درّ المنثور
7_كنزل العمال
و غيرہ كہ ان كتب كا معتبر ہونا اہلسنت كے نزديك مسلم ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور ان روایات کے راوی بھی مشہور اصحاب میں سے ہیں_ جیسے:
1_ امیرالمؤمنین علی (ع)
2_ جناب ابن عباس
3_ انس بن مالك (پیغمبر اکرم(ص) کے مخصوص خادم)
4_ جناب عثمان بن عفّان
5_ بسر بن سعید
6_ رفاعہ
7_ ابوظبیان و غیرہ
ہم یہاں ان روایات میں سے صرف پانچ کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں_

174
ہمیں تعجب تو آلوسی جیسے مشہور مفسّر کی بات پر ہے، وہ کہتے ہیں کہ پاؤں پر مسح کے بارے میں صرف ایك روایت ہے جو شیعوں کے لیے ثبوت بن گئي ہے(1)
1_ عن عليّ ابن ابی طالب (ع) قال: كنتُ أرى أن باطنَ القَدَمَين أحقّ بالمسح من ظاہر ہما حتيّ رأيتُ رسولُ الله (ص) يمسح ظاہرَہُما:
" امیرالمؤمنین علی _ فرماتے ہیں کہ میں خیال کرتا تھا کہ پاؤں کے تلوے ان کی پُشت کی نسبت مسح کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں یہانتك کہ میں نے رسولخدا(ص) کو دیکھا کہ پاؤں کی پشت پر مسح کرتے ہیں"(2)
2_ عن ابی مطر قال: بينما نحن جلوس مع على _ فی المسجد، جاء رجلٌ إلى عليّ ّ _ و
قال: أرنی وضوء رسول الله (ص) فدعا قنبر فقال أتيتنی بكوز من مائ، فغسل يده و وجہہ ثلاثاً فأدخَل بعض أصابعة فی فيہ و استنشق ثلاثاً و غسل ذارعيہ ثلاثاً و مسحَ رأسہ واحدة _____ و رجليہ إلى الكعبين"(3)
---

1) روح المعانی ، جلد 6، 87_
2) مسند احمد جلد 1 ص 124_
3) كنز العمال، جلد 9، ص 448_

175
ابی مطر کہتے ہیں کہ ہم ایك مرتبہ حضرت علی (ع) کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایك آدمی آیا اور آپ(ع) کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ مجھے رسولخدا(ص) جیسا وضو کرکے دکھا ئیےآپ(ع) نے قنبر کو آواز دی اور فرمایا کہ پانی کا ایك برتن لے آؤ، اس کے بعد آپ(ع) نے ہاتھ اور منہ کو تین مرتبہ دھویا _ انگلی کے ذریعے دانت صاف کیے اور تین مرتبہ استنشاق کیا (ناك میں پانی ڈالا) اور پھر (چہرے) اور ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا اور ایك مرتبہ سر کا مسح اور ایك مرتبہ اُبھری ہوئي جگہ تك پاؤں کا مسح کیا"
اگرچہ دونوں حدیثیں امیرالمؤمنین علی _ کے توسط سے پیغمبر اکرم(ص) سے نقل ہوئي ہیں لیکن دو مختلف واقعات کو حکایت کرتی ہیں _ اور ان میں قدر مشترك یہ ہے کہ رسولخدا(ص) وضو کے دوران پاؤں پر مسح کیا کرتے تھے_
3: عن بسربن سعيد قال: أتى عثمان المقاعد فدعا بوضوء فتمضض و استنشق ، ثم غسل وجہہ ثلاثاً و يديہ ثلاثاً ثلاثاً ثم مسح برأسہ و رجليہ ثلاثاً ثلاثاً ، ثم قال : رأيتُ رسول الله ہكذا توضّأ، يا ہؤلائ
أكذلك ؟ قالوا: نعم لنفر من أصحاب رسول الله (ص) عنده:(1)
بسر بن سعید نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بیٹھك میں (جہاں لوگ مل بیٹھتے ہیں) آئے اور وضو کے لیے پانی مانگا اور کلّی کی اور ناك میں پانی ڈالا، اس کے بعد

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) مسند احمد، جلد 1 ، ص 67_

176
چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور دونوں ہاتھوں کو بھی تین تین مرتبہ دھویا اور سر اور پاؤں کا تین مرتبہ مسح کیا، اس کے بعد کہنے لگے میں نے پیغمبر اکرم(ص) کو دیکھا ہے کہ اس طرح وضو فرماتے تھے (اس کے بعد حاضرین محفل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جواصحاب رسول تھے) اے لوگو کیا اسی طرح ہے ؟ سب نے کہا جی ہاں"
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف حضرت عثمان بلکہ دیگر اصحاب بھی صراحت کے ساتھ گواہی دیتے تھے کہ پیغمبر اکرم(ص) وضو کے وقت پاؤں پر مسح کیا کرتے تھے (اگرچہ اس روایت میں سر اور پاؤں کا مسح تین مرتبہ ذکر کیا گیا ہے _ممکن ہے بعض اصحاب کی نظر میں یہ مستحب ہو یا راوی کا اشتباہ ہو)
4:عن رفاعة بن رافع أنه، سمع رسول الله (ص) يقول: أنّه لا تتمّ صلوة لأحد حتى يسبغ الوضوئ، كما أمره الله عز وجلّ يغسل وجهه و يديه إلى المرفقين و يمسح برأسه و رجليه إلى الكعبين;
رفاعہ بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے رسولخدا(ص) سے سُنا فرما رہے تھے تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تك صحيح نہیں ہے جب تك اس طرح وضو نہ کرے جسطرح الله تعالی نے حکم دیا ہے: کہ چہرے کو اور ہاتھوں کوکہنیوں تك دھوئے اور سرکا اور پاؤں کا اُبھری ہوئي جگہ تك مسح کرے "(1)
---

1) سنن ابن ماجہ ، جلد 1 ، ص 156_

177
5:عن ابى مالك الاشعرى أنّه قال لقومه : اجتمعوا اصلّى بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم فلمّا اجتمعوا قال : هل فيكم أحد من غيركم؟ قالوا لا الّا ابن أخت لنا، قال : ابن أخت القوم منهم ، فدعا بجفنة فيها ماء فتوضّا و مضمض و استنشق و غسل وجهه ثلاثاً و ذراعيه ثلاثا ثلاثاً و مسح برأسه و ظهر قدميه ثم صلّى بهم،(1)
ابومالك اشعری سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ جمع ہو جاؤ تا کہ میں تمہارے سامنے رسولخدا(ص) جیسی نماز پڑھوں_ جب سب جمع ہوگئے تو انہوں نے پوچھا تمہارے درمیان کوئي غیر تو نہیں ہے؟ سب نے کہا نہیں صرف ایك ہمارا بھانجا ہے (کہ ہماری اس بہن کی شادی دوسرے قبیلے میں ہوئي تھي) کہنے لگے ، کوئي بات نہیں _بھانجا بھی قبیلہ کا فرد ہوتا ہے (اس عبادت سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور کی حکومت کی طرف سے _ بعض سیاسی مسائل کی وجہ سے _ رسولخدا(ص) کی نماز یا وضو کی وضاحت کرنا ممنوع تھا) اس کے بعد انہوں نے پانی کا برتن مانگا اور اس طرح
وضو کیا_ کلّی کی اور ناك میں پانی ڈالا اور چہرے کو تین مرتبہ دھویا اسی طرح ہاتھوں اور بازوؤں کو تین مرتبہ دھویا اس کے بعدسرکا اور پاؤں کی پشت کا مسح کیا اس کے بعد اپنے قبیلہ کے ساتھ نماز پڑھي"_
---

1) مسند احمد، جلد 5 ، ص 342_

178
مندرجہ بالا نقل ہونے والی روایات، اُن روایات کا مختصر سا حصہ ہیں جو اہلسنت کی معروف کتب میں مشہور راویوں کے توسط سے نقل ہوئي ہیں_ لہذا جو لوگ کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئي روایت نقل نہیں ہوئي یا صرف ایك روایت نقل ہوئي ہے وہ ناآگاہ اور متعصّب قسم کے لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ شاید حقائق سے چشم پوشی کرنے یا ان کا انکار کرنے کی وجہ سے انہیں ختم کیا جاسکتا ہے_
یہ وہی لوگ ہیں جو سورہ مائدہ کی آیت کے مسح کے وجوب پر دلالت کرنے سے انکار کرتے ہیں اور حتی کہ کہتے ہیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہ یہ آیت صراحت کے ساتھ پاؤں دھونے پر دلالت کرتی ہے جس کی وضاحت سابقہ صفحات پر گذر چکی ہے_

مخالف روایات:
ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ سابقہ روایات کے مقابلے میں دو قسم کی دوسری روایات بھی اہلسنت کی معروف کتب میں نقل ہوئي ہیں_
ان میں سے ایك گروہ وہ روایات ہیں جو کہتی ہیں کہ رسولخدا(ص) وضو کے وقت پاؤں دھوتے تھے_ اور دوسرا گروہ ان روایات کا ہے جو کہتی ہیں کہ آپ(ص) وضو کے وقت نہ پاؤں کو دھوتے تھے اور نہ مسح کرتے تھے بلکہ جوتوں پر مسح کرتے تھے
ایسے وقت میں ہمیں علم اصول کے مسلّم قاعدہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اگر ایك مسئلہ کے بارے میں روایات کے دو گروہ آپس میں متضاد اور متعارض ہوں تو سب سے پہلے دلالت کے لحاظ سے جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے یعنی ان روایات کی اس طرح تفسیر کرنی چاہیے کہ تضاد ختم ہوجائے اور روایات آپس میں جمع ہوجائیں (البتہ یہ تفسیر اور جمع ،عرفی فہم

179

کے معیاروں کے مطابق ہونی چاہیے)_
اور اگر یہ جمع دلالی ممکن نہ ہو تو پھر روایات کی قرآن مجید کے ساتھ تطبیق کرنا چاہیے_ یعنی دیکھنا چاہیے کہ کونسی روایت قرآن مجید کے مطابق ہے اسے اخذ کرنا چاہیے اور دوسری روایت کو ترك کرنا چاہیے_ یہ ایسا قانون ہے جو معتبر ادلّہ کے ذریعے ثابت ہے_
اب اس قاعدہ کے مطابق ان دو قسم کي(مسح اور دھونے والی) روایات کے درمیان جمع یوں کیا جاسکتا ہے کہ رسولخدا(ص) وضو کے دوران مسح والے حکم پر عمل کرتے تھے اور بعد میں نظافت کے لیے کبھی پاؤں کودھولیا کرتے تھے اور یہ دھونا وضوکا حصّہ نہیں تھا_ بعض راوی جو اس منظر کا مشاہدہ کر رہے ہوتے تھے خیال کرتے کہ یہ پاؤں دھونا، وضو کا جزء ہے_
اتفاق سے شیعوں میں بھی بہت سے افراد اکثر یہی کام کرتے ہیں یعنی وضو میں مسح والے فریضےپر عمل کرنے کے بعد صفائي کی خاطر اپنے دونوں پاؤں کو اچھی طرح دھولیتے ہیں_
اور اس زمانے میں اس کام کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی تھی کیونکہ گرمی کی وجہ سے کھلے جوتے پہنے جاتے تھے نہ کہ بند جوتے، اور کھلے جوتے میں پاؤں جلدی آلودہ ہوتے ہیں_
بہرحال پاؤں کا مسح ایك واجبی فریضہ تھا جو عام طور پر دھوئے جانے والے پاؤں سے جُدا تھا_
یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ بعض فقہاء کو نص ّ کے مقابلہ میں اجتہاد نے اُکسایا ہوکہ مسح کے مقابلے میں پاؤں دھونے کا فتوی دیں کیونکہ انہوں نے سوچا ہوگا کہ پاؤں کی آلودگی صرف دھونے سے ہی دور ہوسکتی ہے_ اس لیے انہوں نے سورہ مائدہ کے ظہور کو ترك کردیا جو واضح طور پر مسح کا حکم دیتا ہے جیسا کہ علمائے اہلسنت کے بعض کلمات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آلودگی کو دور کرنے کیلئے پاؤں کو دھولیا جائے اور مسح کافی نہیں ہے_

180

سہل اور آسان شریعت:

یقیناً اسلام ایك عالمگیر مذہب ہے جو روئے زمین کے تمام علاقوں اور تمام زمانوں کے لیئے ہے_ اس کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر آسان اور سہل شریعت ہے _ ذرا سوچئے دن رات میں پانچ مرتبہ پاؤں کو دھونا، دنیا کے مختلف علاقوں میں کتنی مشکلات ایجاد کریگا_ اس سختی کی وجہ سے ممکن ہے بعض لوگ وضو اور نماز سے بیزار ہوجائیں_
اور یہ نص ّ کے مقابلے میں اجتہاد اور مسح کی روایات کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے_
یہ احتمال بھی منتفی نہیں ہے کہ پاؤں دھونے کی بعض احادیث (نہ ساری احادیث) بنوامیّہ کے دور میں کہ جب احادیث گھڑنے کا بازار گرم تھا اور معاویہ جعلی احادیث گھڑنے کے لیے بہت سی رقم خرچ کرتا تھا، جعل کی گئي ہوں_ کیونکہ سب لوگ جانتے تھے کہ حضرت علی (ع) ، وضو میں پاؤں کے مسح کے قائل ہیں اور معاویہ کا اصرار تھا کہ ہرچیزمیں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علی (ع) کی مخالفت کی جائے اور برعکس عمل کیا جائے_ مندرجہ ذیل دو احادیث پر غور کیجئے_
1_ صحیح مسلم میں بیان ہوا ہے کہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو حکم دیا کہ امیرالمومنین علی (ع) پر سب و شتم کرے اور لعنت کرے(کیونکہ سعد بن ابی وقاص سختی کے ساتھ اس کام سے پرہیز کرتے تھے) سعد نے کہا میں نے رسولخدا(ص) کی زبان سے تین فضیلتیں علی (ع) کے بارے میں ایسی سنی ہیں جنہیں میں کبھی نہیں بُھلا سکتا ہوں ، اے کاش اُن میں سے ایك فضیلت میرے لیے بھی ہوتی تو میں اسے عظیم ثروت پر ترجیح دیتا_ اس کے بعد انہوں نے جنگ تبوك کا واقعہ اور " اما ترضی أن تکون لی بمنزلة ہارون من موسی " کا جملہ نقل کیا_ اسی طرح جنگ خیبر کاواقعہ اور حضرت علی (ع) کی شان میں رسولخدا(ص) کا مشہور جملہ جو آپ(ص) نے حضرت علی (ع) کے بارے

میں فرمایا تھااور واقعہ مباہلہ کونقل کیا_(1)
اس حدیث سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ معاویہ ، امیرالمؤمنین علی _ کی مخالفت پر کتنا اصرار کرتا تھا_
2: بہت سی روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اسلام کی ابتدائي صدیوں میں دو گروہوں نے جعل حدیث کا سلسلہ شروع کیا تھا_
ایك گروہ_ بظاہر صالح اور زاہد (مگر سادہ لوح) افراد پر مشتمل تھا جو قصد قربت کے ساتھ احادیث گھڑتا تھا_ ان میں سے بعض ایسے دیندار لوگ تھے جو لوگوں میں تلاوت قرآن کی رغبت ایجاد کرنے کے لیے اس کی سورتوں کے فضائل کے بارے میں عجیب و غریب احادیث بناتے تھے اور پیغمبر اکرم(ص) کی طرف نسبت دیتے تھے اور مقام افسوس یہ ہے کہ ان کی تعداد بھی کم نہیں تھي
اہلسنت کے معروف عالم جناب قرطبی اپنی کتاب تذکار کے (ص 155) پر لکھتے ہیں: کہ ان احادیث کا کوئي اعتبار نہیں جنہیں جھوٹی احادیث گھڑنے والوں نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل کے بارے میں جعل کیا ہے_ کیونکہ یہ کام ایك بڑی جماعت نے قرآن کی سورتوں کے فضائل میں بلکہ تمام اعمال کے بارے میں انجام دیا ہے انہوں نے قصد قربت کے ساتھ احادیث گھڑی ہیں _وہ خیال کرتے تھے کہ اس انداز میں لوگوں کو نیك اعمال کی طرف دعوت دیتے ہیں (وہ لوگ جھوٹ کو جو کہ ایك بدترین گناہ ہے زہد و فقاہت کے ساتھ بالکل مُنافی نہیں سمجھتے تھے)
---

1) صحیح مسلم ، جلد 7، ص 120_

یہی دانشمند (قرطبي) اپنی کتاب کے بعد والے صفحہ پر خود " حاکم" سے اور بعض شیوخ محدّثین سے نقل کرتے ہیں کہ ایك زاہد نے اپنی طرف سے قربة الی اللہ قرآن مجید اور اس کی سورتوں کے فضائل کے بارے میں احادیث جعل کیں جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا ہے؟ تو کہنے لگے میں نے دیکھا ہے کہ لوگ قرآن مجید کی طرف کم توجہ کرتے ہیں انہیں رغبت دلانے کے لیئے میں نے یہ کام کیا ہے_ اور جب ان کو کہا گیا کہ پیغمبر اکرم(ص) نے خود فرمایا ہے کہ " من کذّب علیّ فلیتبوء مقعدہ من النّار" جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے_ تو جواب میں کہنے لگے پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا ہے کہ " من کذب علیّ ..." جس نے میرے خلاف جھوٹ بولا_ اور میں نے تو آپ(ص) کے فائدے میں جھوٹ بولا ہے
اس قسم کی احادیث نقل کرنے میں قرطبی تنہا نہیں ہیں بلکہ اہلسنت کے بعض دیگر علماء نے بھی انہیں نقل کیا ہے (مزید وضاحت کے لیے کتاب " الغدیر" کی پانچویں جلد میں "کذّابین اور وضّاعین" کی بحث کیطرف رجوع کیجئے) _
دوسرا گروہ: ان لوگوں کا تھا جو بھاری رقم لے کر معاویہ اور بنو امیہ کے حق اور امیرالمؤمنین(ع) کی مذمت میں احادیث گھڑتے تھے_ ان میں سے ایك سمرة ابن جندب تھا جس نے چار لاکھ درہم معاویہ سے لیے اور یہ حدیث امیرالمؤمنین (ع) کی مذمت اور انکے قاتل کی شان میں گھڑی اور کہا کہ یہ آیت شریفہ"و من الناس من یشری نفسہ ، ابتغاء مرضات اللہ ..." (1) علی (ع) کے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم کی شان میں نازل ہوئي ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) سورہ بقرۃ آیت 207_

183
اور یہ آیت " و من الناس من یُعجبك قولہ فی الحیاۃ الدنیا ..." (1) علي(ع) کے بارے میں نازل ہوئي ہے_(2)

نعوذ باللہ من ہذہ الاکاذیب_
اس بناء پر تعجب نہیں ہے کہ علی _ کی مخالفت میں کچھ روایات وضو میں پاؤں دھونے کے لیئے جعل کردی گئي ہوں_

جوتوں پر مسح، عقل و شرع کے ترازو میں:
جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیاگیا ہے کہ جو لوگ پاؤں پر مسح کے مسئلہ کی شدّت کے ساتھ نفی کرتے ہیں اور پاؤں دھونے کو واجب سمجھتے ہیں_ وہی لوگ اجازت دیتے ہیں کہ وضو میں جوتوں پر مسح کیا جاسکتا ہے اور دلیل کے طورپر پیغمبر اکرم(ص) سے نقل ہونے والی بعض روایات کو پیش کرتے ہیں حالانکہ اہلبیتکے توسط سے نقل ہونے والی احادیث عموماً اس بات کی نفی کرتی ہیں اور خود اہلسنت کے واسطہ سے نقل ہونے والی متعدد معتبر احادیث صریحاً اس کے خلاف ہیں_
اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ احادیث اہل بیت (ع)کی پیروی کرتے ہوئے شیعہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جوتوں پر مسح کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے_ لیکن بہت سے اہلسنت فقہاء نے اس کام کو سفر اور حضر میں بطور مطلق جائز قرار دیا ہے اگرچہ بعض علماء نے اسےضرورت کے مقامات میں منحصر کیا ہے_
---

1) سورۃ بقرۃ آیۃ 204_
2) ابن ابی الحدید معتزلی طبق نقل منتہی المقال شرح حال ''سمرۃ ''_

184
یہاں پر چند سوالات سامنے آتے ہیں ، من جملہ:
1_ پاؤں پر مسح کرنا تو جائز نہینتھا کسی طرح جوتوں پر مسح کرنا جائز ہوگیا ہے حالانکہ جب پاؤں دھونے کی بات آتی تھی تو دلیل یہی تھی کہ پاؤں چونکہ آلودہ ہوتے ہیں اس لیے انہیں دھونا بہتر اور مسح کرنا کافی نہیں ہے_
کیا آلودہ جوتوں پر مسح کر لینا پاؤں دھونے کا قائم مقام بن سکتا ہے_
جبکہ بہت سے علماء اہلسنت اس بات کے قائل ہیں کہ پاؤں دھونے اور جوتوں پر مسح کرنے میں اختیار ہے_
2: کیوں علماء نے قرآن مجید کے ظہور کو ترك کردیا ہے جس میں سر اور پاؤں کے مسح کا حکم تھا اور جوتوں پر مسح کو ترجیح دی ہے؟
3: کیوں علمائے اہلسنت، روایات اہلبیت(ع) سے چشم پوشی کرتے ہیں جس میں بالاتفاق جوتوں پر مسح کرنے سے منع کیا گیا ہے _ اور پیغمبر اکرم(ص) نے اہلبیت (ع) کو ہی قرآن مجید کے ساتھ باعث نجات شمار کیا ہے؟
4: درست ہے (برادران کی کتب میں)بعض روایات نقل ہوئي ہیں جن میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) نے جوتوں پر مسح کیا ہے لیکن اس کے مقابلے میں دیگر معتبر ورایات بھی موجود ہیں جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) پاؤں پر مسح کیا کرتے تھے_ روایات کے تعارض اور تضاد کے وقت کیوں علمائے اہلسنت قرآن مجید کی طرف رجوع نہیں کرتے اور روایات کے اختلاف کے حل کیلئے اسے حاکم قرار دیتے ہوئے اسے اپنا مرجع قرار نہیں دیتے ہیں_
اس مسئلہ میں ہم جتنا زیادہ غور و فکر کرتے ہیں ہمارے تعجب میں اضافہ ہوتا ہے_

185
کتاب " الفقہ علی المذاہب الاربعہ" میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت اور اضطرار کے وقت جوتوں پر مسح کرنا واجب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور بغیر ضرورت کے جائز ہے اگرچہ پاؤں کا دھونا افضل ہے_
اس کے بعد " حنابلہ" سے نقل کیا گیا ہے کہ جوتوں پر مسح کرنا اُن کو باہر نکالنے اور پاؤندھونے سے افضل ہے_ کیونکہ اس میں رخصت کا اخذ کرنا اور نعمت کا شکر بجا لانا ہے_ امام ابوحنیفہ کے بعض پیروکاروں نے بھی اس بات کی تائید کی ہے_(1)
اس کے بعد اسی کتاب میں دعوی کیا گیا ہے کہ جوتوں پر مسح کرنا بہت سی روایات کے ذریعہ ثابت ہے جو تواتر کے قریب ہیں_(2)
قابل توجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں جوتوں کے بارے میں مفصّل بحث کی گئي ہے کہ ایسے جوتوں کی شرائط کیا ہیں، مسح کی مقدار کیا ہے، مسح کی مدت کتنی ہے (یعنی کتنے دن تك لگاتار جوتوں پر مسح کیا جاسکتا ہے) جوتوں پر مسح کرنے کے مستحبّات ، مکروہات اور مُبطلات کیا ہیں_ اس طرح اگر ایك جوتے پر دوسرا جوتا پہنا ہو اس کا کیا حکم ہے، جوتے کی جنس کیا ہونی چاہیے کیا ضروری ہے کہ جوتا حتماً چمڑے کا ہو یا اگر چمڑے کے علاوہ کسی اور چیز سے بنایا گیا ہو تو کافی ہے_
اسی طرح شگاف دار جوتوں اور بے شگاف جوتوں کا کیا حکم ہے؟ ... الغرض اس کتاب میں بہتمفصّل گفتگو انہی جوتوں کے بارے میں کی گئي ہے_(3)
---

1) الفقہ علی المذاہب الاربعہ، جلد 1 ، ص 135_
2) ایضاً، ص 136_
3) ایضاً، از ص 135 تا ص 147_

186
5: علماء اہلسنت کیوں جوتے پر مسح والی روایات کو ضرورت ، سفر اور جنگ کے موارد اور جہاں جوتوں کا اتارنا ممکن نہیں یا بہت ہی مشکل ہے، حمل نہیں کرتے یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب نہیں ہے اور صرف پہلے ہی سےقضاوت کرلینا اس سادہ سے مسئلہ میں شور و غل کا باعث بنا ہے_
میں نے خود جدّہ ائیر پورٹ پر مشاہدہ کیا کہ برادران اہلسنت میں سے ایك آدمی وضو کے لیے آیا اس نے وضو کے دوران اچھی طرح اپنے پاؤں کو دھویا_ اس کے بعد دوسرا شخص آیا اس نے ہاتھ ، منہ دھونے کے بعد جوتوں پر ہاتھ پھیر لیا اور نماز کے لیے چلا گیا میں حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا کہ کیا ممکن ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) جیسے حکیم کی طرف سے ایسا حکم دیا گیا ہو جس کی توجیہ ممکن نہیں ہے_
ان سوالات کے بعد ضروری ہے کہ ہم اس مسئلہ کے اصلی مدارك کی تلاش میں جائیں_ اور روایات کے درمیان سے اس فتوی کے اصلی نکتہ اور اسی طرح ایك عقلی راہ حل کو تلاش کریں_

روایات چند اقسام پر مشتمل ہیں:
الف) جو روایات اہلبیتکے منابع میں نقل ہوئي ہیں وہ عام طور پر بلکہ بالاتفاق جوتے پر مسح کرنے سے منع کرتی ہیں_
مثال کے طور پر :
1_ شیخ طوسی نے ابوالورد سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر _ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابوظبیان نقل کرتا ہے کہ میں نے حضرت علی _ کو دیکھا کہ انہوں نے پانی پھینك دیا اور جوتوں پر مسح کرلیا_ آپ(ع) نے فرمایا ابوظبیان جھوٹ بولتا ہے_

187
" أما بلغكم قول عليّ (ع) فيكم : سبق الكتابُ الخُفّين؟ فقلتُ : بل فيهما رُخصةٌ؟ فقال إلا من عَدُوّ تقيّةً أو ثُلج: تخاف على رجليك"(1)
کیا تم نے نہیں سُناہے کہ علی _ نے فرمایا ہے کتاب خدا (سورۃ مائدہ کی آیت جو پاؤں کے مسح کا حکم دیتی ہے) جوتوں پر مسح کرنے والے حکم پر مقدم ہے میں نے عرض کی کیا جوتوں پر مسح کرنے کے بارے میں کوئي رخصت ہے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ(ع) نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ دشمن کے خوف سے تقیّہ کرنا مقصود ہو یا برف باری کی وجہ سے تمہارے پاؤں کو خطرہ ہو_
اس حدیث سے چند نکات کا استفادہ ہوتا ہے_
اولاً: حالانکہ اہلسنت کی روایات میں مشہور یہ ہے کہ حضر ت علی (ع) جوتے پر مسح کو جائز نہیں سمجھتے تھے_ پھر کس طرح ابوظبیان و غیرہ نے جرا ت کی ہے کہ آپ(ع) کی طرف جھوٹی نسبت دیں، کیا یہ کوئي سازش تھي؟ اس سوال کا جواب ہم بعد میں دیں گے_
ثانیاً: حضرت علی (ع) نے راستہ دکھایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید ہر چیز پر مقدم ہے، کوئي چیز قرآن مجید پر مقدم نہیں ہوسکتی ہے_ اگر کوئي روایت ظاہری طور پر قرآن مجید کے خلاف ہو تو اس کی توجیہ و تفسیر کرنی چاہیے_
بالخصوص اگر کوئي روایت سورۃ مائدہ (وہ سورۃ جس میں وضو کا حکم بیان ہوا ہے) کے خلاف ہو کہ اس کی کوئي بھی آیت نسخ نہیں ہوئي ہے_
---

1)تہذیب الاحکام، جلد 1، حدیث 1092_

188
ثالثاً: امام محمد باقر _ نے بھی رہنمائي کی ہے کہ اگر جوتوں پر مسح کے بارے میں کوئي روایت وارد ہوئي ہو تو اسے ضرورت و اضطرار ، جیسے شدید سردی کہ جسکی وجہ سے پاؤں کو خطرہ ہو، پر حمل کیا جائیگا_
2: مرحوم شیخ صدوق نے " من لا یحضرہ الفقیہ" میں ایك حدیث میں امیرالمؤمنین (ع) سے نقل کیا ہے کہ آپ(ع) نے فرمایا :
" إنّا اہلُ بیت: ... لا نمسح علی الخفّین فمن کان من شیعتنا فلیقتد بنا ولیَستنَّ بُسنتنا" (1)
کہ ہم خاندان اہلبیت جوتے پر مسح نہیں کرتے ہیں پس جو بھی ہمارا پیروکار ہے ہماری اقتداکرے اور ہماری سنت کے مطابق عمل کرے_
3: ایك حدیث مینامام جعفر صادق _ سے عجیب تعبیر نقل ہوئي ہے کہ آپ(ع) نے فرمایا:
" مَن مَسح علی الخفّین فقد خالف اللہ و رؤسولَہ و کتابَہُ و وضوئہ لم یتمّ و صلاتُہ غیرُ مُجزیۃ"(2)
جس نے جوتے پر مسح کیا، اس نے خدا، رسول(ص) اور قرآن مجید کی مخالفت کي، اس کا وضو درست نہیں ہے اور اس کی نماز کفایت کرنے والی نہیں _
حضرت علی _ سے جو روایت جوتوں پر مسح کی ممنوعیّت کے بارے میں نقل ہوئي ہے،
---

1) من لا یحضرہ الفقیہ ، جلد 4، ص 415_
2) وسائل الشیعہ ، جلد 1، ص 279_

189
ہمیں جناب فخر رازی کی اُس بات کی یاد دلاتی ہے جو انہوں نے بسم اللہ کے جہر و اخفاء والے مسئلہ میں بیان کی ہے_
بسم اللہ کے بارے میں کچھ لوگ قائل تھے کہ اس کا آہستہ پڑھنا واجب ہے جبکہ حضرت علی _ بسم اللہ کو بالجہر پڑھنا ضروری سمجھتے تھے تو اس پر جناب فخر رازی کہتے ہیں کہ:
" من اتخذّ علیّا إماماً لدینہ قد استمسك بالعروۃ الوثقی فی دینہ و نفسہ"(1)
جس نے دین میں حضرت علی (ع) کو اپنا پیشوا بنایا تو وہ اپنے دین اور نفس میں عروۃ وثقی (مضبوط سہارے) سے متمسك ہوگیا ہے _
لیکن اس کے باوجود ہم دیگر روایات کو بھی ذکر کر دیتے ہیں تا کہ کسی کو اعتراض نہ رہے
ب) جو روایات جوتوں پر مسح کرنے کی اجازت دیتی ہیں دو قسم کی ہیں:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قسم اول : وہ روایات ہینجو مطلق طور پر اس مسح کی اجازت دیتی ہیں جیسے سعد بن ابی وقاص کی مرفوعہ حدیث جو انہوں نے رسولخدا(ص) سے جوتوں پر مسح کے بارے میں نقل کی ہے کہ "أنہ لا یأس بالوضوء علی الخفّین" (2)
ایك دوسری حدیث مینکہ جو بیہقی کی نقل کے مطابق صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے_ یوں آیا ہے کہ:
" مشی رسول الله إلی سباطة قوم فبال قائماً ثم
---

1)تفسیر کبیر فخر رازی جلد1، ص 207_
2)السنن الکبری ، جلد 1، ص 269_

190
دعا بمائ: فجئتُہ بماء فتوضّأ و مسح علی خُفّیہ"(1)
انتہائي معذرت اور شرمندگی کے ساتھ مجبوراً اس حدیث کا ترجمہ کر رہے ہیں "رسولخدا(ص) ایك قوم کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا_ اس کے بعد پانی مانگا، میں (حذیفہ) ان کے لیے پانی لیکر گیا_ آپ(ص) نے وضو کیا اور جوتوں پر مسح کیا"
ہمیں اطمینان ہے کہ یہ حدیث جعلی ہے اور بعض منافقین کی طرف سے رسولخدا(ص) کے تقدس کو داغدار کرنے کے لیے جعل کی گئي ہے_ اور اس کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی کتب میں (مصنفین کی سادگی کی وجہ سے) شامل ہوگئي ہے_
جو شخص تھوڑی سی بھی شخصیّت کا مالك ہو، کیا اس قسم کا کام کرتا ہے کہ جس کے بہت سے نامطلوب لوازم ہوں؟ مقام افسوس ہے کہ صحاح ستّہ میں اس قسم کی روایات نقل کی گئي ہیں اور آج تك علماء ان روایات سے استدلال کرتے ہیں_
بہرحال ان روایات اور اس قسم کی دوسری روایات میں جوتوں پر مسح کو بغیر کسی قید و شرط کے ذکر کیا گیا ہے_

قسم دوم:
ان روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ جوتوں پر مسح (اگر جائز ہے) تو صرف ضرورت کےمقامات کے ساتھمخصوصہے_ جیسے مقدام بن شریح کی روایت جو انہوں نے حضرت عائشےہ سے نقل کی ہے_ وہ کہتا ہے میں نے حضرت عائشےہ سے جوتوں پر مسح کے بارے میں
---

1) ایضاً ، ص 270_

191
سوال کیا ، انہوں نے کہا حضرت علی _ کے پاس جاؤ وہ سفر میں رسولخدا(ص) کے ہمراہ جاتے تھے میں انکی خدمت میں آیا اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا
"کنّا إذا سافرنا مع رسول الله (ص) یأمرنا بالمسح علی خفافنا" (1)
جب ہم رسولخدا(ص) کے ہمراہ سفر پر جاتے تھے تو آپ(ص) ہمیں جوتوں پر مسح کرنے کا دستور دیتے تھے"
اس تعبیر سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جوتوں پر مسح کرنے کا مسئلہ ضرورت کے موارد کے ساتھ مربوط تھا_ اس لیئے فرمایا ہے کہ رسولخدا(ص) سفر میں یوں دستور دیتے تھے_اور اس قسم کی دیگر روایات_
اہلسنت کے معروف منابع میں ذکر ہونے والی تمام روایات میں (پہلے سے کی جانے والی قضاوت سے چشم پوشی کرتے ہوئے) غور فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ :
اولا: علم اصول کے مشہور قاعدہ (قاعدہ جمع یعنی مطلق کو مقید کے ذریعے تقیید لگائي جائے) کے مطابق ان روایات کو جو بغیر قید و شرط کے جوتوں پر مسح کوجائز قرار دیتی ہیں، موارد ضرورت و اضطرار پر حمل کیا جائے جیسے سفر یا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میدان جنگ میں یا اس قسم کے دیگرمقامات میں_ اور دلچسپ یہ ہے کہ سنن بیہقی میں ایك مفصّل باب جوتوں پر مسح کرنے کی مدت کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اور چند روایات کے ذریعے اس مدت کو سفر میں تین دن اور حضر وغیرہ میں ایك دن، بیان کیا گیا ہے_(1)

---

1) ایضاً ، ص 272_
2) السنن الکبری ، جلد 1 ، ص 275، 276_

کیا یہ ساری روایات ، اس حقیقت کیلئے روشن دلیل نہیں ہیں کہ جوتوں پر مسح کے بارے میں جو کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے وہ ضرورت اور اضطرار کے حالات کے ساتھ مخصوص ہے_ اور عام حالات میں جوتے نہ اتارنے اور پاؤں پر مسح نہ کرنے کا کوئي جواز نہیں ہے_
اور یہ جو بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ اجازت امت سے عُسر و حرج کو دور کرنے کیلئے ہے _ یہ بات قابل قبول نہیں ہے_ کیونکہ عام جوتوں کے اتارنے میں ذرہ بھر زحمت نہیں ہے_
ثانیاً: اہلبیت اور اہلسنت کے معروف منابع میں حضرت علی (ع) سے متعدد روایات نقل ہوئي ہیں کہ وہ فرماتے تھے یہ مسح سورہ مائدہ کی چھٹی آیت کے نزول سے پہلے تھا_اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اجازت تھی بھی تو آیت کے نزول سے پہلے تھي_ آیت کے نزول کے بعد حتی جنگ اور سفر میں بھی جوتوں پر مسح جائز نہیں تھا_ کیونکہ جوتے نہ اتار سکنے کی صورت میں اصحاب تیمّم کرتے تھے، چونکہ تیمّم کا حکم بھی بطور کلی اس آیت کے ذیل میں آیا ہے_
ثالثاً: اگر بعض اصحاب نے پیغمبر اکرم(ص) کو حضر میں جوتوں پر مسح کرتے دیکھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) کے جوتوں پر شگاف تھا جس میں سے پاؤں پر مسح کرنا ممکن تھا_
مشہور شیعہ محدّث مرحوم صدوق اپنی شہرہ آفاق کتاب " من لا یحضرہ الفقیہ" میں لکھتے ہیں کہ : نجاشی نے پیغمبر اکرم(ص) کو جوتے ہدیہ میں دیے تھے جنکے اوپر شگاف تھا، پیغمبر اکرم(ص) نے ایك مرتبہ جوتے پہنے ہوئے اپنے پاؤں پر مسح کیا، بعض ناظرین نے گمان کیا کہ آپ(ص) نے جوتوں پر مسح کیا ہے_(1)
معروف محدث جناب بیہقی نے اپنی کتاب " السنن الکبری " میں ایك باب"باب الخفّ

---

1) من لا یحضرہ الفقیہ، جلد 1، ص 48_

الذی مسح علیہ رسول اللہ(ص) " (وہ مخصوص جوتے جن پر رسولخدا(ص) نے مسح کیا) کے عنوان سے ذکر کیا ہے_
اس باب کی بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مہاجرین اور انصار کے جوتے بھی اسی طرح اوپر سے کھلے تھے"و کانت کذلك خفاف المہاجرین و الأنصار مخرقة مشققة"(1)
اس بناء پر قوی احتمال ہے کہ وہ اصحاب بھی اپنے پاؤں پر مسح کرتے ہوں_ اس بحث کے تعجّب آور مراحل میں سے ایك یہ ہے کہ جن راویوں نے جوتوں پر مسح والی روایات کو نقل کیا ہے انہیں کبھی کبھار رسولخدا(ص) کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا_ لیکن حضرت علی (ع) کہ جو ہمیشہ آنحضرت(ص) کی خدمت میں موجود رہتے تھے; اہلسنت کی مشہور ورایات کے مطابق; اس مسح کے مخالف تھے_
اس سے زیادہ تعجب آور یہ ہے کہ حضرت عائشےہ کہ جو اکثر اوقات آنحضرت(ص) کے ہمراہ تھیں، فرماتی ہیں :
" لئن تقطع قدمایی أحبّ إلیّ من أن أمسح علی الخفّین"(1)
اگر میرے دونوں پاؤں کٹ جائیں یہ میرے لیئےس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اپنے جوتوں پر مسح کروں"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

1) السنن الكبرى ، جلد 1، ص 283_
2) مبسوط سرخسى ، جلد 1، ص 98_

194

بحث كا آخرى نتيجہ:

1_ قرآن مجيد نے وضو ميں اصلى فريضہ پاؤں كے مسح كو قرار ديا ہے (سورہ مائدہ آيت 6) اس طرح اہلبيتكى تمام روايات اور انكى اتباع كرنے والے تمام امامیہ فقہاء كا فتوى بھى اسى آيت كے مطابق ہے_
2: اہلسنت كے فقہاء ،وضوميں اصلى فريضہ غالباً پاؤں دھونے كو قرار ديتے ہيں ليكن ان ميں اكثر اجازت ديتے ہيں كہ اختيارى صورت ميں جوتوں پر مسح كيا جاسكتا ہے البتہ ان ميں سے بعض اس مسح كو ضرورت كے موارد ميں منحصر كرتے ہيں_
3: جو روايات اہلسنت كے منابع ميں جوتوں پر مسح كے بارے ميں ذكر ہوئي ہيں اس قدرمتضاد و متناقض ہيں كہ ہر محقق كو شك ميں ڈال ديتى ہيں_ بعض روايات بغير كسى قيد و شرط كے جوتوں پر مسح كى اجازت ديتى ہيں، بعض كلى طور پر منع كرتى ہيں جبكہ بعض ضرورت كے مواقع كے ساتھ مختص كرتى ہيں اور اس كى مقدار سفر ميں تين دن اور حضر ميں ايك دن بيان كرتى ہيں_
4: روايات كے درميان بہترين جمع كا طريقہ يہ ہے كہ اصلى حكم پاؤں پر مسح كرنا ہے (اور انكے عقيدہ كے مطابق پاؤں دھونا ہے) اور ضرورت و اضطرار كے وقت جيسے جنگ اور دشوار سفر كہ جس ميں نعلين كے بجائے بند جوتے (انكى تعبير كے مطابق خُفّ) پہنتے تھے اور اُن كا اتارنا بہت مشكل تھا جوتونپر (مسح جبيرہ كى مثل) مسح كرتے تھے_

شيعہ جواب ديتے ہيں

195
9

بسم الله سورة الحمد كا جزء ہے

197

ايك تعجب آور نكتہ :
جب شيعيان اہلبيت (ع) خانہ خدا كى زيارت سے مشرف ہوتے ہيں تو اس وحدت كو محفوظ ركھنے كے ليے جس كا حكم ائمہ اہلبيت(ع) نے ديا ہے وہ اہلسنت برادران كى نماز جماعت ميں شركت كرتے ہوئے مسجدالحرام اور مسجد النبّي(ص) ميں با جماعت نماز كا ثواب حاصل كرتے ہيں_ تو اس وقت سب سے پہلى چيز جو انكى توجہ كو اپنى طرف جلب كرتى ہے يہ ہے كہ وہ مشاہدہ كرتے ہيں كہ امام جماعت سورة الحمد كى ابتداء ميں يا تو بالكل بسم الله پڑھتے نہيں ہيں يا اگر پڑھتے ہيں تو آہستہ اور مخفى انداز ميں پڑھتے ہيں حتى كہ مغرب و عشاء كى نماز ميں جنہيں با آواز بلندپڑھا جاتا ہے _
حالانكہ دوسرى طرف وہ اس بات كا بھى مشاہدہ كرتے ہيں كہ موجودہ قرآن مجيد كے تمام نسخوں ميں كہ جو اكثر مكہ مكرّمہ سےشائع ہوتے ہيں سورة حمد كى سات آيات ذكر كى گئي ہيں جن ميں سے ايك بسم الله ہے_ يہ بات سب كے ليے تعجب كا باعث بنتى ہے كہ قرآن مجيد كى سب سے اہم ترين آيت " بسم الله" كے ساتھ يہ سلوك كيوں كيا جارہا ہے؟ او رجس وقت لوگ ہم سے سوال كرتے ہيں اور ہم انكے سامنے اس بارے ميں اہلسنت كے مذاہب و روايات كے اختلاف كا تذكرہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرتے ہیں تو ان کے تعجب میں اور بھی اضافہ ہوتا ہے_
اس مقام پر ضروری ہے کہ پہلے ہم اس مسئلہ میں موجود فتاوی اور اس کے بعد بحث میں وارد ہونے والی مختلف روایات کی طرف رجوع کریں_

198

اس مسئلہ میں مجموعی طور پر اہلسنت کے فقہاء تین گروہوں پر مشتمل ہیں_
1_ بعض علما کہتے ہیں کہ سورہ حمد کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا چاہیے_
جہری نمازوں میں بلند آواز کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور اخفاتی نمازوں میں آہستہ پڑھنا چاہیے_ یہ امام شافعی اور انکی پیروی کرنے والے علما ہیں _
2_ بعض علما کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھی چاہیے لیکن ہمیشہ دل میں یعنی آہستہ پڑھنی چاہیے_ یہ حنبلی علماء (امام احمد ابن حنبل کے پیروکاروں) کا نظریہ ہے_
3_ ایك گروہ بسم اللہ پڑھنے کو اصلاً ممنوع سمجھتا ہے_ یہ امام مالك کے پیروکار ہیں_ امام ابوحنیفہ کے پیروکاروں کی نظر بھی مالکی مذہب والوں کے قریب ہے_
اہلسنت کے مشہور فقیہ "ابن قدامہ" اپنی کتابمغنی میں یوں رقمطراز ہیں:
" انّ قراء ة بسم اللہ الرحمن الرّحیم مشروعةً فی اوّل الفاتحة و اوّل کلّ سورة فی قول ا کثر ا ہل العلم و قال مالك و الا وزاعی لایقرؤہا فی اول الفاتحة ... و لا تختلف الروایة عن احمد ان الجہر بہا غیر مسنون ... و یروی عن عطاء و طاووس و مجاہد و سعید بن جبیر الجہر بها و ہو مذہب الشافعي ...، (1)
سورہ حمد اور ہردوسری سورت کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا اکثر
---

1) المغنی ابن قدامہ، جلد 1 ص 521_

199

اہلسنت کے نزدیك جائز ہے لیکن مالك اور اوزاعی (اہلسنت کے فقہائ) نے کہا ہے کہ سورة حمد کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے (اور بسم اللہ کے بالجہر پڑھنے کے بارے میں) جتنی روایات بھی امام احمد بن حنبل سے نقل ہوئي ہیں سب کی سب کہتی ہیں کہ بسم اللہ کو بالجہر(بلند آواز کے ساتھ) پڑھنا سنت نہیں ہے ... اور عطاء، طاووس، مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت نقل ہوئي ہے کہ بسم اللہ کو بالجہر پڑھنا چاہیے اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے"
اس عبارت میں انکے تینوں اقوال نقل ہوئے ہیں :
تفسیر "المنیر" میں وھبہ زحیلی نے یوں لکھا ہے_
"قال المالکیّة و الحنفیّہ لیست البسملة بآیة من الفاتحة و لا غیرہا الّا من سورة النمل ...
الّا ا ن الحنفیّة قالوا یقرء المنفرد بسم اللہ الرحمن الرّحیم مع الفاتحة فی کلّ رکعة: سرّاً ...
و قال الشافعیّة و الحنابلة البسملة آیة من الفاتحة یجب قرائتہا فی الصلوة الّا ا ن الحنابلة قالوا کالحنفیّة یقرؤ بہا سرّاً و لایجہر بَہا
و قال الشافعیّة: یسّرّ فی الصلوة السرّیة و یجہر بہا فی الصلاة الجہریّة(1)
---

1)تفسیر المیز، جلد 1، ص 46_

200

امام مالك اور ابوحنیفہ کے پیروکار کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ حمد اور قرآن مجید کی دیگر سورتوں کی جزء نہیں ہے صرف سورہ نمل میں ذکر ہونے والی آیت جو بسم اللہ پر مشتمل ہے سورت کا جزء ہے ...
لیکن امام ابوحنیفہ کے پیروکار کہتے ہیں کہ جو شخص فرادی نماز پڑھ رہا ہے وہ ہر رکعت میں صرف سورہ حمد کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ساتھ آہستہ آواز میں بسم اللہ پڑھے ... لیکن امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے پیروکار کہتے ہیں:
کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایك آیت ہے اور نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے اس فرق کے ساتھ کہ حنبلی کہتے ہیں کہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جائے، بالجہر پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن شافعی مذہب والے کہتے ہیں کہ اخفاتی نمازوں (ظہر و عصر کی نماز) میں آہستہ پڑھا جائے اور بالجہر نمازوں (مغرب، عشا اور صبح کی نماز) میں بلند آواز سے پڑھا جائے "
ان اقوال میں شافعی مذہب والوں کا قول: شیعہ فقہا کے نظریہ سے نزدیك ہے_ اس فرق کے ساتھ کہ ہمارے علماء تمام نمازوں میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں اور سورہ حمد میں بسم اللہ پڑھنے کو متفقہ طور پر واجب سمجھتے ہیں اور دیگر سورتوں میں مشہور و معروف قول بسم اللہ کا جزء سورہ ہونا ہے_
سچ تو یہ ہے کہ ایك غیرجانبدار محقق واقعاً حیرت میں ڈوب جاتاہے_
چونکہ وہ دیکھتاہے کہ پیغمبر اکرم(ص) نے پورے 23 سال اپنی اکثر نمازوں کو جماعت کے ساتھ اور سب کے سامنے پڑھا_ اور سب اصحاب نے آنحضرت(ص) کی نمازوں کو اپنے کانوں

سے سنا لیکن تھوڑا سا عرصہ گزرنے کے بعد اتنا شدید اختلاف پیدا ہوگیا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ بسم اللہ کا پڑھنا اصلا ممنوع ہے جبکہ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ اسکا پڑھنا واجب ہے، ایك گروہ کہتاہے کہ آہستہ پڑھا جائے جبکہ دوسرا گروہ کہتاہے کہ جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے_
کیا اس عجیب اور ناقابل یقین اختلاف سے اس بات کا اندازہ نہیں ہوتاہے کہ یہ مسئلہ عادی نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ کی پشت پر ایك سیاسی گروہ کا ہاتھ ہے جس نے متضاد احادیث کو جعل کیا اور انہیں رسالتمآب کی طرف نسبت دے دی ہے_
امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایك حدیث نقل کی ہے جو اس راز سے پردہ اٹھاتی ہے وہ کہتے ہیں ; مطرف نے " عمران بن حصین" سے نقل کیا ہے کہ جب اس نے بصرہ میں حضرت علی (ع) کے پیچھے نماز پڑھي، تو کہا
" ذکرنا ہذا الرجل صلاۃ کنّا نصلیہا مع رسول اللہ "
اس مرد نے اپنی نماز کے ذریعے ہمیں رسولخدا(ص) کی اقتداء میں پڑھی ہوئي نمازوں کی یاد دلا دی ہے_(1)
اس سے معلوم ہوتاہے کہ ہر چیز حتی نماز بھی تبدیل ہوگئي تھی امام شافعی مشہور کتاب"الام" میں "وہب بن کیسان" سے نقل کرتے ہیں کہ " کل سنن رسول اللہ (ص) قد غیرّت حتی الصلاۃ" پیغمبر اکرم(ص) کی تمام سنتوں حتی نماز کو تبدیل کردیا گیا(2)

---

1) صحیح بخاری ج 1 ص 190_
2) الامّ، جلد 1 ص 269_

بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے کے بارے میں احادیث نبوي

اس مسئلہ کے بارے میں اہلسنت کی معروف کتب میں مکمل طور پر مختلف اقسام کی احادیث نقل ہوئي ہیں_ یہی احادیث انکے فتاوی میں اختلاف کا سبب بنی ہے اور عجیب یہ ہے کہکبھی ایك ہی مشخص راوی نے متضاد روایات نقل کی ہیں_ جنکے نمونے آپ آئندہ احادیث میں ملاحظہ فرمائینگے_

پہلی قسم کی احادیث:
اس قسم میں وہ روایات ہیں جو نہ صرف بسم اللہ کو سورہ حمد کا جزء شمار کرتی ہیں بلکہ بلند آواز میں پڑھنے کو بھی مستحب (یا ضروري) قرار دیتی ہیں اس گروہ میں ہم پانچ مشہور راویوں کی پانچ احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں:
1_ یہ حدیث امیر المؤمنین علی (ع) سے نقل ہوئي ہے _ انکا مقام و منزلت سب پر عیاں ہیں کہ وہ جلوت و خلوت اور سفر وحضر میں رسول خدا(ص) کے ساتھ رہے ہیں_دار قطنی نے اپنی کتاب سنن میں آ پ (ع) سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

" كان النبى (ص) يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم فى السورتين جميعاً" (1)
پیغمبر اکرم(ص) دو سورتوں (حمد اور بعد والی سورت) میں بسم الله الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھتے تھے"
---

1) سنن دار قطني، جلد 1 ص302، اسی حدیث کو سیوطی نے درّ المنثور میں جلد 1 ص 22 پر نقل کیا ہے _

2_ یہ روایت انس بن مالك سے نقل ہوئي ہے کہ جو پیغمبر اکرم(ص) کے خصوصی خادم اور جوانی سے ہی آپ(ص) کی خدمت میں پہنچ گئے تھے_ حاکم نے مستدرك میں اس روایت کو نقل کیا ہے _ وہ کہتے ہیں :
" صلّيت خلف النبى و خلف ابى بكر و خلف عمر و خلف عثمان و خلف على كلّهم كانوا يجهرون بقرائة بسم الله الرحمن الرحيم" (1)
3 _ حضرت عائشےہ عام طور پر شب و روز پیغمبر اکرم(ص) کے ہمراہ تھیں _دارقطنی کی روایت کے مطابق وہ فرماتی ہیں کہ :
"ان رسول الله (ص) كا ن يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم" (2)
رسول خدا(ص) بسم الله الرحمن الرحیم کو بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے"
4_ اہلسنت کے معروف راوی جناب ابوہریرة کہ جن کی بہت سی روایات کو صحاح ستّہ میں نقل کیا گیا ہے یوں کہتے ہیں " كان رسول الله صلى الله عليہ و آلہ يجهر ببسم الله الرحمن الرّحيم فى الصلوة" کہ رسولخدا(ص) نماز میں بسم الله الرحمن الرّحیم بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے_
---

1) مستدرك الصحيحين، جلد 1 ،ص 232، میں نے رسولخدا(ص) حضرت ابوبکر ، حضرت عمر ، حضرت عثمان اور حضرت علی کے پیچھے نمازیں پڑھیں سب کے سب بسم الله کو بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے_مترجم
2) الدّر المنثور جلد 1 ص 23_

یہ حدیث تین معروف کتب " السنن الكبري" (1) " مستدرك حاكم" (2) اور "سنن دار قطني" (3) میں نقل ہوئي ہے_
5_ ایك اور حدیث میں آیا ہے کہ جبرائیل امین نے بھی پیغمبر اکرم(ص) کو نماز کی تعلیم دیتے وقت بسم الله کو بلند آواز کے ساتھ پڑھا_ دار قطنی کی نقل کے مطابق نعمان بن بشیر یوں کہتے ہیں "اَمَّنی جبرئیل عند الکعبة فجہر ببسم الله الرحمن الرّحیم" جبرائیل امین نے خانہ کعبہ کے پاس میری امامت کی (مجھے نماز پڑھائي) اور بسم الله کو بلند آواز سے پڑھا(4)
دلچسپ یہ ہے کہ بعض معروف علماء نے بسم الله بالجہر پڑھنے والی احادیث کو نقل کرنے کے ساتھ یہ تصریح کی ہے کہ ان احادیث کے راوی عام طور پر ثقہ ہیں جیسے حاکم نے مستدرك میں اس بات کی تصریح کی ہے_
یہاں ہمیں اس بات کا اضافہ کرنا چاہیے کہ مکتب اہلبیتکی فقہ و حدیث کی کتب میں بسم الله کو سورة حمد کی ایك آیت شمار کیاگیا ہے اور اس بارے میں احادیث تقریباً متواتر ہیں اور اسی طرح بہت سی احادیث میں بسم الله کو بالجہر پڑھنے کے بارے میں تصریح کی گئي ہے_
ان روایات کے بارے میں مزید آگاہی کے لیئے کتاب "وسائل الشیعہ" میں "نماز میں قراء ت" والے ابواب میں سے باب نمبر 11، 12، 21، 22 کی طرف رجوع کیا جائے_ وہاں دسیوں
---

1) السنن الكبرى جلد 2 ، ص 47_
2) مستدرك الصحيحين، جلد 1، ص 208_
3) دار قطني،جلد 1 ،ص 306 _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

4) سنن دار قطني، جلد 1، ص 309_

205
روایات آئمہ اہلبیت (ع) سے نقل کی گئي ہیں اور دیگر معتبر کتب جیسے کافي، عیون اخبار الرّضا(ع) ، اور مستدرك الوسائل میں (نماز میں قرائت قرآن کے مربوطہ ابواب میں) بھی بہت سی روایات ذکر کی گئي ہیں_
حدیث ثقلین کی روشنی میں کہ جسے فریقین نے نقل کیا ہے اور اس مینحکم دیا گیا ہے کہ میرے بعد قرآن مجید اور میرے اہلبیت(ع) کا دامن تھام کر رکھنا تا کہ گمراہی سے بچے رہو_ کیا ہمیں اس قسم کے اختلاف انگیز مسئلہ میں مذہب اہلبیت کی پیروی نہیں کرنا چاہیے (تا کہ گمراہی سے محفوظ رہیں)؟

دوسری قسم کی احادیث:
یہ قسم ان احادیث پرمشتمل ہے جو بسم اللہ کو سورہ حمد کا جزء شمار نہیں کرتیں یا بسم اللہ کوبلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے منع کرتی ہیں_
1_ یہ حدیث صحیح مسلم میں قتادہ سے نقل ہوئي ہے جس میں انس کہتے ہیں کہ:
" صلّیت مع رسول اللہ (ص) و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احداً منہم یقرء بسم اللہ الرحمن الرّحیم" (1)
میں نے رسولخدا (ص) ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ساتھ نماز پڑھی میں نے کسی سے نہیں سنا کہ انہوننے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرّحیم پڑھی ہو"
---

1)صحیح مسلم، جلد 2، " باب حجة من قال لا یجہر بالبسملة" ص 12_

206
توجہ کرنی چاہیےکہ اس حدیث میں حضرت علی (ع) کی قراء ت کے بارے میں کوئي بات نہیں کی گئي ہے
واقعاً تعجب آور ہے کہ ایك معّین شخص جیسے انس ایك مرتبہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولخدا(ص) ، خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی (ع) کے پیچھے نماز پڑھي_ سب کے سب بسم اللہ کو بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے_ دوسری جگہ وہی کہتے ہیں کہ میں نے رسولخدا(ص) اور خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے بھی نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھی چہ جائیکہ بلند آواز سے پڑھنا_
کیا ہرصاحب فہم یہاں یہ سوچنے پر مجبور نہیں ہوتا کہ پہلی حدیث کو بے اثر کرنے کے لیئے جاعلین حدیث نے (جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائیگا) اس دوسری حدیث کوجعل کیا ہے اور اسے انس کی طرف نسبت دی ہے اور چونکہ حضرت علی (ع) کا بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا مشہور ہے اور انکے پیروکار جہاں کہیں بھی ہیں یہی کام کرتے ہیں اس لیے ان کا نام نہیں لیا گیا ہے تاکہ ڈھول کاپول نہ کھل جائے؟
2_ سنن بیہقی میں عبداللہ بن مغفل سے نقل ہوا ہے، وہ کہتے ہیں:
"سمعنی ا بی و ا نا ا قرا بسم اللہ الرحمن الرّحیم فقال; ا ی بنیّ محدث؟ صلّیتُ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و ا بی بکر و عمر و عثمان فلم ا سمع ا حداً منہم جہر بسم اللہ الرّحمن الرّحیم" (1)
---

1) السنن الکبري، جلد 2 ، ص 52_

207
میرے والد نے مجھے نماز میں بسم اللہ پڑھتے سنا توکہنے لگے: کیا بدعت ایجاد کرنا چاہتے ہو ؟ میں نے رسولخدا(ص) حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی کو میں نہیں دیکھا کہ بسم اللہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کوبلند آواز کے ساتھ پڑھتا ہو" _
اس حدیث میں بھی حضرت علی _ کی نماز کا تذکرہ نہیں ہوا ہے
3_ جناب طبرانی کی کتاب" المعجم الوسیط" میں ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ :
" کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اذا قرء بسم اللہ الرّحمن الرّحیم ہزء منہ المشرکون و قالوا محمد یذکرا لہ الیمامۃ_ وکان مسیلمۃ یسمی "الرّحمن" فلمّا نزلت ہذہ الآیۃ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ ان لا یجہر بہا؟
کہ رسولخدا(ص) جب نماز مینبسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے تو مشرکین تمسخر کرتے تھے_ کیونکہ یمامہ کی سرزمین پر خدائي کا دعوی کرنے والے مسیلمہ کا نام رحمن تھا_ اس لیئے مشرکین کہتے تھے کہ محمد(ص) کی مراد وہی یمامہ کا خدا ہے_ اس وجہ سے پیغمبر اکرم(ص) نے حکم دے دیا تھا کہ اس آیت کو بلند آواز سے نہ پڑھا جائے "
اس حدیث میں جعلی ہونے کے آثار بالکل نمایاں ہیں کیونکہ :
اولّا: رحمن کاکلمہ قرآن مجید میں صرف بسم اللہ الرّحمن الرّحیم میں نہیں آیا ہے بلکہ اور بھی 56 مقامات پر ذکر ہوا ہے_ صرف سورہ مریم میں ہی اس کا سولہ16 مرتبہ تکرار ہوا ہے_ اگر

یہی وجہ ہے تو قرآن مجید کی دوسری سورتوں کو بھی نہیں پڑھنا چاہیے، کہیں مشرکین مسلمانوں کامذاق نہ اڑائیں _
ثانیاً : مشرکین تو قرآن مجید کی تمام آیات کا تمسخرکرتے تھے جیسا کہ متعدد آیات میں اس بات کا تذکرہ کیاگیاہے من جملہ سورہ نساء کی چالیس نمبر آیت " اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا و یُستہزا بہا فلا تقعدوا معہم"
مشرکین نماز کے لیے دی جانے والی اذان کا بھی مذاق اڑاتے تھے جیسے سورہ مائدہ کی 58 نمبر آیت میں تذکرہ ہوا ہے "و اذا ناديتم الى الصلوة اتخذوہا ہُزُواً " کیا پیغمبر اکرم(ص) نے اذان کے ترك کرنے کا بھی حکم دیا ہے_ یا اذان آہستہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ کہیں مشرکین مذاق نہ اڑائیں _
بنیادی طور پر مشرکین خود پیغمبر اکرم(ص) کا استہزاء کرتے تھے جیسا کہ اس آیت میں تذکرہ ہوا ہے "و اذا آك الذين كفروا ان يتّخذونك الّا ہُزُواً" (1)
اگر یہی دلیل ہے تو خود پیغمبر اکرم(ص) کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوجانا چاہیے تھا_
ان سب ادلّہ سے قطع نظر اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو بڑی صراحت کے ساتھ وعدہ دیا تھا کہ آپ(ص) کو استہزا کرنے والون کے شر سے محفوظ رکھے گا " انّا كفيناك المستہزئين" (2)
ثالثاً: مسیلمہ کوئي ایسی شخصیت نہیں تھا جس کو اسقدر اہمیت دی جاتی کہ پیغمبر اکرم(ص) اس کا نام
---

1) سورۃ انبیاء آیت 36_
2) سورۃ حجرات آیت 95_

رحمن ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی آیات کو مخفی کرتے یا آہستہ پڑھتے_ خاص طور پر اس بات کیطرف بھی توجہ رہے کہ مسیلمہ کے دعوے ہجرت کے دسویں سال منظر عام پر آئے تھے اوراس وقت اسلام مکمل طور پر قوت اور قدرت پیدا کرچکا تھا_
ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث گھڑنے والے اپنے کام میں مہارت نہیں رکھتے تھے اور نا آگاہ تھے_
4: ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب " مصنف" میں ابن عباس سے نقل کیا ہے " الجہر ببسم اللہ الرحمن الرّحیم قرائۃ الا عراب" بسم اللہ کو بلند آواز کے ساتھ پڑھنا عرب کے بدّووں کی عادت تھي" (1)
حالانکہ ایك اور حدیث میں علی ابن زید بن جدعان نے بیان کیا ہے کہ "عبادلہ" (یعنی عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر) تینوں بسم اللہ کوبلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے"(2)
اس سے بڑھ کر حضرت علی _ بسم اللہ کو ہمیشہ بالجہر پڑھتے تھے_ یہ بات تمام شیعہ و سنی کتب میں مشہور ہے کیا علی _ بیابانی اعراب میں سے تھے؟ کیا ان متضاد احادیث کا وجود انکے سیاسی ہونے کی دلیل نہیں ہے؟

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہاں حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی _ ہمیشہ بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے تھے_ جب امیرالمؤمنین کی شہادت اور امام حسن _ کی مختصر سی خلافت کے بعد معاویہ کے ہاتھ مینحکومت
---

1) مصنف ابن ابی شیبة ، جلد 2 ص 89_
2) الدر المنثور ،جلد 1 ص 21_

کی باگ ڈور آگئي، تو اس کی پوری کوشش یہ تھی کہ تمام آثار علوی کو عالم اسلام کے صفحہ سے مٹا دے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں میں آپ(ع) کے فکری اور معنوی افکار کا نفوذ اس کی سلطنت کے لیے خطرہ ہے_
اس بات کا منہ بولتا ثبوت اس حدیث میں ملتا ہے جسے حاکم نے مستدرك میںنقل کیا اور معتبر قرار دیا ہے (پیغمبر اکرم(ص) کے خصوصی خادم) جناب انس بن مالك فرماتے ہیں کہ معاویة مدینہ میں آیا اس نے جہری نماز (مغرب، عشاء ویا صبح کی نماز) میں سورة الحمد سے پہلے بسم اللہ کو پڑھا لیکن بعد والی سورت میں نہیں پڑھا_ جب نماز ختم کی تو ہر طرف سے مہاجرین و انصار کی (کہ جو شاید جان بچانے کی خاطر نماز میں شریك ہوئے تھے) صدائیں بلند ہوگئیں " اسرقت الصلوة ام نسیت؟ " کہ تو نے نماز میں سے چوری کی ہے یا بھول گیاہے ؟ معاویہ نے بعد والی نماز میں سورہ حمد سے پہلے اور بعد والی سورت سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھي"(1)
معاویہ گویا اس بات کے ذریعے مہاجرین و انصار کو آزمانا چاہتا تھا کہ یہ لوگ بسم اللہ اور اس کے بالجہر پڑھنے کے سلسلہ میں کتنی توجہ و سنجیدگی رکھتے ہیں_ لیکن اس نے اپنا کام شام اور دیگر علاقوں میں جاری رکھا_

ما بین الدّفتین قرآن ہے:
یقینا جو کچھ قرآن کی دو جلد کے درمیان ہے وہ قرآن مجید کا جزء ہے_ یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بسم اللہ قرآن مجید کا جز نہیں ہے صرف سورتوں کو ایك دوسرے سے جدا کرنے
---

1) مستدرك الصحیحین، جلد 1 ص 233_

کے لیے ہے_ اوّلاً یہ بات سورہ حمد کے بارے میں صحیح نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ قرآن مجید کے تمام نسخوں میں آیات کے نمبر لگائے گئے ہیں_ بسم اللہ کو سورہ حمد کی آیت شمار کیا گیا ہے_
ثانیاً: یہ سورتوں کو ایك دوسرے سے جدا کرنے والا کام کیوں سورہ براء ة میں نہیں کیا گیاہے_ اور اگر جواب میں کہا جائے کہ چونکہ اس سورت کا سابقہ سورہ (سورة انفال) کے ساتھ رابطہ ہے تو یہ بات کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اتفاقاً سورہ انفال کی آخری آیات اور سورہ براء ة کی ابتدائي آیات کے درمیان کوئي مفہومی رابطہ نہیں ہے_ حالانکہ قرآن مجید میں اور کئي سورتیں ہیں جو ایك دوسرے کے ساتھ ارتباط رکھتی ہیں لیکن بسم اللہ نے انہیں ایك دوسرے سے جدا کردیا ہے_
حق یہ ہے کہ کہا جائے بسم اللہ ہر سورہ کا جزء ہے_ جیسا کہ قرآن مجید کا ظاہر بھی اس بات کی خبر دیتا ہے _ اور اگر سورہ توبہ میں بسم اللہ کو ذکر نہیں کیاگیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے اس سورت کا آغاز پیمان شکن دشمنوں کے ساتھ اعلان جنگ کے ذریعے ہوتا ہے اور اعلان جنگ ، رحمن اور رحیم کے نام کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتا ہے کیونکہ یہ نام رحمت عامّہ اور رحمت خاصہ الہی کی حکایت کرتا ہے _

بحث کا خلاصہ :
1_ پیغمبر اکرم(ص) سورہ حمد اوردیگر تمام سورتوں کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھتے تھے(ان کثیر روایات کے مطابق جو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

آپ(ص) کے نزدیك ترین افراد سے نقل ہوئي ہیں) اور متعدد روایات کے مطابق آپ(ص) بسم اللہ کو بالجہر پڑھا کرتے تھے_
2_ سابقہ روایات کے مقابلے میں جو روایات کہتی ہیں کہ بسم اللہ اصلاً قرآن مجید کا جزء

نہیں ہے یا آنحضرت(ص) ہمیشہ اسے بالاخفات پڑھتے تھے_ مشکوك ہیں بلکہ خود ان روایات میں ایسے قرائن موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایات جعلی اور ان کے پیچھے بنو امیّہ کی پر اسرار سیاستیں ہیں _ کیونکہ یہ بات مشہور تھی کہ حضرت علی _ بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے ہیں اور یہ تو معلوم ہے کہ جو کچھ بھی حضرت علی (ع) کی خصوصیت یا علامت شمار ہوتی تھی (اگر چہ وہ پیغمبر اکرم(ص) سے حاصل کی ہوئي ہوتی تھي) بنو امیّہ اس کی شدت کے ساتھ مخالفت کرتے تھے یہ موضوع اس شدید اعتراض کے ذریعے آشکار ہو جاتا ہے کہ جو اصحاب نے معاویہ پر کیا _ اور اس کے علاوہ بھی قرائن و شواہد موجود ہیں جنہیں ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے _
3_ ائمہ ا ہلبیتکا امیرالمؤمنین(ع) (کہ انہوں نے سالہا سال پیغمبر اکرم(ص) سے بسم اللہ کو بالجہر ادا کرنے کا درس لیا تھا) کی پیروی کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق ہے_ یہانتك کہ امام جعفر صادق _ فرماتے ہیں :
"اجتمع آلُ محمّد صلی اللہ علیہ و آلہ علی الجہر ببسم اللہ الرّحمن الرّحیم "(1)
کہ آل محمّد (ص) کا بسم اللہ کے بلند پڑھنے پر اتفاق ہے "
حداقل اس قسم کے مسائل میں حدیث ثقلین پر عمل کرتے ہوئے روایات اہلبیت (ع) کیطرف توجّہ کرنی چاہیے اور تمام اہلسنت فقہاء کو چاہیے کہ امام شافعی کی طرح حداقل جہری نمازوں میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھنا واجب قرار دیں_
4_ حسن اختتام کے عنوان سے اس بحث کے آخر پر دو باتیں جناب فخررازی صاحب"تفسیر الکبیر" سے نقل کرتے ہیں :
---

1) مستدرك الوسائل ، جلد 4 ص 189_

وہ کہتے ہیں کہ:
"انّ علیّا _ کا ن یبالغ فی الجہر بالتسمیة فلما وصلت الدولة الی بنی امیّہ بالغوا فی المنع من الجہر سعیاً فی ابطال آثار علّی _ " (1)
حضرت علی _ بسم اللہ کے بالجہر پڑھنے پر اصرار کرتے تھے، جب حکومت، بنوامیہ کے ہاتھ آئي تو انہوں نے بسم اللہ کے بلند پڑھنے سے منع کرنے پر اصرار کیا تا کہ حضرت علی _ کے آثار کو مٹایا جاسکے"
اہلسنت کے اس عظیم دانشمند کی گواہی کے ذریعے بسم اللہ کے آہستہ پڑھنے یا اس کے حذف کرنے والے مسئلہ کا سیاسی ہونا اور زیادہ آشکار ہوجاتا ہے _اسی کتاب میں ایك اور مقام پر جناب فخررازي، مشہور محدث بیہقی سے اس بات کونقل کرنے کے بعد کہ حضرت عمر ابن خطاب، جناب ابن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سب کے سب بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھتے تھے اس بات کا اضافہ کرتے ہیں:
" اَمّا ا نَّ علی ابن ابی طالب کان یجہر بالتسمیة فقد ثبت بالتواتر و من اقتدی فی دینہ بعلّی ابن ابی طالب فقد اہتدي، و الدلیل علیہ قول رسول اللہ اللّہم ا در الحق مع علی حیث دار، (2)
---

1) تفسیر کبیر فخررازی ، جلد 1، ص 206_
2) ایضاً ص 204 و 205_

بہر حال حضرت علی (ع) بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے تھے یہ بات تواتر کے ذریعہ ثابت ہے اور جو بھی دین میں حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

علی (ع) کی پیروی کریگا یقینا ہدایت پاجائیگا_ اس بات کی دلیل رسولخدا(ص) کی یہ حدیث ہے کہ بارالہا حق کو ہمیشہ علی (ع) کے ساتھ رکھ اور حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی (ع) رخ کرے"

شیعہ جواب دیتے ہیں

215
10

اَولیائے الہی سے توسّل

217

"توسّل" قرآنی آیات اور عقل کے آئینہ میں:

بارگاہ الہی میں اولیائے الہی سے توسّل کے ذریعہ مادّی اور معنوی مشکلات حل کرانے کا مسئلہ، وہابیوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان ایك اہم ترین اور متنازعہ مسئلہ ہے_ وہابی صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ نیك اعمال کے ذریعے توسّل کرنے میں کوئي حرج نہیں ہے لیکن اولیائے الہی کے ساتھ توسّل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اسے ایك قسم کا شرك سمجھتے ہیں_ جبکہ دنیا کے دوسرے مسلمان اس توسّل کو (جس کے مفہوم کی ہم وضاحت کریں گے) جائز سمجھتے ہیں_
وہابیوں کا گمان یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات اس توسّل سے منع کرتی ہیں اور اسے شرك قرار دیتی ہیں _ من جملہ یہ آیت کریمہ
" ما نعبد ہم الّا لیقرّبُونا الی اللہ زُلفی " (1)
یہ آیت فرشتوں کی مانندمعبودوں کے بارے میں ہے کہ جن کے لیے مشرکین کہتے تھے " کہ ہم اس لیے ان کی پوجا کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں خدا کے نزدیك کریں" اور اس بات کو
---

1) سورة زمر آیة 3_

218
قرآن مجید نے شرکقرار دیا ہے _ ایك اور آیت میں یوں ارشاد ربُ العزّت ہے " فلا تدعوا مع اللہ ا حداً" خدا کے ساتھ کسی کو نہ پکارو" (1)
ایك دوسری روایت مینیوں بیان کیا گیا ہے " والّذین یَدعُونَ من دُونہ لا یستجیبون لہم بشیئ:،" جو غیر خدا کوپکارتے ہیں ، وہ انکی کوئي حاجت پوری نہیں کرسکتے ہیں" (2)
وہابیوں کا توہّم اور خیال یہ ہے کہ یہ آیات اولیائے الہی کے ساتھ توسّل کرنے کی نفی کر رہی ہیں_
اس کے علاوہ وہ ایك اور بات بھی کرتے ہیں وہ یہ کہ بالفرض اگر بعض روایات کی روشنی مینپیغمبر اکرم(ص) کی زندگی میں اُن سے توسّل جائز ہو لیکن وفات کے بعد ان سے توسّل کے جواز پر کوئي دلیل نہیں ہے_
یہ وہابیوں کے دعووں کا خلاصہ تھا لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ اسی قسم کی بے دلیل باتونکی خاطر وہابیوں نے بہت سے مسلمانوں پر شرك اورکفر کی تہمتیں لگائیں اور ان کے خون بہانے کو مباح قرار دیا ہے ، اسی طرح انکے مال کو مباح جانا ہے _ اسی بہانے بہت سا خون بہایا گیا اور بہت سا مال غارت کیا گیا ہے _

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس وقت جبکہ ہم انکے عقیدہ کو سمجھ چکے ہیں بہتر ہے کہ اصل مسئلہ کی طرف لوٹ کر اسی توسّل کے مسئلہ کو بنیادی طور پر حل کریں_

----

1) سورہ جن ، آیة 18_
2) سورۂ رعد، آیہ 14_

219

سب سے پہلے ہم " توسل" کو لغت، آیات اور روایات کی روشنی میں دیکھتے ہیں: سب میں " توسّل" وسیلہ کے انتخاب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وسیلہ اس چیز کو کہاجاتا ہے جو انسان کوکسی دوسرے سے قریب کرے
لغت کی مشہور کتاب " لسان العرب" میں توسّل کو یوں بیان کیا گیا ہے _
"وصَّل الی الله وسیلةً اذا عَمل عملاً تقرب الیه والوسیلة ما یتقرّب به الی الغیر; خدا کی طرف توسّل کرنا اور وسیلہ منتخب کرنا یہ ہے کہ انسان ایسا عمل انجام دے جس سے اسے خدا کا قرب نصیب ہو ، اور وسیلہ اس چیز کے معنی میں ہے جس کے ذریعے انسان دوسری چیز سے نزدیك ہوتا ہے "
مصباح اللغة میں بھی یوں ہی بیان کیا گیا ہے : " الوسیلة ما یتقرّب به الی الشيء و الجمع الوسائل" وسیلہ اس شے کوکہتے ہیں جس کے ذریعے، انسان دوسری شے یا شخص کے نزدیك ہوتا ہے اور وسیلہ کی جمع "وسائل " ہے_
مقاییس اللغة میں یوں بیان کیا گیا ہے : " الوسیلة الرغبة و الطلب" وسیلة رغبت اور طلب کے معنی میں ہے" _
ان لغت کی کتب کے مطابق، وسیلہ، تقرب حاصل کرنے کے معنی میں بھی ہے اور اس چیز کے معنی بھی ہے جس کے ذریعے انسان دوسری شے کا قرب حاصل کرتا ہے _ اور یہ ایك وسیع مفہوم ہے
اب ہم قرآن مجید کی آیات کی طرف رجوع کرتے ہیں_
قرآن مجید میں وسیلہ کی اصطلاح دو آیات میناستعمال ہوئي ہے_

220

1_ سورہ مائدہ کی 35ویں آیت میں یوں ارشاد ہے :
" یا ایّہا الّذین آمنو اتقوا الله و ابتغوا الیه الوسیلة و جاہدُوا فی سبیله لعلکم تفلحون"
اس آیت میں تمام اہل ایمان کو مخاطب قرار دیاگیا ہے اورتین دستور بیان کیے گئے ہیں _
اوّل تقوی کا حکم، دوّم، وسیلہ منتخب کرنے کا حکم ، وہ وسیلہ جو ہمینخدا سے نزدیك کرے_ سوّم : راہ خدا مینجہاد کرنے کا حکم، ان مجموعہ صفات (تقوی ، توسّل اور جہاد) کانتیجہ وہی چیز ہے جسے آیت کے آخر میں بیان کیاگیا ہے: " لعلکم تفلحون" یعنی یہ صفات تمہاری فلاح اور رستگاری کا باعث ہیں"
2_ سورۂ اسرا کی آیت 57 مینوسیلہ کا تذکرہ کیاگیا ہے _ آیت 57 کے معنی کو سمجھنے کے لیے ہمینپہلے آیت 56 کامطالعہ کرنا چاہیے جس میں یوں ارشاد ہے
"قل ادعوا الّذین زَعمتم من دُونہ فَلا یملکونَ کشفَ الضُرّ عنکم و لا تحویلاً"
اے پیغمبر: کہہ دیجئے کہ خدا کے علاوہ تم جنہیں پکارتے ہو اور انہیں اپنا معبود تصوّر کرتے ہو انہیں پکار کر دیکھ لوکہ وہ تمہاری مشکل کوحل کریں، وہ تمہاری کوئي مشکل حل نہیں کرسکتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی تبدیلی لاسکتے ہیں"
"قُل ادعوا الّذین" والے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں معبودوں سے مراد بت یا اس قسم کی کوئي اور چیزنہیں ہے ، کیونکہ کلمہ الذین صاحب شعور اور صاحب عقل افراد کے

221

لیے استعمال کیاجاتا ہے_ لہذا اس آیت میں وہ فرشتے مراد ہیں جنہیں لوگ پوجتے تھے یا حضرت عیسی مراد ہیں کہ ایك گروہ معبود کے عنوان سے انکی پرستش کرتا تھا_ یہ آیت بیان کررہی ہے کہ نہ فرشتے اور نہ ہی حضرت عیسی (ع) تمہاری مشکل کو حل کرسکتے ہیں _
بعد والی آیت مینیوں ارشاد ہے " اولئك الّذین یَدعُون یبتغون الی ربّہم الوسیلة ; خود یہ لوگ (فرشتے اور حضرت عیسی (ع)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

) وہ ہیں جو خداوند کی بارگاہ میں وسیلہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرتے ہیں وہ وسیلہ کہ ایہم اقرب جو سب سے زیادہ نزدیك ہو " و یرجون رحمة";اور اللہ تعالی کی رحمت کی امید رکھتے ہیں" " و یخافون عذابہ " اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ " انّ عذاب ربك كان محذوراً ; تیرے پروردگار کاعذاب ایسا ہے جس سے سب ڈرتے ہیں"_
وہابیوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ اولیائے الہی کے ساتھ توسّل کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں (کاشف الضر) سمجھا جائے یعنی انہیں مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا سمجھا جائے اور قضائے حاجات اور دفع کر بات کا سرچشمہ سمجھا جائے حالانکہ توسّل کا یہ معنی نہیں ہے _
جن آیات کو وہابیوں نے پیش کیا ہے وہ عبادت کے بارے میں بیان کرتی ہیں _ حالانکہ کوئي بھی اولیائے الہی کی عبادت نہیں کرتا ہے _
ہم جس وقت پیغمبر اکرم(ص) کے ساتھ توسّل کرتے ہیں کیا انکی عبادت کرتے ہیں؟ کیا ہم پیغمبر اکرم(ص) کو اللہ تعالی کے علاوہ مستقل طور پر مؤثر اور کاشف ضر سمجھتے ہیں؟
جس توسّل کی طرف قرآن مجید نے دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ اس وسیلہ کے ذریعے خدا

222
کے نزدیك ہوں، یعنی یہ ذوات مقدّسہ، بارگاہ خدا میں شفاعت کرتی ہیں_ وہ چیز جو ہم نے شفاعت کے بارے میں بیان کی ہے_
در حقیقت توسّل کی واقعیّت اور شفاعت کی واقعیّت ایك ہی ہے_ بہت سی آیات شفاعت کو ثابت کرتی ہیں اور دو آیات توسل کو بیان کرتی ہیں دلچسپ بات یہ ہے کہ سورۃ مائدہ کی 57 نمبر آیت " ایہم اقرب" کے ذریعے توسّل کو بیان کرتی ہے یعنی فرشتے اور حضرت عیسی (ع) بھی اپنے لیے وسیلہ منتخب کرتے ہیں وہ وسیلہ جو زیادہ نزدیك ہے "ہم" جمع کی ضمیر ہے جو صاحب عقول کے لیے استعمال کیجاتی ہے_ یعنی اولیائے الہی اور صالحین کے ساتھ توسّل کرتے ہیں، ان صالحین میں سے ہر ایك خدا کے نزدیك تر ہیں_
بہرحال سب سے پہلے واضح ہونا چاہیے کہ اولیائے الہی کے ساتھ توسّل کیا ہے؟
کیا یہ توسّل ان کی عبادت اور پوجا کرنا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے_
کیا انہیں مستقل طور پر مؤثر جاننا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے_ کیا انہینمستقل طور پر قاضی الحاجات اورکاشف الکربات جاننا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ذوات مقدّسہ اس شخص کے لیے جس نے انکے ساتھ توسّل کیا ہے خداوندعالم کی بارگاہ میں شفاعت اور سفارش کرتی ہیں_ اس کی مثال ایسے دی جاسکتی ہے کہ میں کسی بڑی شخصیّت کے گھر جانا چاہتا ہوں وہ مجھے نہیں جانتا ہے ، میں ایك ایسے شخص کوواسطہ بناتا ہوں کہ جو مجھے بھی جانتا ہے اور اس کے اس شخصیت کے ساتھ بھی تعلقات ہیں_ اسے کہتاہوں کے آپ میرے ساتھ چلیں اور اس شخصیت کے ساتھ میرا تعارف کرادیں اور سفارش کردیں_ یہ کام نہ تو عبادت ہے اور نہ ہی تاثیر میناسے مستقل سمجھنا ہے_

223
یہاں مناسب یہ کہ ہم " ابن علوي" کا کلام نقل کریں جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب "مفہوم یجب ان تصحّح" میں بیان کیا ہے_ وہ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے توسّل کی حقیقت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے_ اس لیے ہم (اپنی نظر کے مطابق) توسّل کا صحیح مفہوم پیش کرتے ہیں_ اور اسے بیان کرنے سے پہلے محترم قاری کی توجہ چند نکات کی طرف مبذول کراتے ہیں_
1_ توسّل دعا کا ایك انداز ہے اور حقیقت میں اللہ تبارك و تعالی کی طرف توجّہ کرنے کا ایك دروازہ ہے، پس ہدف اور اصلی مقصد اللہ تعالی ہے، اور جس شخصیّت کے ساتھ آپ توسّل کر رہے ہیں وہ واسطہ اور تقرب بہ خدا کا وسیلہ ہے، اگر کوئي توسّل میں اس کے علاوہ کوئي عقیدہ رکھتا ہوتو وہ مشرك ہے_
2_ جو انسان کسی شخصیّت کے وسیلہ سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے حقیقت میں یہ انسان کا اسی شخصیّت کے ساتھ اظہار محبّت ہے اوروہ اس شخصیت کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں مقرّب ہے اور بالفرض اگر مسئلہ الٹ ثابت ہوجائے تو وہی انسان اس شخصیّت سے مکمل طور پر دوری اختیار کرلیتا ہے بلکہ اس کی مخالفت کرنے لگتا ہے_ تو ہمیں یہاں تك معیار کا علم ہوگیا ہے کہ توسّل کا معیار خداوند کے نزدیك اس شخصیّت کا مقربّ ہونا ہے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3_ اگر توسّل کرنے والا انسان اس بات کا عقیدہ رکھتا ہو کہ (متوسّلٌ بہ) جس شخصیّت کے ساتھ اس نے توسّل کیا ہے، وہ ذاتی اور مستقل طور پر نفع ونقصان پہنچانے میں اللہ تعالی کی طرح ہے، تو ایسا انسان مشرك ہے _

224

4_ توسّل کوئي واجب یا ضروری چیز نہیںہے اور نہ ہی یہ دعا قبول ہونے کا منحصر راستہ ہے، اہم چیز دعا ہے اور خداوند کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جس صورت میں بھی ہو_ جیسا کہ خود خداوند نے ارشاد فرمایا ہے کہ "واذا سا لك عبادی عنّی فانّی قریبٌ"(1)

"ابن علوی مالکي" اس مقدمہ کو بیان کرنے کے بعد، توسّل کے بارے میں اہلسنت کے علما، فقہاء اور متکلمین کے نظریات بیان کرتا ہے_ اور کہتا ہے کہ اعمال صالحہ کے ذریعے توسّل الی اللہ کی مشروعیّت (جواز) کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئي اختلاف نہیں ہے یعنی انسان نیك اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرے، یہ اختلافی مسئلہ نہیں ہے_ مثلاً کوئي روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، صدقہ دیتا ہے اور ان اعمال کے ذریعے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے_ یہ چیز مسلّماً صحیح ہے_

اس قسم کے توسّل کو حتی کہ سلفیوں نے بھی قبول کیا ہے _ من جملہ "جناب ابن تیمیّہ نے اپنی مختلف کتب میں بالخصوص اپنی کتاب " القاعدة الجلیلة فی التوسّل و الوسیلة" میں اس قسم کے توسّل کو قبول کیا ہے_

ابن تیمیّہ نے اس قسم کے توسّل یعنی نیك اعمال کے ذریعے توسّل کے جواز کے بارے میں تصریح کی ہے_ پس اختلاف کہاں ہے؟

کیا اختلاف ، اعمال صالحہ کے علاوہ توسّل کے بارے میں ہے؟ مثلاً اولیائے الہی کے ساتھ توسّل کیا جائے اور یوں کہا جائے : اللّہم انّی اتوسّل الیك بنبیك محمّد(ص) ;

---

1) سورہ بقرة آیہ 186 (ترجمہ)جب میرے بندے مجھ سے سوال کرتے ہیں تو میں قریب ہوں" _

225

باراللہا میں تیری بارگاہ میں تقرب کے لیے تیرے نبی محمد مصطفی صلّی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ذات کو وسیلہ بناتا ہوں_

اس کے بعد ابن علوی اضافہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ اس معنی میں اختلاف اور وہابیوں کا اولیائے الہیسے توسّل کا انکار کرناحقیقت میں صرف ظاہری اور لفظی اختلاف ہے، واقعی اورحقیقی اختلاف نہیں ہے_

باالفاظ دیگر صرف لفظوں کا نزاع ہے_کیونکہ اولیائے الہی کے ساتھ توسّل حقیقت مینانکے نیك اعمال کے ساتھ توسّل ہے اور یہ ایك جائز امر ہے_

پس اگر مخالفین بھی انصاف اور بصیرت کی نگاہ سے دیکھیں تو انکے لیے مطلب واضح اور اعتراض ختم ہوجائیگا، اسطرح فتنہ خاموش جائیگا_ اورمسلمانوں پر مشرك اور ضلالت کی تہمت لگانے کی نوبت نہیں آئیگي_

اس کے بعد موصوف اس مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جوانسان بھی اولیائے الہی کے ساتھ توسّل کرتا ہے اس لیے ہے کہ وہ ان سے محبّت کرتاہے_

اور کیوں اس کے ساتھ محبت کرتا ہے؟ اس لیے کہ اس انسان کا عقیدہ ہے کہ وہ شخص اللہ کا نیك بندہ ہے، یا اس لیئےہ وہ شخص اللہ کے ساتھ محبت کرتا تھا_ یا اللہ تعالی اس کے ساتھ محبّت کرتا ہے_ یا یہ کہ انسان اس وسیلہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے ساتھ محبت کرتا ہے_ جب ہم ان تمام امور میں غور و فکر کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان سب کے باطن میں عمل پوشیدہ ہے یعنی حقیقت میں یہ خدا کی بارگاہ میں نیك اعمال کے ذریعے توسّل ہے_ اور یہ وہی چیز ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے_(1)

---

1) کتاب مفاہیم یجب ان تصحّح ص 116، 117_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

226
البتہ ہم بعد میں بیان کریں گے کہ اولیائے الہی کے ساتھ توسّل اگر چہ انکی شان اور مقام کی خاطر ہو نہ انکے نیك اعمال کی خاطر اس اعتبار سے کہ یہ ذوات مقدسہ خداوند کی بارگاہ میں آبرومند ، عزیز اور سربلند ہیں یا کسی بھی خاطر یہ توسّل ہو، تو جب تك انہیں تاثیر میں مستقل نہ سمجھیں بلکہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں انہیں شفیع سمجھیں تو ایسا توسّل نہ کفر ہے اور نہ خلاف شرع_
قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر اس قسم کے توسّل کی طرف اشارہ کیا گیاہے شرك تو تب ہوتا ہے کہ ہم کسی چیز کو اللہ تعالی کے مقابلے میں مستقل طور پر مؤثر سمجھیں_ وہابیوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اس آیت " ما نعبدہم الّا لیقرّبونا الی اللہ زلفي" (1) میں "عبادت اور "شفاعت" کو آپس میں مخلوط کردیا ہے_ اور یہ گمان کیا ہے کہ شفاعت بھی شرك ہے_ حالانکہ ان واسطوں کی عبادت کرنا شرك ہے نہ انکی شفاعت اور انکے ساتھ توسل کرنا شرك ہے _ (غور کیجیئے

توسل، اسلامی احادیث کی روشنی میں:
آیات توسّل ،کے اطلاق کے علاوہ ،جوہر اس توسل کو جو اسلام کے صحیح اعتقادی اصولوں کے خلاف نہ ہو، جائز بلکہ مطلوب قرار دیتی ہیں، ہمارے پاس توسل کے بارے میں بہت سی روایات بھی ہیں جو متواتر یاتواتر کے نزدیك ہیں _ ان میں سے بہت سی روایات خود پیغمبر اکرم(ص) کی ذ ات کے ساتھ توسّل سے مربوط ہیں_ کہ وہ توسل کبھی آپ(ص) کی ولادت سے پہلے کبھی ولادت کے بعد، آپ کی حیات میں یا آپ(ص) کی رحلت کے بعد، کیا گیاہے_
---

1) سورہ زمر، آیت 3_

227
البتہ کچھ روایات پیغمبر اکرم(ص) کے علاوہ دیگر دینی شخصیات سے توسّل کے ساتھ مربوط ہیں_
ان میں سے بعض روایات ،در خواست اور دعا کی صورت ،بعض بارگاہ الہی میں شفاعت کے تقاضا کی صورت میں ہیں، بعض میں اللہ تعالی کو پیغمبر اکرم(ص) کے مقام کا واسطہ دیاگیا ہے_ خلاصہ یہ کہ توسّل کی تمام اقسام ان روایات میں دیکھنے کو ملتی ہیں_ اور اس انداز میں ہیں کہ بہانے تلاش کرنے والے تمام وہابیوں پر راستہ بند کردیتی ہیں_
اب ان روایات کے چند نمونوں کو ملاحظہ فرمایئے

1_ پیغمبر اکرم(ص) کی ولادت سے پہلے حضرت آدم(ع) کا آپ(ص) سے توسّل کرنا
"حاکم" نے "مستدرك" اور دیگر محدثین نے اپنی کتب میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا: کہ جس وقت حضرت آدم (ع) سے خطا سرزد ہوئي تو آپ (ع) نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا: " یا ربّ اسئلك بحقّ محمّد: لمّا غفرت لي" پروردگارا میں تجھے حضرت محمد(ص) کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے" اللہ تعالی نے فرمایا کہ تو نے محمد(ص) کو کہاں سے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے اسے خلق نہیں کیا ہے ؟
حضرت آدم (ع) نے عرض کي: پروردگارا اس معرفت کا سبب یہ ہے کہ جب تو نے مجھے اپنی قدرت سے خلق کیا اور مجھ میں روح پھونکي، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ جملہ عرش کے پائے پر لکھا ہوا تھا: " لا الہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ " اس عبارت سے میں سمجھ گیا کہ یہ جو محمّد کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے وہ تمام مخلوقات میں سے تیرے نزدیك سب سے زیادہ محبوب ہے اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا" انہ لاحب الخلق الَّي" وہ

228
میرے نزدیك تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب ہے:
" "ادعونی بحقّہ فقدغفرت لك"(1)
اس کے حق کا واسطہ دے کر مجھے سے مانگ مینتجھے معاف کردونگا"
دوسری حدیث حضرت ابوطالب کے توسّل کے ساتھ مربوط ہے جو انہوں نے پیغمبر اکرم(ص) کے بچپن کے زمانے میں آپ(ص) کے ساتھ کیا_ حدیث کا خلاصہ یوں ہے کہ جسے "ابن عساکر" نے "فتح الباري" میں نقل کیا ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

كہ ايك مرتبہ مكہ ميں خشك سالى ہوگئي، تمام قريش جمع ہوكر حضرت ابوطالب(ع) كے پاس گئے اور كہنے لگے كہ سارے كھيت خشك ہوچكے ہيں، قحط نے ہر جگہ تباہى مچا ركھى ہے_ آؤ خداوند كے حضور چليں اور بارش كے ليے دعا كريں_
حضرت ابوطالب(ع) ساتھ چلے اور انكے ساتھ ايك بچہ بھى تھا (بچے سے مراد پيغمبر اكرم(ص) ہيں جو ابھى طفوليّت كا زمانہ گزار رہے تھے) اس بچے كا چہرہ آفتاب كى طرح درخشاں تھا_ جناب ابوطالب(ع) نے اس بچے كو گود ميں ليا ہواتھا _ اسى حالت ميں اپنى كمر كو خانہ كعبہ كى ديوار كے ساتھ لگايا اور اس بچے سے توسل كيا; اسى وقت آسمان پر بادل اُمڈ آئے اور ايسى بارش برسى كہ جس كے نتيجے ميں خشك بيابان سرسبز ہوگئے_ اس وقت جناب ابوطالب(ع) نے پيغمبر(ص) كى شان ميں ايك شعر كہا جويوں ہے_
---

1) حاكم نے مستدرك ، جلد 2 ص 615 پر اورحافظ سيوطى نے ''الخصائص النبويّة'' ميں اسے نقل كيا ہے اور صحيح قرار ديا ہے اور بيہقى نے اسے ''دلائل النبوة'' ميں نقل كيا ہے كہ عام طور پر اس كتاب ميں وہ ضعيف روايت نقل نہيں كرتے ہيں اور قسطلانى اور زرقانى نے مذاہب اللدنيّہ ميں اس حديث كونقل كيا اور صحيح قرار ديا ہے اور ديگر علماء نے بھى اسے نقل كيا ہے _ مزيد توضيح كے ليئےتاب '' مفاہيم يجب ان تصحّح ص 121 اور اسكے بعد رجوع فرمائيں''_

229

"و ابيض يستسقى الغمام بوجہہ
ثمال اليتامى عصمة للا رامل "(1)
كہ پيغمبر اكرم(ص) كے نورانى چہرے كے صدقے ميہ بادل برس رہے ہيں_ يہ بچہ يتيموں كا ملجا اور بيوہ عورتوں كى پناہ گاہ بنے گا "
ايك نابينا مرد نے پيغمبر اكرم(ص) كى ذ ات سے توسّل كيا_ وہ آپ(ص) كى نبوّت كے زمانے ميں آپكى خدمت ميں پہنچا، توسّل كر كے شفا پالى اور اسكى آنكھيں واپس لوٹ آئيں
يہ روايت صحيح ترمذي، اسى طرح سنن ابن ماجہ ، مسند احمد اوردیگر كتب ميں نقل ہوئي ہے (1) اس سے پتہ چلتا ہے كہ سند كے اعتبار سے حديث محكم ہے_ بہرحال حديث يوں ہے_
"كہ ايك نابينا آدمى آنحضرت(ص) كى خدمت ميں پہنچا اورعرض كرنے لگا:
اے رسول(ص) خدا الله تعالى سے دُعا كيجئے كہ وہ مجھے شفا دے اور ميرى آنكھوں كى بينائي مجھے لوٹا دے _
پيغمبر اكرم(ص) نے فرمايا: اگر تو كہتا ہے تو ميں تيرے ليے دعا كرنے كو تيار ہوں اور اگر صبر كرتا ہے تو يہ صبر تيرے ليئے بہتر ہے(اور شايد تيرى مصلحت اسى حالت ميں ہو) ليكن اس بوڑھے آدمى نے اپنى حاجت پر اصرار كيا_ تو اس پر پيغمبر اكرم(ص) نے اس بوڑھے آدمى كو حكم ديا كہ مكمل اور اَچھے اندازميں وضو كرو اور دو ركعت نماز پڑھو ، نماز كے بعد يہ دعا پڑھو:
" اللّٰہم انّى اسئلك و ا توجّہ اليك بنبيك محمّد (ص)
نبّى الرّحمة يا محمّد (ص) انّى اتوجّہ بك الى
---

1) فتح الباري، جلد 2 ص 494 و اسى طرح سيره حلبي، جلد 1 ص 116_

230

ربّى فى حاجتى لتُقضى ، اللّٰہم شَفعّہ، فيَّ"(1)
بار الہا ميں تجھ سے سوال كرتا ہوں اور تيرى طرف توجہ كرتا ہوں تيرے نبى محمد مصطفي(ص) كے واسطے كہ جو نبى رحمت ہيں_ اے محمد(ص) ميں آپ(ص) كے وسيلہ سے اپنے پروردگار كى طرف اپنى حاجت طلب كرنے چلا ہوں تا كہ ميرى حاجت پورى ہوجائے اور اے الله انہيں ميرا شفيع قرار دے_

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

وہ نابینا آدمی چلاتا کہ وضو کرے، نماز پڑھے اور پیغمبر اکرم(ص) کی تعلیم دی ہوئي دعاپڑھے_ اس حدیث کا راوی عثمان بن عمیر کہتا ہے کہ ہم بہت سے افراد اسی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں کررہے تھے_ کچھ دیر بعد وہی بوڑھا آدمی مجلس میں داخل ہوا اس حال میں کہ اس کی آنکھیں بینا ہوچکی تھیں اور نابینائي کا کوئي اثر اس پر باقی نہیںتھا

_
دلچسپ یہ ہے کہ بہت سے اہلسنت کے اکابر نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے_ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح جانا ہے _ ابن ماجہ نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے_ رفاعی نے بھی کہا ہے کہ بلاشك و شبہہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے _(2)

پیغمبر اکرم(ص) کی رحلت کے بعد اُن سے توسل"
اہلسنت کے معروف عالم دین " دارمي" نے اپنی مشہور کتاب "سنن دارمي" میں ایك
---

1) صحیح ترمذی ، ص 119، حدیث 3578، اور سنن ابن ماجہ، جلد 1، ص 441، حدیث 1385 ، ومسند احمد، جلد 4، ص 138_
2) مزید وضاحت کے لیے آپ کتاب مجموعة الرسائل و المسائل ، جلد 1 ص 18 طبع بیروت ، کیطرف رجوع فرمائیں_ ابن تیمیّہ کی عین عبارت یہ ہے " ان النسائي و الترمذی رویا حدیثاً صحیحاً ان النّبی علّم رجلاً ان یدعو فیسال اللہ ثم یخاطب النبی فیوسّل بہ ثم یسال اللہ قبول شفاعتہ"

231
باب اس عنوان سے قرار دیاہے کہ " باب ماحکم اللہ تعالی نبیّہ (ص) بعد موتہ" (یہ باب اس کرامت اور احترام کے بارے میں ہے جو اللہ تعالی نے پیغمبر(ص) کے ساتھ مختص کیا ہے ان کی رحلت کے بعد) اس باب میں وہ یوں رقمطراز ہیں_ " ایك مرتبہ مدینہ میں شدید قحط پڑ گیا_ بعض لوگ حضرت عائشےہ کی خدمت مینگئے اور ان سے چارہ جوئي کے لیے کہا_ حضرت عائشےہ نے فرمایا جاؤ پیغمبر اکرم(ص) کی قبر پر چلے جاؤ_ اور قبر والے کمرے کی چھت مینسوارخ کرو، اس انداز میں کہ آسمان اندر سے نظر آئے اور پھر نتیجہ کی انتظار کرو_ لوگ گئے انہوننے اسی انداز میں سوراخ کیا کہ آسمان وہاں سے نظر آتا تھا; بارش برسنا شروع ہوگئي اسقدر بارش برسی کہ کچھ ہی عرصہ میں بیابان سرسبز ہوگئے اور اونٹ فربہ ہوگئے _(1)
"پیغمبر اکرم(ص) کے چچا حضرت عباس سے توسل":
امام بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے کہ ایك مرتبہ مدینہ میں قحط تھا تو حضرت عمر ابن خطاب نے اللہ تعالی کو حضرت عباس بن عبدالمطلب کا واسطہ دیتے ہوئے باران رحمت طلب کی انکی دعا کی عبارت یہ تھی " اللّہم انّاکنّا نتوسّل الیك بنبیّنا و تسقینا و انّا نتوسّل الیك بعمّ نبیّنا فاسقنا" بارالہا ہم اپنے پیغمبر (ص) کے ساتھ توسل کرتے تھے تو توہم پر باران رحمت نازل فرماتا تھا_ آج ہم تجھے اپنے نبي(ص) کے چچا کاواسطہ دے کر دعا کرتے ہیں کہ ہم پر باران رحمت نازل فرما"
راوی کہتا ہے، اس دعا کے بعد فراوان بارش نازل ہوئي (2)
---

1) سنن دارمي، جلد 1 ص 43_
2) صحیح بخاري، جلد 2 ص 16، باب صلاة الاستسقائ_

232
6_ ابن حجر مکّی نےصواعق محرقہ میں امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی ہمیشہ اہلبیت(ع) رسول(ص) کے ساتھ توسّل کرتے تھے انہوں نے یہ مشہور شعر، ان سے نقل کیا ہے:

آل النّبی ذریعتی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

و ہم الیہ وسیلتي
اَرجوا بہم ا عطی غداً
بید الیمین صحیفتي

رسولخدا(ص) کاخاندان میرا وسیلہ ہیں، خداوند کی بارگاہ میں وہی میرے تقرب کا ذریعہ ہیں _ میں امید کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن انکی برکت سے میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں تھمایا جائے
اس حدیث کو "رفاعي" نے اپنی کتاب "کتاب التوصل الی حقیقة التوسّل" میں بیان کیا ہے(1)
اسی مصنف نے کہ جو توسّل کے بارے میں بہت سخت عقیدہ رکھتا ہے_ اہلسنت کے مختلف منابع سے 26 احادیث توسّل کے بارے میں نقل کی ہیں اگر چہ اس کی کوشش یہی رہی ہے کہ بعض احادیث کے بارے میں خدشہ ظاہر کرے لیکن احادیث تواتر کی حد تك یاتواتر کے قریب ہیں اور اہلسنت کی مشہور کتب میں نقل کی گئي ہیں_لہذا ان احادیث پر اتنی جلدی اعتراض نہیں کیا جاسکتا ہے _ اور ہم نے تو یہاں پر اس باب سے صرف چند احادیث کا تذکرہ کیا ہے ورنہ اس بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں _
---

1)التوصل إلی حقیقة التوسّل ، ص 329_

چند قابل توجّہ نکات

1_ وہابیوں کے بہانے:

متعصّب وہابی اپنے ہدف کو ثابت کرنے کیلئے، یعنی ان مسلمانوں پر فسق اور کفر کی تہمت لگانے کے لیے کہ جو اولیاء کے سا تھ توسّل کرتے ہیں، مندرجہ بالا آیات اور روایات کے مقابلے میں کہ جو مختلف شکلوں میں توسّل کوجائز قراردیتی ہیں بہانے بناتے ہیں اور یہ بہانہ جوئي ایسے ہی ہے جیسے بچے بہانے بناتے ہیں
کبھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان صالحین اور بزرگان کی ذات سے توسّل کرنا حرام ہے، ان کے مقام کے ساتھ توسّل کرنا حرام نہیں ہے_ اسی طرح انکی دعا اور شفاعت میں بھی کوئي حرج نہیں ہے صرف انکی ذات کے ساتھ توسّل کرنا حرام ہے_
کبھی کہتے ہیں کہ انکی زندگی میں توسّل کرنا تو جائز ہے لیکن وفات کے بعد توسّل کرنا جائز نہیں ہے_ چونکہ جب وہ اس دنیا سے منتقل ہوجاتے ہیں توان کا ہمارے ساتھ رابطہ منقطع ہوجاتا ہے_ قرآن مجید فرماتا ہے " انّك لا تُسمع الموتی " اے پیغمبر آپ(ص) مردوں تك اپنی آواز نہیں پہنچا سکتے ہیں " (1) یعنی آپ(ص) کا رابطہ انکے ساتھ منقطع ہوچکا ہے_
لیکن اس قسم کی بہانہ تراشیاں واقعاً شرمناك ہیں کیونکہ :
اوّلاً: قرآن مجید نے ایك عامّ حکم بیان کیا ہے ہم اس آیت کے عموم یا اطلاق کے ساتھ تمسك کرتے ہوئے توسّل کی ان تمام اقسام کو جائز سمجھتے ہیں جو " توحید عبادي" اور توحید افعالي" کے ساتھ منافی نہ ہوں_
---

1) سورة نمل آیة 80_

قرآن مجید میں ہے " وابتغوا الیہ الوسیلہ" جیسا کہ بیان کیا ہے وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خدا کے تقرّب کا ذریعہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بنے_ پس جو شے بھی آپ کو خدا کے قریب کرنے کا وسیلہ بن سکتی ہے آپ اسے انتخاب کرسکتے ہیں_ چاہے وہ پیغمبر(ص) کی دعا ہو یا شفاعت، مقام پیغمبر(ص) ہو یا ذات پیغمبر(ص) کہ وہ اللہ تعالی کی بندگي، اطاعت، عبودیت اور دیگر صفات حسنہ کی وجہ سے اس کی بارگاہ میں محبوب و مقرّب ہے_
اللہ تعالی نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ ان امور کے ذریعے بارگاہ خدا میں تقرّب حاصل کرو_ پس وسیلہ کو صرف انسان کے اپنے نیك اعمال میں منحصر کرنے پر کوئي دلیل نہیں ہے جس کا وہابی دعوی کرتے ہیں_
وسیلہ کی جو اقسام ہم نے بیان کی ہیں نہ تو یہ توحید در عبادت میں رخنہ پیدا کرتی ہیں کیونکہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں نہ پیغمبر اکرم(ص) کی اور نہ ہی توحید افعالی میں خدشہ ایجاد کرتی ہیں، کیونکہ صرف اللہ تعالی نفع و نقصان کا مالك ہے، اس کے علاوہ جس کسی کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اسی کے واسطہ سے ہے _
آیات میں اس قسم کے عموم کے بعد اب کس چیز کا انتظار ہے؟
یہ بہانہ تراشی تو ایسے ہے جیسے قرآن مجید فرماتا ہے" فاقرء وا ما تیسَّر من القرآن" جتنا قرآن مجید کی تلاوت کرسکتے ہو کرو " (1) اب ا گر کوئي بہانہ بنائے اور شك کرے کہ کھڑے ہوکر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لیٹ کر تلاوت کرنا کیسے ہے؟ آیت کا عموم کہہ رہا ہے تلاوت قرآن کی تمام اقسام جائز ہیں_ تلاوت سفر میں ہو یا حضر میں_ وضو کے ساتھ ہو یا بغیر وضو کے اس وقت تك جائز ہے جب تك کوئي دلیل اس عموم کے خلاف قائم نہ ہوجائے _

235

قرآن مجید کے عمومات اور اطلاقات اس وقت تك قابل عمل ہیں، جب تك کوئي مانع اور رکاوٹ در پیش نہ آئے_ توسّل والی آیات بھی عام ہیں اور آیات قرآن کے عموم پر عمل کیاجاسکتا ہے جب تك کوئي مانع نہ ہو_ پس ہم بھی ان عمومات پر عمل کریں گے اور یہ بہانے تراشیاں قبول نہیں کرینگے_
ثانیاً: توسّل کے مسئلہ میں بیان ہونے والی روایات کہ جن میں سے بعض کو ہم نے اوپرپیش کیا ہے اس قدر متنوّع ہیں کہ توسّل کی تمام اقسام کی اجازت دیتی ہیں_ خود پیغمبر اکرم(ص) کی ذات کے ساتھ توسّل جیسے نابینا والے واقعہ میں بیان ہوا_ پیغمبر اکرم(ص) کی قبر مبارك کے ساتھ توسّل جیسا کہ بعض واقعات میں بیان ہوا_ اسی طرح پیغمبر کی دعا سے توسّل، انکی شفاعت سے توسّل جیسا کہ دیگر واقعات میںبھی بیان کیاگیا ہے _ ان متنوّع اور مختلف روایات کی روشنی میں بہانہ تراشیوں کی کوئي گنجائشے باقی نہیں رہتی ہے_
ثالثاً: پیغمبر اکرم(ص) کی ذات سے توسل سے کیا مراد ہے؟ ہماری نظر میں کیونپیغمبر اکرم(ص) کی ذات کااحترام ہے اور ہم انہیں اللہ تعالی کی بارگاہ میں شفیع بناتے ہیں؟ یہ اس لیے کہ پیغمبر اکرم(ص) اطاعت اور عبودیّت کی اعلی ترین منزل پر فائز تھے_ پس حقیقت مینپیغمبر(ص) کی ذات کے سا تھ توسّل انکی اطاعات، عبادات اور افعال حسنہ کے ساتھ توسّل ہے او ریہ وہی چیز ہے جسے متعصب وہابی بھی جائزقرار دیتے ہیں_ کیونکہ وہ بھی قائل ہیں کہ طاعات کے ساتھ توسل کرنے میں کوئي حرج نہیں ہے_
پس صرف الفاظ کا جھگڑا ہے _
تعجّب کی بات تو یہ ہے کہ بعض وہابی پیغمبر اکرم(ص) کی برزخی زندگی کا انکار کرتے ہیں اور انکی وفات کو (معاذ اللہ)کفار کی وفات جیسا سمجھتے ہیں _ حالانکہ قرآن مجید شہداء کے لیے حیات

236

جاوید کا تذکرہ کرتا ہے " بل احیاءٌ عند ربّہم یرزقون" (1)
کیا پیغمبر اکرم(ص) کا مقام شہداء کے مقام سے کم ہے، جبکہ آپ سب لوگ اپنی نمازوں میں ان پر درودبھیجتے ہیں_ اگر رسولخدا(ص) وفات کے بعد توسل کرنے والوں کے توسّل کو نہیں سنتے توپھر آپ کا سلام بھیجنا بے فائدہ ہے (خدا سے پناہ مانگتے ہیں اس اندھے تعصب سے کہ جو انسان کو کہاں سے کہانتك پہنچادیتا ہے) _
البتہ ان میں سے بعض علماء آنحضرت کی حیات برزخی کے قائل ہیں انہیں اپنے اس نظریہ کے مطابق اپنا اعتراض واپس لے لینا چاہیے_

2_ "افراطی اور غالی افراد"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہم افراط اور تفریط کرنے وا لے دونوں گروہوں کے درمیان میں ہیں ایك طرف وہ لوگ ہیں جو توسّل کے مسئلہ میں مقصّر ہیں اور اعتراض تراشی کرتے ہیں اور جس توسّل کی قرآن و حدیث نے اجازت دی ہے وہ اسے جائز نہیں سمجھتے ہیں_ اور گمان کرتے ہیں کہ ان کا یہ نظریہ انکی توحیدکے کمال کا باعث ہے حالانکہ وہ سراسر غلطی پر ہیں_ کیونکہ اولیائے الہی کے ساتھ انکی اطاعت ، عبادت، اعمال اور بارگاہ الہی میں انکے تقرّب کیوجہ سے توسّل کرنا، مسئلہ توحید پر تاکید ہے اور ہر شے کا خدا سے طلب کرنا ہے_
دوسری طرف ایك افراطی گروہ ہے جو توسّل کی آڑ میں غلّو کا راستہ اختیار کرتے ہیں_ ان غالیوں کا خطرہ اور نقصان اس پہلے گروہ سے کم نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ بعض اوقات ایسے جملے استعمال کرتے ہیں جو توحید افعالی کے ساتھ سازگار نہیں ہیں_ یا بعض اوقات ایسی باتیں
---

1)سورۃ آل عمران آیت 169_

237
کرتے ہیں جو عبادت میں توحید کے ساتھ منافی ہیں_ چونکہ "لامؤثر فی الوجود الّا اللّٰہ" اس عالم وجود میں مؤثّر واقعی صرف اللہ تعالی کی ذات ہے اور جو کچھ بھی موجود ہے اس کی بدولت ہے_
لہذا جس طرح ہمیں صحیح توسّل کے منکر افراد کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے یا انہیں ارشاد کرنا چاہیے اور غلطیوں سے روکنا چاہیے، اسی طرح افراطی گروہ اور غالیوں کو بھی ارشاد کرنا چاہیے اور انہیں راہ راست کی طرف لوٹانا چاہیے_
در واقع یہ کہا جاسکتا ہے کہ توسّل کے منکرین کی پیدائشے کا ایك سبب توسّل کے قائل افراد میں سے بعض کا افراط اور غلّو ہے جب انہوں نے افراط سے کام لینا شروع کیا تو فطرتی سی بات تھی کہ تفریطی ٹولہ انکے مقابلے میں ایجاد ہوجائیگا_ یہ ایك ایسا قانون ہے جو تمام اعتقادي، اجتماعی اور سیاسی مسائل میں پایا جاتا ہے اور انحرافی گروہ ہمیشہ ایك دوسرے کے لازم و ملزوم ہوتے ہیں اور دونوں گروہ غلط راستے پر ہٹ دھرمی کے ساتھ گامزن رہتے ہیں_

3: تنہا توسّل کافی نہیں ہے _
لوگوں کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ صرف اولیائے الہی اور صالحین کے ساتھ توسّل پر اکتفانہ کریں_ کیونکہ توسّل تو ہمارے لیئے ایك درس ہے_ وہ اسطرح کہ ذہن میں سوال اٹھتا ہے، کہ ہم ان اولیاء کے ساتھ کیوں توسّل کرتے ہیں ؟
جواب یہ ہے کہ اس لیے توسّل کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالی کی بارگاہ میں آبرومند ہیں، کیوں آبرومند ہیں؟اپنے نیك اعمال کی وجہ سے آبرومند ہیں پس ہمیں بھی نیك اعمال کی طرف جانا چاہیے_ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ توسّل ہمیں درس دیتا ہے کہ اللہ تعالی کا قرب نیك اعمال کے ذریعے
238
حاصل کیا جاسکتا ہے_
اور اولیائے الہی کے ساتھ توسّل بھی انکے نیك اعمال کیوجہ سے ہی کیا جاتا ہے_ وہ اپنے اعمال صالح کیوجہ سے خدا کا قرب حاصل کرچکے ہیں اور ہم توسّل میں ان سے تقاضا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کے ہاں ہماری بھی شفاعت کریں ، لہذا ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ جس راستے کو انہوں نے طے کیا ہے ہم بھی اس راستے پر عمل پیرا ہوں_ توسّل کو ایك انسان ساز اور تربیت کرنے والے مکتب میں تبدیل ہونا چاہیے_ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم توسّل پر ہی رك جائیں اور اس کے بلند مقاصد کو فراموش کردیں_ یہ ایك اہم بات تھی جس کی طرف ہم سب کو متوجہ رہنا چاہیے_

4: امور تکوینی میں توسّل:
ایك اور نکتہ جس کی طرف توجہ ضروری ہے، یہ ہے کہ عالم اسباب کے ساتھ توسّل جسطرح امور تشریعی میں موجود ہے اسی طرح امور تکوینی میں بھی موجود ہے اور ان میں سے کوئي سا توسل بھی توحید کی راہ میں مانع نہیں ہے_ ہم جس وقت اپنے مطلوبہ نتائج تك پہنچنا چاہتے ہیں تو اپنی عادی زندگی میں اسباب کے پیچھے جاتے ہیں، زمین میں ہل چلاتے ہیں، بیج بوتے ہیں آبیاری کرتے ہیں_ فصل کی حفاظت کرتے ہیں، اور پھر موقع پر فصل کاٹتے ہیں اور اس سے اپنی زندگی میں استفادہ کرتے ہیں کیا یہ اسباب کے ساتھ توسّل کرنا ہمیں اللہ تعالی سے غافل کردیتا ہے؟ کیا اس بات کا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عقیدہ رکھنا کہ زمین سبزہ اگاتی ہے_ اور سورج کانور اور بارش کے حیات بحش قطرے بیج، گل و گیاہ اور پھلوں کی پرورش میں مددگار ثابت ہوتے ہیں_ یا کلّی طور پر عالم اسباب کے وسیلہ ہونے کے بارے میں عقیدہ رکھنا کیا توحید افعالی کے منافی

239

ہے؟ یقینا منافی نہینہے_ کیونکہ ہم عالم اسباب میں صرف اسباب مہیّا کرتے ہیں اور مسبب الاسباب اللہ تعالی کی ذات کو جانتے ہیں _

پس جس طرح طبیعی اسباب کے ساتھ توسّل کرنا توحید کے ساتھ منافی نہیں ہے اسی طرح عالم تشریع میں انبیائ، اولیاء اور معصومین (ع) کے ساتھ توسّل کرنا اور ان سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں شفاعت کا تقاضا کرنا بھی توحید کے ساتھ منافی نہیں ہے_

البتہ اس عالم تکوین کے بارے میں بھی ایك افراطی گروہ موجود ہے جو اصلاً عالم اسباب کا انکار کرتے ہیں_ وہ گمان کرتے ہیں کہ عالم اسباب پر عقیدہ رکھنا توحید افعالی کے ساتھ منافی ہے_ اسی لیے وہ قائل ہیں کہ آگ نہیں جلاتی ہے بلکہ جس وقت آگ کسی شے کے نزدیك ہوتی ہے تو اللہ تعالی اس شے کو جلاتا ہے، اسی طرح پانی آگ کو نہیں بجھاتا ہے بلکہ جس وقت آگ پر پانی ڈالا جاتا ہے تو اللہ تعالی اس آگ کو بجھادیتا ہے_ یہ لوگ اس انداز میں علّت اور معلول کے درمیان پائے جانے والے تمام واضح اور بدیہی روابط کا انکار کرتے ہیں_

حالانکہ قرآن مجید واضح انداز میں عالم اسباب کو قبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم بادلوں کو بھیجتے ہیں اور یہ بادل تشنہ زمینوں کو سیراب کرتے ہیں اور انکے ذریعے مردہ زمینیں زندہ ہوجاتی ہیں " فیُحیی بہ الارض بعد موتہا" (1)

"یُحیی بہ " یعنی یہ بارش کے قطرے زمین کو حیات بخشتے ہیں_ اس کے علاوہ بہت سی آیات عالم اسباب کے وسیلہ ہونے کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں لیکن بہرحال یہ اسباب ذاتی طور پر کوئي قدرت نہیں رکھتے ہیں بلکہ جو کچھ بھی ان کے پاس ہے اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ ہے_ یہ آثار اللہ تعالی نے انہیں عطا فرمائے ہیں_ جس طرح اسباب طبیعی کے منکر،

---

1) سورة روم آية 24_

240

غافل خطاکار ہیں اسی طرح عالم تشریع میں بھی اسباب کا انکار کرنے والے غلطی پر ہیں_

ہم امید کرتے ہیں کہ گذشتہ سطور کی روشنی میں یہ لوگ تعصّب سے ہاتھ کھینچ لیں اور صحیح راستہ کا انتخاب کرلیں اور اسطرح بے جا تکفیر اور تفسیق کا خاتمہ ہوجائے اورپوری دنیا کے مسلمان آپس میں اتحادّ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائي ہوئي دیوار کی طرح ڈٹ جائیں جنہوں نے قرآن، اسلام اور خدا کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایا ہوا ہے_ اور اسطرح اسلامی تعلیمات کو ہر قسم کے شرك ، غلو و زیادتی اور کوتاہی و نقصان سے پاك کر کے پوری دنیا کے سامنے پیش کریں _

والسلام

شعبان 1426 ھ ق

ناصر مکارم شیرازي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com